उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम ... मोहब्बत की कैंची

लेखक ... टी० सी० गुजराती

प्रकाशन वर्ष ... 1914

आगत संख्या ... 528

محبت کی قینچی
یا
نتیجہ اودہار

مصنفہ
پی - سی - گجراتی

اپریل سنہ ۱۹۰۴ء

فیض عام پریس لاہور

بار چہارم تعداد جلد ۲۰۰۰ قیمت ۳ پائی

اوم

گھرسے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

پہلے دینا ساتھ خوشی کے دلمیں سونچکے بے تکرار
اُجلے کپڑے مردمشین دیگا بیشک قرض اُتار

دُنیامیں بے لیئے دیئے تو چل نہین سکتا کوئی کار
کِسکو خبر تھی مُنہ پہ سفیدی دلمیں خدا کی ہے جھنکار

ہنسکر دینا رو کر لے نا - بہ گئی اُلٹی گنگا یار
گھرسے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

جبتک قرضہ نیا نیا ہے حال بتاؤں کیا سرکار
شاہوں کے سے حکم چلانے لے دے کرتے آئین یار

جب دیکھو ہین در پر حاضر دنہین بھیرے سو بار
جسدن سے کچھ مانگنا چاہا چھوڑ دیا آنا بازار

لینا دینا ایک طرف اب مُنہ بھی دکھلانا دشوار
گھرسے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

بنئے کو اب فکر ہؤا کہ بابو جی نہین آئے ہین
خالق انکو زندہ رکھائے اتنے دن بہلائے ہین

مدت گذری اُن حضرت کو درشن بھی نہین پائے ہین
جسدن سے ہی قرضہ مانگا اُسدن سے شرمائے ہین

رہ رہ کر پھر بابوجی کے گھر پر آیا خود لاچار
گھرسے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

دیکھا جسدم بابو نے یہ سیدھا آتا ہے گھر کو
چلتے چلتے یہ بھی پڑھا یا ٹھیر سوداگر دم بھر کو

دوسرے کمرے میں جا بیٹھا باہر بھیجا نوکر کو
کہیو بھائی اب یان کیا ہے بابو جی گئے دفتر کو

اتنا ہی بس کہ کر اُس سے در کر لینا بند اک بار
گھرسے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھلیہ بیپار"

لینے والا دروازہ پر شوق میں آیا جس دم یار
نوکر نکلا اور کہا بھئی وہ تو گئے دفتر دربار
بابو بابو کہکر اس نے زور سے دی آواز پکار
اتنا کہ کے چڑھائی کنڈی باتیں بھی نہ کیں دو چار

جل بھن کر بیچارہ مہاجن واپس آیا گھر کو یار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

اس کے کچھ دن بعد کہیں جو شام کو بابو جی نکلا
چاہا بہتیرا بابو نے میں پلٹوں لیکن ہو نہ سکا
لینے والا تاک میں تھا اس نے بھی اس کو دیکھ لیا
آنکھ چرا کے نکل چلا وہ پھر بھی اپنی جان بچا

لیکن وہ کب چھوڑتا تھا سر ہو گیا جھٹ پٹ ہاتھ پسار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

جھک جھک پٹ پٹ ہوتے ہی خلقت آن اکٹھی ہوئی تمام
لعن طعن جب ہوئی بہت سی مر مر کے پھر کیا کلام
بابو جی کو شرم کہاں وہ الٹے دیتے تھے دشنام
کل کو ہمارے گھر پر آؤ۔ اور لیلو اپنا دام پہ دام

خبردار! آئندہ ہمکو پھر نہ ٹوکنا سر بازار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

صبح ہوئی تو لینے والا حسب واعدہ ہو طیار
سینکڑوں جا کر دیں آوازیں کوئی نہ بولا پر مکار
بابو جی کے گھر پر پہنچا دہنا دینے کو لاچار
یہ بھی واں وہ جمکر بیٹھا بجگئے شام کے ساڑھے چار

بابو جی بھی ہو رہے مگرے کنڈی دے کر اندر وار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

شام ہوئی تو گالیاں دیتا اٹھا واں سے آخر کار
اچھی گھڑی یہ قرضہ دیا تھا لعنت لعنت ربکی مار
گھر پر اپنے واپس آیا دلمیں کرتا یہ گفتار
مان لیا "بے لاٹھی پڑنگے" یہ اب پٹنا ہے دشوار

ان سنونکو لگا سنانے پھر تو کرکے شور و پکار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

پھر کہیں بعد اک چندونکے دیکھنا کیا ہے وہ بقال
دفتر سے وہی بابو صاحب آتے ہیں گھر کو لالوں لال

دوڑ کے اس نے منت سے جھٹ پیش کیا بس وہی سوال
بولا ڈھا برسوں ہو گئے جب اب تو کیجے ذرا خیال

حاصل بس تقاضہ سے کیا کم دیدیجے پیسے چار
گھر سے دیکر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

بابو جی جھٹ اس پر بولے کم دینے کی کیا ہے ضرور
بل* بنا کر گھر پہ ہمارے بھیجدے تو حسب دستور
جو کچھ تیرا نکلے بھائی جوڑ لے سب کو پورم پور
دلمیں اپنی رکھ تو تسلی اب نہیں ہوگا کوئی قصور

پائی پائی اس تنخواہ پر دیدیں گے ہم بے تکرار
گھر سے دیکر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

لینے والے نے تنگ آ کر یہ بھی پیچ کر لی منظور
رہگیا اور اک ہفتہ عشرہ اب گذرا سابق دستور
دلمیں سوچا یہ تنخواہ بھی اب آئی ہے کتنی دور؟
جلدی کرنا خوب نہیں ہے حاصل کیا ہے کریں جو فتور

اب بھی پورا قول جو کر دے شکر کروں میں سو سو بار
گھر سے دیکر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

اب کیا تھا پھر ایلے گیلے بابو جی کو بھرنا تھا
لیکن جونہی ملگئی تنخواہ۔ پھر وہی چلتا دھندا تھا
دن میں سو سو پھیرے کرنے پہلا ہی سا نقشہ تھا
بابو تھے اور دوسرا رستہ۔ پھر کب وہ ان کا آنا تھا

کیا ہی کہتے بابو جی کے! لے کے دیا کیا گیا کار؟
گھر سے دیکر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

بل بنا کر لینے والا لیگیا اک دن آخر کار
بابو جی نے بل جب دیکھا۔ کہلا بھیجی یہ گفتار
کر کے غور اس بات پہ دلمیں ورز کی اچھی نہیں تکرار
ابھی ہیں آئے دفتر سے ہم کپڑے بھی نہیں اترے یار

چلو چلو تم ٹھنڈے ہو کر ہم بھی دہیں آئے سرکار
گھر سے دیکر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

لینے والے بنئے نے یہ جبدم پایا کھرا جواب
الٹے پاؤں گھر پر آیا خوشی خوشی کیا تھا جناب
سمجھا بیشک لڑ گئی قسمت تر گیا میرا آج حساب
رستہ تکنے بابو جی کا بیٹھ گیا لے بہی کتاب

* انگریزی لفظ ہے یعنی حساب کتاب کا پرچہ

بابو جی کہاں آئینگے تھے شام بھی ہو گئی آخر کار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے قرض میں دیکھا یہ بیپار

رہ رہکر یہ دھیان تھا آتا اور ذرا میں دیکھوں راہ
غرض مہاجن بیچارے نے وقت کیا سب یونہی تباہ
ایسا نہ ہو کہیں بابو صاحب اب جائیں پھر ناگاہ
روٹی تک بھی کھانیکو یہ اُٹھنے نہ پایا آہ رے آہ

کوئی نہ آیا جب تو اس کے آگ لگ اٹھی دل میں یار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے قرض میں دیکھا یہ بیپار

پھنک گیا مارے غصے کے وہ بس پر کوئی چلتا تھا
جوں توں کرکے رات گذاری صبح ہوئی پھر جا پہنچا
بولا سارا لیکھا اڈوا بڑا منہ پیٹے ایک لڑکا
بابو جی تو ہو گئے گھر سے بھاگ۔ آگیا یہ اپنا گلا

نام کا وہ تالوٹ تھا گر۔ تو نکلا یہ بھی کاہل اُپاڑ
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے قرض میں دیکھا یہ بیپار

کوئی نہ بولا۔ بڑھ کے اس نے غصے سے کھڑکایا در
آو نہ دیکھا تاؤ نہ دیکھا آتے ہی ٹھوکر دے ٹھوکر
نوکر اس کا نکلا پھر تو جھپٹ اندر سے جل بھن کر
گالی گفتا۔ لپا ڈگی شور و شغب رہ رہکر

دیکھو جی اس گدھے نے آکر کچی نیند کیا بیدار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے قرض میں دیکھا یہ بیپار

لینے والا گالیاں کھا کر کھسیانا ہو آخر کار
مارے پاؤں زمین پہ رہ رہ غصے میں جی سے بیزار
قرضے سے بے آس ہوا اور واپس آیا پھر لاچار
پیسے دانت تو کاٹے ہاتھ نرالی آئی پھر یہی بار

لیکن کوئی پیش نہ جائے راج کرا ہے اُف سرکار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے قرض میں دیکھا یہ بیپار

بیٹھے بیٹھے جی میں سوچے عرضی دیدوں گر میں جا
دوسرے جاؤں کام سے اپنے۔ غارت ہو گا سب دھندا
قرضے سے بھی دگنا جا کر خرچ پڑے گا خاطر خواہ
غرض مقدمہ کرنے سے تو آن پڑیگی اور بلا

عقل پہ میری پڑ جائیں پتھر کچھ نہ سوچا وقت ادھار

گھر سے دیگر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

پھر ہیں اُدھر ... بن ٹھو لیے بسر آئے جو بابو جی بازار
رہ نہ سکا بن مانگے مہاجن کھڑا روبرو ہو لاچار

بولا مہاجن ... ختم کر داب۔ اب تو دیجے رقم ادتار
کچھ تو خوف خدا کا کیجے مانگ تھکا میں سو سو بار

کر کر پھیر گھر پر میری۔ ٹوٹ گئی دیکھو پیزار"
گھر سے دیگر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

اُٹھا دینگے، اچھا دینگے اتنا کہہ کر بڑھنا چاہا
بنئے کو پر تاب کہاں تھی پلا جھٹ سے تھام لیا

بولا اب نہیں چھوڑونگا میں ناواں میرا یاں رکھ جا
جھٹ پٹ لوگوں کی ہوئی اور غل غپاڑہ آن مچا

بابو جی نے پاؤں سے اپنے بوٹ وہاں پہر لیا اُتار
گھر سے دیگر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

بنیا بھی تھا جلا بھنا لی اُسنے بھی پاپوش نکال
دونوں میں وہ جوت چلا کر چندیا ہوگئی ساری لال

خلقت جو ہی ٹوٹ پڑی اور بابو نے یہ دیکھا حال
بھاگا وہ اپنے جلدی جلدی لکڑی ٹوپی کو سنبھال

اِدھر مہاجن جوتے کھا کر تھانے میں پہنچا ایک بار
گھر سے دیگر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

بابو کو بھی کسی نے آکر فوراً جڑ دی یہ تقریر
بنیا گیا ہے رپٹ لکھانے تم بھی کرلو کچھ تدبیر

یاں بھی تڑ پڑ قلم اُٹھایا۔ لکھی تھانے کو تحریر
نوکر کو جھٹ دیا وہ پرچہ اور کہا جا ہو جا تیر"

لیکر پرچہ اُڑ گیا وہ اور تھانے پہنچا سیدھا یار
گھر سے دیگر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

پرچہ جس دم بابو جی کا پڑھنے بیٹھا تھانے دار
عقل پریشان ہوگئی اُسکی دلمیں اپنے کرے بچار

مانوں گر پرچہ تو بیشک یہ بھی مشکل ہے دشوار
اِدھر سچا ہے یہ بھی سچا سفت میں کھائی اس نے مار

سخت پڑی ہے مشکل اُسکو کیوں کر ہو یہ کشتی پار
گھر سے دیگر بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیپار"

آخرتہ کی بات کو پہنچا فوراً زیرک تھانیدار
جلنکے جھگڑا لئے دیمے کا آنکھیں ہا بوسے کر چار

دونوں کو اک جا بلوا کے جدا جدا لئے ...ظہار
بولا تجکو شرم نہ آئی یہ شوکت یہ شا... ... دقار

اور ذرا سے داموں پر یہ حجت ! یہ جوتی پیزار "
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے " قرض ہیں دیکھا یہ بیپار "

کیوں نہیں دیتے قرضہ اسکا جلدی دو حساب چکا
جاؤ جلدی کمرو فیصلہ ورنہ دونگا سخت سزا

اک تو قرضہ دوسرے کارو خوب شرافت دا... ہی واہ
تھا بیٹے کو یہ پڑھایا اٹھ بھی تو بھی ساتھ ہی جا

لے لے جا کر بیکھا اپنا بہتر نہیں آنا دربار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے " قرض ہیں دیکھا یہ بیپار "

بیٹے نے کچھ ترفر کی تو برسا اسپر تھانیدار
ایک ہی گھر کی کھا کے عاجز جیل بڑا والے بی تکرار

حکم دیا کہ قید کرو یہ یوں نہیں مانے گا مکار
بولا میرے سر آنکھوں پر جو فرماؤ تم سرکار

منہ سے پھر کوئی لفظ نہ نکلا آیا واں سے شکر گذار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے " قرض ہیں دیکھا یہ بیپار "

یاں کی سنیئے پھر اسکو بابوجی جو آئے سات
ناداں تیار نہیں ہے ڈھاکے ہیں پاں تین ہی پات

اندر جاکے یونہی پھر آئے اور سنائی یہ سوغات
پرسوں آکر سب لیجانا سنو کی ہی بس ایک یہ بات

خیر سے اب تو آپ سدھاریں فکر نہ کیجئے کچھ زینہار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے " قرض ہیں دیکھا یہ بیپار "

عاجز ہو کر لینے والا مان گیا پھر یہ بھی قرار
تیسرا دن جب سر پر آیا قرضہ لینے آخرکار

دو دن پورے بابوجی سے کچھ نہیں کی اسنے گفتار
جا پہنچا گھر بابوجی کے بولا کنڈی کھولو یار

لیکن پھر بھی بابوجی نے ایک نہ اسکی سنی پکار
گھر سے دیکر بیر ہر اک سے " قرض ہیں دیکھا یہ بیپار "

کیا کیا اس نے اسکو پکارا ؟ اجی حضرات اجی حضور
بات تو کیجے آؤ تو باہر ٹھیک نہیں ہے یہ دستور

نقدی ہیں سزا ہی بھگتی اپنی کیجے کرم ضرور | بابو جی نے دیا یہ بدلا چھوڑ دیئے گئے مقہور

آگے آگے قرض دیوتا پیچھے پیچھے سنگتی چار
گھر سے دیکھ بیر ہر اک سے قرض میں دیکھا یہ بیوپار

رنجی ہو کے ڈانگ بیچارہ بھاگا لیکر اپنی جان
اسد لعلسی پھر قسم یہ کھائی بابو کا نہیں کرنا دھیان

گالیاں بکتا کوسنے دیتا گھر میں آ پہنچے اوسان
مال بھی بیچتی بھی چھیلیں قرض سے اپنو پکڑا کان

یہی حال زمانے کا ہے ٹی سی نے جو کہا پکار
گھر سے دیکھ بیر ہر اک سے "قرض میں دیکھا یہ بیوپار"

مفصلہ ذیل کتابوں کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ہمارے کتب خانہ سے دستیاب ہو سکتی ہیں

کتاب	قیمت		کتاب	قیمت	
(۱) نقلی جنٹلمین	قیمت	—ر	(۱۲) بیرسٹری	قیمت	—ر
(۲) نقلی لیڈی	؍؍	٠ر	(۱۳) بابو نامہ اردو	؍؍	—ر
(۳) نئی روشنی	؍؍	۲ر	(۱۴) بابو نامہ پنجابی حصہ اول	؍؍	—ر
(۴) جواہرات کا ڈھیر	؍؍	۴ر	(۱۵) ؍؍ حصہ دوم با تصویر	؍؍	۲ر
(۵) پارس کا ٹکڑہ	؍؍	ار	انجام معصیت		۱۲ر
(۶) بجلی	؍؍	۵ر	(۱۶) جیتی جاگتی مورتیں منظوم	قیمت	ار
(۷) زعفران زار	؍؍	۸ر	(۱۷) دھرم ویر کے درشن نثر	؍؍	عـر
(۸) انسانی فوٹو	؍؍	—ر	(۱۸) قصہ جمیل و ستار لبتو منظوم		ار
(۹) کلنک	؍؍	—ر	(۱۹) قتل لیکھرام	؍؍	—ر
(۱۰) نتیجہ رنڈی بازی	؍؍	—ر	(۲۰) ممبری	؍؍	—ر
(۱۱) نیرنگ چودھویں صدی	؍؍	—ر			

تمام خط و کتابت بنام ٹی سی گجرالی - لوہاری دروازہ لاہور ہونی چاہیئے

ٹریکٹ نمبر ۲

روپیہ کا استعمال

یعنی

لکشمی پوجا

جسکو

بابو رام کمار ویش سکرٹری سابق ویش سبھا امروہہ نے

ویش ہتکاری سے انتخاب کیا

اور

باجازت ویش مہا سبھا بغرض فائدہ عام چھپوایا

پنڈت بنواری لعل شرکے مطبع ودیا ہوشن مین مراد آباد طبع ہوا

طبع اول پانسو جلد   قیمت فی جلد

روپیہ کا استعمال

ہمارے بزرگون نے روپیہ کا دیوتا لکشمین کو جو کہ بشنو مہاراج کی پتی برتا استری ہے مانا ہے اور بشنو مہاراج ہر چیز کی افزالیش اور ترقی اور قیام کے دیوتا ہین۔ چونکہ ویشش قوم کا روپیہ سے زیادہ تر تعلق ہے اسلیئے اس قوم کے لیے لکشمین ہی کی پوجا تجویز کی گئی ہے۔ اب دیکھئے کہ لکشمی کی پوجا کیا ہے اور کیونکر کرنی چاہیئے۔ لکشمین پوجا صرف یہی ہے کہ روپیہ کو جایز طور پر جمع کرنا اور ضروری کامون مین کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کرنا۔ اگر اس طرح پر لکشمین کی پوجا ہوتی رہے گی تو لکشمین نہایت خوش ہوکر وہان قیام کرے گی اور پھر جس وقت تک یہ قاعدہ جاری رہیگا کہین نجاویگی۔ اور جو صاحب اس طرح سے لکشمین کی پوجا نہ کرکے روپیہ کو فضول کامون مین اور بیہودہ نمایشون مین اور بلا ضرورت برباد کرین گے لکشمین اون کے گھر سے ناراض ہوکر چلی جاوے گی۔ اور یہہ بات بھی ضروری اور لازمی ہے کہ جس جگہ لکشمی رہیگی وہان ہی وشنو مہاراج بھی رہین گے اور جب لکشمین چلی جاویگی تو وشنو مہاراج ہی کیونکر ٹھیرین گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص کفایت شعاری مدنظر رکھیگا اوس کے یہان وشنو مہاراج اور لکشمین دونون ہی رہین گے

اور اوس کے یہان ہر قسم کی ترقی بھی ہوتی رہیگی - اور جو اس کے خلاف
عمل کریگا تو اوس کے یہان ہر طرح پر تنزل ہی تنزل نظر آویگا - ہر ایک
کام کے تین قسم اور درجے ہین - اعلے - اوسط - ادنی - اسیطرح روپیہ کے
استعمال کی بھی تین ہی قسم ہین - کفایت شعاری - خست - فضول خرچی -
عقلا اور حکما نے کفایت شعاری کو درجہ اعلے مین شمار کیا ہے - کفایت شعاری
کے معنی ہین رفع ضرورت یعنی جس قدر خرچ سے ضرورتین رفع ہو سکین - جایز
طور پر بذریعہ زراعت یا تجارت یا دادت کے جو کہ ہمارے بزرگون کے
اصلی قدیمی پیشے ہین روپیہ پیدا کرنا اور اپنے اخراجات کو آمدنی کے لحاظ
سے قایم کرنا - زمانہ سابق مین ہمارے بزرگون نے یہہ طریقہ جاری کر رکھا
تھا کہ اون کے پاس جس قدر روپیہ ہوتا تھا اوس کے دو حصے مساوی کر لیا
کرتے تھے منجملہ اون کے ایک حصہ یعنی نصف روپیہ تو خفیہ محفوظ جگہ جو اپنے اپنے
مکانات مین اسی غرض سے بنوالیا کرتے تھے دفن کر دیتے تھے - اور اس
کارروائی سے اون کا یہہ مدعا ہوتا تھا کہ اگر خدا نخواستہ کسی انقلاب زمانہ یا
گردش ایام کی وجہہ سے نصفی زر موجودہ مین نقصان آجاوے یا خسارہ
ہوجاوے تو اوس زر مدفونہ سے اپنا بیوہار جاری رکھین اور عزت اور

اور توقیر مین خرابی پیدا نہ ہونے دین - اور ایک حصہ سے جو کہ موجودات
مین ہے اپنا کاروبار جو باپ دادون سے چلا آتا ہے یا جیسا موقع ہو
جاری رکھین اون کو ہمیشہ اور ہر وقت اس امر کا بہت ہی خیال رہتا تھا کہ
اوس اصل سرمایہ مین جو کہ اونہون نے اپنے اجرا ے کارروائی کے لیے
تجویز کر رکھا ہے کمی نہ آجاوے - بلکہ جو کچھہ سال بہر مین اون کو نافع ہوتا
تھا اوس مین سے بھی کچھہ روپیہ ضرور پس انداز کرتی رہتی ہے - اور سب کو
خرچ نہین کرڈالتے تھے - وہ انسان کی ہی تین قسم سمجھتے تھے - سپوت -
پوت - کپوت - سپوت وہ سمجھا جاتا ہے جو کہ اپنے بزرگون کے سرمایہ
اور عزت کو ترقی دے اور پوت وہ ہے جو اوس کو اوسی حیثیت سے
قایم رکھے - اور جو شخص اوس کو تلف کر دے یا اوس مین کچھہ نقصان
پہونچاوے وہ کپوت ہے اور یہی وجہہ ہے کہ یہہ معزز اور شریف قوم ہمیشہ
دولتمند اور مالدار تھے اور انواع واقسام کی ترقیان کرتے رہتے تھے جس قدر
روپیہ اون کو سال بہر مین کہ جسکا تخمینہ پہلے ہی سے تجویز کر لیا کرتے تھے
خرچ کرنا منظور ہوتا تھا اوس کو نہایت کفایت کے ساتھہ خرچ مین لاتے تھے - کیا
ممکن ہے کہ ایک حبہ ہی فضول خرچ ہو جاوے - یعنی اسپنہ اور اپنے لواحقین

کے کہانے پینے اور دیگر ضروریات سے جو روپیہ بچتا تہا اپنے غریب اور مفلس
اور محتاج بہائیون کی امداد مین لگاتے تہے کہ جو ہر شریف کا فرض ہے
اور پہر جو کچہہ باقی رہتا تہا اوس سے ملکی ضروریات رفع کرتے تہے۔ وہ لوگ
کسی وقت اپنی قوم کے کسی بہائی کو مفلسی یا محتاجی کی حالت مین نہین دیکہہ
سکتے تہے بلکہ اوس کو موجب ذلت اور ہتک قوم کا تصور کرتے تہے چنانچہ
یہہ نقل جو کہ فی الواقع نہایت ہی سچی ہے مشہور چلی آتی ہے۔ کہ شہر اگرو ہہ مین
ویش اگروال مہاجنون کے سوا لاکہہ گہر تہے۔ اور وہ اون مین کوئی گہر ایسا نہین
تہا کہ لکہہ پتی سے کم ہو اگر اون مین سے کوئی گہر کسی وجہہ سے مفلس ہو جاتا
تہا تو جملہ ویش اگروال پنچایت کرکے فی خانہ ایک روپیہ اور پانچ اینٹ جمع کرکے
اوس کو دیدیا کرتے تہے کہ جس سے وہ ہی سب کی برابر ہی ہو جاتا تہا۔ وہ لوگ
فضول خرچ کو بہت ہی برا جانتے تہے۔ اوس وقت شادی و غمی وغیرہ کے
موقعون پر اس طرح روپیہ کو برباد کرکے ملکشین کا گلا نہین کاٹتے تہے۔
اور آجکل کی طرح بیہودہ نمایشون مین روپیہ کا ناش نہین کرتے تہے۔ اسی
وجہہ سے دیکہئے اون کی کیسی عزت کیا وقعت تہی کس کس طرح کی ترقیان نہین۔ کیسا
اتفاق تہا۔ جس وقت سے یہہ سب باتین جاتی رہین تنزل آگیا۔ خست کے معنی

ہین روپیہ کو جمع کر کے خرچ نہ کرنا ضرورت کے وقت جسم یا روح کو خواہ کیسی ہی تکلیف کیون نہو اوس کو گوارا کر لینا۔ اگر روپیہ خرچ کرنے مین کوتاہی کرنی۔ اور حتی الوسع روپیہ کو جوڑ جوڑ کر رکہنا۔ عقلا نے اسکو دوسرے درجہ مین تصور کیا ہی کیونکہ روپیہ رفع ضرورت کیواسطے ہی اور جب اوس سے ضرورت ہی رفع نہوئی تو کنکر پتہر اور روپیہ مین کیا فرق ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے کہ "برائے نہادن چہ سنگ چہ زر"۔ انسان کا فرض ہے کہ اول اپنے اور اپنے لواحقین کی تن آسانی اور ضرورت کا خیال کرے اور اوس کے بعد قوم کی حالت کو دیکھے اور پہر ملکی ضروریات کی طرف نظر ڈالے کسی شخص کا ہرگز یہہ فرض نہین ہو سکتا اور نہ اس کو کوئی عقلمند پسند کرے گا کہ جملہ ضروریات کو خاک مین ملا کر جس قدر روپیہ پیدا کرے زمین مین دبا کر کہا جلا دے اور مرنے کے بعد سانپ کی صورت پیدا کر کے اوس پر قیام کرے بقول سعدی

مال از بہر آسایش عمرست نہ عمر از بہر گرد کردن مال
عاقلے را پرسیدند کہ نیک بخت کیست و بدبخت کدام
گفت نیک بخت آنکہ خورد و کشت و بدبخت آنکہ مرد و ہشت"۔

فضول خرچی یہہ ہے کہ بلا ضرورت روپیہ کو خرچ کر ڈالنا یا جس موقع پر ایک روپیہ

کے خرچ سے ضرورت رفع ہوتی ہو وہان وہ خرچ کر ڈالنے جیسا کہ آجکل ہمارے
بھائی عمل کر رہے ہین بلکہ بغور دیکھئے اور سچ پوچھئے تو ہمارے بھائی نفضول
خرچیون کی صفت سے بھی کہین آگے بڑہ گئے ہین یعنی فضول خرچی تو وہ ہے
کہ جس قدر روپیہ پیدا کرے اوس کو آنکھین بند کرکے مدہوشون اور مخبوط الحواسون
کی طرح بلا لحاظ اپنی ضروریات اور فرایض اور کفایت شعاری کے خرچ
کرتا چلا جاوے۔ گو کہ یہہ کشش بھی بربادی ہی کی ہین کیونکہ یہہ دنیا حادثہ
نما ہے اور آیندہ کا حال کسی کو کچھہ معلوم نہین ہو سکتا کہ فردا کیا شئی ہے
اور جو آمدنی کے سلسلے اسوقت جاری ہین وہ کب تک قایم رہین گے اسلئے ہر
فرد بشر کو مناسب ہے کہ کم سے کم اپنی اولاد و پس ماندگان کے واسطے آیندہ زندگی
کا فکر نہ کرے تو اپنے لیے ضرور کچھہ چلتے ہاتھہ پانون جمع کر رکھے تاکہ بوقت درماندگی
کام آجاوے چنانچہ مثل مشہور ہے " وہ بہلا انس کیسا جسکے پاس نہین ہو پیسا "
ہمارے بھائیونکا تو کچھہ ڈھنگ ہی نرالا ہے یعنی اون کے پاس جسوقت تک کسیقدر
بزرگونکا سرمایہ یا زر نقد (جسکو انہون نے بڑی بڑی محنتون مشقتون سے جمع کیا
تہا بلکہ یون کہنا صحیح ہوگا کہ وہ اون کے سر سے لیکر پانون تک کا خون ہے) موجود
ہے اسوقت تک وہ اپنے دست قدرت اور محنت سے تو روپیہ پیدا کرنا وضع

ریاست اور ساہوکاری کے خلاف ہی سمجھتے ہین - اب رہا یہہ کہ پچھلے ہی سرمایہ کی
ترقی اور ترقی بھی نہ ہہی اوسی کے قایم رکہنے کا انتظام کرین سو اس کے واسطے اول تو
دردسری بھی کون اوٹھاوے - دونون وقت کہانا تو ملے ہی جاتا ہے - علاوہ اسکے
بباعث کثرت شوق گنجفہ بازی و شطرنج بازی و چوسر بازی و قمار بازی و تینگ
بازی و دیگر بازی ہاے اور بعض صاحبان کو عیاشی و شرابخواری وغیرہ سے ہی
جوکہ آجکل امیری کے لوازمات سمجھے جاتے ہین فرصت ہی نہین ہے - اب آمدنی
کی تو کوئی سبیل نہین اور دماغ مین ریاست کی بو اور دو چار خوشامدی مفت خورہ
مصاحب بھی صلاح مشورے کے لئے ضرور پاس رہنے چاہئین - ایسی صورت
مین روزمرہ کا خرچ تو امیرانہ ہے ہی اگر جسوقت کوئی تقریب بچے کی پیدایش یا
شادی یا کسی بڑے بوڑہے کی موت پیش آتی ہے - یا کسی تیوہار مثل ہولی دیوالی
سانجھی وغیرہ وغیرہ کی آمد ہوئی پہر تو طبیعت مین عجیب عجیب رنگ کے گل کہلنے لگے نئی نئی
اومنگ پیدا ہونے لگین مثلاً جسوقت بچہ پیدا ہونیکی خبر کان مین پڑی پنڈت جی مہاتم
کو بلوا کر جنم پتر لکھوا یا گیا اور منہ مانگی دکشنا دی گئی - پہر مانگنے والون کو روپیہ پیسے
بٹنے لگے اور ایسی خوشی کے وقت محفل کا ہونا تو لازمی ہی بات ہی - اور دوست
احباب کی دعوت بہی ضروری ہی تہی - اس کے بعد رشتہ دارون مین سے

تہائیون کی آمد جاری ہوئی کہ جن مین مولود کیواسطے کرتہ ٹوپی اور زیورات وغیرہ
ہوتے ہین اون پر ہی حسب حیثیت روپئے رکہے گئے اب غور کیجئے کہ اس قدر روپیہ
کا تو خون ہوا مگر کیا امکان ہی کہ ایک پیسہ کسی محتاج یا مستحق کے پلّے پڑ جاوے - یا
ایک حبّہ کسی کارِ خیر مین لگایا جاوے - اب بچہ کو جسوقت کوئی مرض معمولی لاحق ہوگیا تو ملّاؤن
اور سیانون اور بہنگیون چار دن کی تلاش ہوتی ہے کسی نے پریونکا سایہ تجویز کر دیا
کسی نے کوئی کہوٹ بتلا دی - کوئی میران کی جات تجویز کرتا ہے - کوئی ظاہر کی کوئی بوڑہے
بابو کی مانتا کو کہتا ہے - کوئی جوت بتّی کرنے پر آمادہ بیٹہا ہے کسی کی یہ رائے ہی کہ یہ پیرون
اور قبرون پر چادرین چڑہائی چاہئین - کوئی کہتا ہی کہ محرم مین بچہ کو تعزیون کے
نیچے نکالنا مفید ہوگا - کوئی کچہہ ٹونکا کرتا ہے کوئی گرنت گرہوا تا ہے - کوئی بہوت
چڑیل کا خلل بیان کرتا ہے - کوئی جو رہون مین کیہر وغیرہ تقسیم کراتا ہے - آبخورون مین
بہر وا کر رکہوا تا ہے - غرض جو کوئی کچہہ تدبیر بتا دیتا ہے اوسی کا عملدرآمد کیا جاتا ہے
اور اسمین جو کچہہ خرچ پڑتا ہے اوسکا تو کہنا ہی کیا ہی سب صاحب واقف ہین - اب بچّی کی
عمر چار پانچ سال کو پہونچی تو نسبت کا فکر درپیش ہے اور جا بجا حجّامون کی معرفت ٹہوکر
لیئے بہیجے جاتے ہین - اور حجّام نے حسب تجویز خود نسبت کے لیئے کوئی گہر بتلا دیا - اور
لڑکی کی بہی جنم پتری لاکر حوالہ کر دی - اور پنڈت جی مہاراج سے ہر دو جنم پتریون

کی بدہین ملوائی گئین - بدہ کا ملانا تو پنڈت جی کی رائے پر منحصر ہے ہی - اُنہوں نے
کچھہ دیکھہ بھال اور حساب لگا تاریخ مقرر کر دی - اور بیٹی والے نے نسبت بھیجدی -
اب حجام صاحب نسبت لیکر تشریف لائے تو ان کی وہ وہ تواضع اور مدارات ہوتی
ہین کہ گویا کوئی اعلے درجہ کا معزز رشتہ دار ہے بلکہ اس قدر خاطر تو شاید کوئی ادن کی
بھی نہ کرتا ہوگا - غرض نسبت لیکر حجام کو رخصت کیا گیا - چند عرصہ کے بعد بیروجن
یا کن پہیدن کی رسم ہوئی محفل اور ناچ تو ہر ایک رسم کے لیے معمولی ہی بات
ہے - اِسکے بغیر تو کوئی رسم رونق پذیر ہی نہین ہوسکتی - اب ہار اور تو چندی چڑہایا
جاتا ہے کہ جسمین کم سے کم پچاس پچاس ساٹھہ ساٹھہ تہالیون مین اشیاء ذیل بھر بھر
بیٹی والے کے گھر بھیجے جاتے ہین - دو چار مین ابرق کے کھلونے دو چار مین
چاندی سونے کاٹھہ کے کھلونے پانچ چار مین شیرینیان - آٹھہ سات مین میوہ جات
چند تہالیون مین موسمی پھل - دو چار مین مصری کے کوزے اور قند کے اولے -
کسی مین گڑیون کے جوڑے کہ جسکے جواب مین فریق ثانی کو دس دس بیس بیس روپیہ
علاوہ حق کمینان جو کہ دلان تہالیان لیکر جاتے ہین - اب لڑکے کی عمر آٹھہ سات
سال کے قریب پہونچی تو شادی کا ذکر درپیش ہے اور کوئی تاریخ مقرر کی گئی -
اب لگن کے لیے اوڑہنی تیار ہوتی ہے کہ جسکی لاگت مین زر کثیر صرف ہوتا ہے اور

وہ اوڑھنی سوائے ایک مرتبہ کام مین آنے کے کبھی استعمال نہین کی جاتی صرف زینت صندوقچہ ہی رہتی ہے۔ البتہ جسوقت اوسکا آنچل یعنی پٹھا گوکھرو سلمہ وغیرہ بدرنگ ہوجاتی ہین تب فروخت کردی جاتی ہے کہ جسکی قیمت لاگت کے لحاظ سے شاید چہارم وصول ہوجاتی ہو۔ علاوہ ان رسوم کے اور بہت سی تقریبات ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہی کہ جنکا سوائے للکشمین کے گلا کاٹنے کے کوئی نتیجہ نہین اب شادی کے لیئے سامان جمع کرنیکا موقع ملا تو طبیعت مین کچھ اور ہی جوش موج مارنے لگے۔ اول زیور بنانے کے لیئے سونا چاندی کی خرید ہو رہی ہے۔ اور اوس کے لیئے سنار سے تاکید ہے اور فہمائش کی جاتی ہے کہ خواہ زیورات کتنے ہی کم وزن نہین مگر تعداد زیادہ ہو۔ کیونکہ آجکل وزن کو کوئی نہین دیکھتا۔ عزت کا مدار کثرت تعداد پر ہی وہ زیور تیار ہوگیا مگر دو چار مرتبہ کے استعمال مین لانے سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ فی روپیہ ۲ کا جو سنار کو مزدوری اور صراف کو بابت منافع کے دیئے گئے نقصان ہوگیا اور پھر از سر نو تیار کرانا پڑا تو دوبارہ زرگر کو مزدوری گئی۔ اب یہ فکر درپیش ہے کہ عمدہ ناچنے گانے والی طوائف اور تمسخر کے بہروپیئے اخلاق کے خون کرنے والے نقال خواہ فی طائفہ کچھ ہی دینا پڑے منگوانی چاہیئین۔ دو دو منڈلی ڈنڈے والے اور نفیری والے اور بینک اور کتھک اور

انگریزی باجے والے اور بین باجے والے اور دو چوڑی تخت رواں - سہ دری بارہ دری وغیرہ یہ سامان بھی اعلے درجہ کا ہو تاکہ جلوس عمدہ ہو اور باغ بہاری بھی بہت بڑہ کی بنائی جاوے - اور اوس مین نوٹ اور ہنڈوی اشرفی روپیہ ظروف کلاہ شیرینی وغیرہ تو پہلے ہی اور صاحب لگا چکے ہین مگر نام تو اوسی وقت ہو سکتا ہے کہ جواہرات جڑوائے جاوین - اور اوس کے انتظام کے لیے جنگی پلٹن کے جوان یا رسالہ کے سوار ہون گو اون کی فیس ادا کرنے مین روپیہ تو زیادہ صرف ہوگا مگر لطف تو اسی مین ہے - بڑہار کے واسطے روشنی کے تخت اور آتشبازی بھی کثرت سے بنوائی جاوے - اور عدد بھی زیادہ ہون غرض اس کے لیے سائیان دی گئین انتظام کر لیا گیا - اب برادری مین گندوڑہ کی تقسیم ہو رہی ہے مگر تقسیم شروع کرنے سے پیشتر پروہت آسرت پنڈت بہاٹ کو عمدہ عمدہ دوشالے اوڑہائے گئے اور نائی اور نائین کو کپڑے کے جوڑے اور نقری کڑے اور گوٹہ ٹھپہ کی تھیلی پہنائی گئی کہ جن کو پہن کر وہ لوگ برادری مین بہاجی تقسیم کرین - اب برادری کی دعوت ہوتی ہے دیکھو اس قدر شیرینی ہر ایک تھل پر پروسی جاتی ہے کہ اوس مین سے شاید کوئی نصف بھی نہ کہا سکے اور خاکروب کے گہر چلی جاوے - خاکروب

اوس کو بازار مین لیجاکر حلوائیون کے ہاتھہ بیچ ڈالتا ہے اور اوس کو تمام
آدمی کہاتے ہین اب محفل ہوتی ہے چونکہ نامی نامی طایف دور دراز شہرون سے
بڑی کثیر رقم خرچ کرکے بُلائی گئی ہین تمام علاقہ مین اون کی شہرت ہوگئی۔
تماشائیون کا خوب ہجوم اور طائفان کی کثرت زیورات اور زیبائش
پوشاک اور سجاوٹ چہرہ اور کشادگی آواز سنجیدگی زبان اور ناز و
کرشمہ اور اشارہ کنایہ کی یہان تک گرم بازاری ہوئی اور ایسا سمان
بندہا کہ تماشائی لوگون کے دماغ سے عقل و تمیز کا چراغ گُل ہوگیا۔
اور بیحیائی اور بدتہذیبی کو خوب ہی موقع ملا اور یہہ نوبت پہونچی کہ بزرگون
کو خوردون کا اور خوردون کو بزرگون کا مطلق خیال اور پاس ادب
اوٹھہ گیا جسکو دیکھو مفتون جسکی طرف نظر ڈالو شیفتہ۔ تیسرے پانون کی
گرمی اور عطر کی خوشبو مکان کی زیبایش روشنی کی چمک دمک تصویرون
اور آئینون کی آب و تاب ہر قسم کی بے تکلفی کچھہ لطف ہی اور حاصل
تہا یعنی باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا اور خُسر داماد کا اور داماد خسر کا
رقیب بن بیٹہا اور اگر کوئی لیمپ یا دیوار گیری کہ جن مین مٹی کا تیل جلایا
جاتا ہے لوٹ گئی تو جملہ سامان مع مکان اور تماشائیون کے

جل بل کر خاکستر ہوگیا۔ اور ایسی صورتہ محفلون مین جابجا دیکھنے مین
آئی ہے۔ اب مکان کے صحن مین نقار خانہ کے لیے گڑ گنج جو بنایا گیا
ہوا اس مین رقاصان پری پیکر جو منظر گاناچ کر دیکھنے والون کی دلونکو
چھینے لیتے ہین۔ اب برات کی چڑہت ہوتی ہے تو اپنے مکان سے
سمدہی کے دروازہ تک انار اور سہرون اور ہتہ ایون کی ایک۔ ہاہ کھلتی جاتی
ہی۔ اور جا بہ سامان آرایش کہ جن کے لیئے ایک عرصہ سے تجویزین ہو رہی تہین
وہ بھی موجود ہوی گیئین ہین برات کے روانہ ہوتے ہی طوایفان کو ہر چہار
طرف سے عیاشون اور تماشینون نے گھیر لیا۔ اور چونکہ ہر شخص یہی چاہتا
ہے کہ مین ہی بی صاحبہ کے بدن سے بدن ملائے رہون باہم جوتہ بیزار
اور لات گھونسے لٹھم لٹھا ہونے لگی اور اس ہنگامے مین طوایفان کا زیور
اڑگیا اور پشواز کا ایک ایک تار ہوگیا گر کیا امکان ہے کہ کسی براتی کے کان
مین کوئی حرف بڑ جاوے۔ یا صورت ہی دیکھنی نصیب ہو۔ جسوقت برات مکان
سمدہی کے قریب پہونچی تو باغ بہاری کی لوٹ شروع ہوی۔ بباعث کثرت
لوٹنے والون کے کسی کی ٹوپی گم ہوگئی کسی کا دوشالہ اوتر گیا کسی کا انگرکھا
پہٹ گیا کسی کا جوتا کہو یا گیا۔ کسی کا ہاتہ ٹوٹا کسی کے پاؤن مین ضرب آئی کسی کا

سر پھٹ گیا۔ کوئی گر کر کچل گیا کسی کے گلے مین ٹٹی او لجھکر پھنس گئی۔
اب بکھیر کا حال دیکھیے جسوقت سے برات گھر سے روانہ ہوئی تھی۔ ایک
ہاتھی پر پیسے روپیے اشرفیون کی تھیلیان رکھکر دو چار آدمی اون مین
سے نکال نکال کر بکھیر کرتے چلے جاتے ہین۔ جسوقت سمدھی کے دروازہ پر
پہونچ گئے تو دوہتڑ بھر بھر کر چہار طرف پھینکنے لگے اور جو انبوہ کثیر اون
کے لینے کے واسطے جمع تھا۔ اون کو لینے لگا اوس حالت مین بھی کچھ آدمی
زخمی ہوئے کچھ جانین گنوا بیٹھے۔ اب برات سمدھی کے مکان پر جیمنے کو گئی
چونکہ سمدھی کو کچھ یہ تخمینہ تو ہی ہے نہین کہ برات کس قدر آوے گی اور اوسکے
واسطے کس قدر سامان تیار کرانا چاہیے۔ پروسہ تیار کرالیا اور برات کی
کثرت کو دیکھکر ہوش خطا ہو گئے مگر اب کیا ہو سکتا ہے اوس طرف برات
کھانا کھا رہی ہے باہر دروازہ پر کمینان نفران کو پروسے تقسیم ہونے
شروع ہوئے۔ بیٹے والے کو کیا علم ہے کہ سمدھی کے یہان گنجائش ہے
یا نہین فیاضی ظاہر کرنا چاہیے۔ اور وہان سمائی کہان جوتم پیزار ہونے لگی۔
اور تمام عمر کے واسطے عداوت کا جھنڈا گڑھ گیا۔ اب پھیرون کا لگن آپہونچا
تو پنڈتون نے اپنے اپنے ججمانون کو سونے کی چڑیا سمجھکر خوب پر نکالے۔

اور مالِ مفت دلِ بیرحم پر عمل کر کے ہر ایک منتر پر دس دس پندرہ پندرہ ٹکے
مانگ لیئے۔ جب اِس سے فارغ ہوئے تو پور تقسیم کی گئی اس کے بعد سمدہی
جیمنے کو گیے اگلے دن صبح ہی سے محفل کے لیئے مکان آراستہ کیا گیا فرش فروش
بچھائے گئے اور قبل از دوپہر طوایفان اور نقالان کو بلوا کر ناچ شروع کرا دیا۔
اور انعام آنے لگا رات کو پھر برات جمع ہو کر سمدہی کے یہان جیمنے کو چلی تو صدہا
روشنی کے تخت ہمراہ ہین اور برابر آتشبازی چھوٹتی ہوئی چلی جاتی ہے۔
اور پھر سمدھی کے دروازہ پر پہونچکر آتشبازی چھوڑی گئی کسی کے کپڑے
جل گئے کسی کا منہہ جھلس گیا کسی کا مکان جل گیا۔ اب برات نے کھانا کھایا اور نفران
وغیرہ کو پرو تقسیم ہوئے اِس سے نبٹ کر سمدہی جیمنے کو گئے۔ تو اول ٹلائیونکا
معاملہ پیش ہوا۔ اگر دونون فریق کے دن کچھہ بھلے تھے تو دس پانچ آدمیون کی
معرفت معاملہ طے ہوگیا ورنہ دہی جو تم جا تا اِسکے بعد دہیا ہنے صاحب اپنے
پروسون کے لیئے بکھر رہے ہین اور بھاتی صاحب اپنے۔ غرض جون تون کر کے
فیصلہ ہوا اب رخصت کا دن ہے تو بری کا سامان منگایا گیا۔ دس بارہ سیر مہندی
دس بارہ سیر بتاشے دو ڈھائی سیر رولی پانچ سات ٹوکرے کلاوے اور شیرینی
میوہ جات لکڑی کے کھلونے موسمی پھل وغیرہ وغیرہ یہہ سب اشیا لیکر سمدہی

کے مکان پر پہونچے بہلا صاحب یہہ اس قدر سامان کیا کیا جاویگا سمدہی اپنی برادری مین تقسیم کریگا۔ خیر اب پنڈت یا پروہت آمرت بہاٹ کو بیٹی والے کی جانب سے دو شالے اور کمینان کو پارچے اور نقری کھڑی دیئے گئے۔ اور اسیطرح سے بیٹی والے کی جانب سے۔ یہہ اور لیکین ادا ہوئین اور مندرون خانقاہون مسجدون تکیون کی چہٹیان دی گئین اب رخصت ہوکر گھر آئے تو یہان بہورہی تہا۔ شادی سے فراغت پائی تو بہوسندہارا اور بہاگ چڑہانے کے واسطے منون پکوان جوکہ طرفین کی برادری مین تقسیم کیا جاویگا اور تیل اور بچون کے واسطے جوڑے بنواکر سمدہی کے گہر بہیجے گئے۔ اور سمدہی نے دس بیس پچاس روپیہ حسب حیثیت اوس کے جواب مین علاوہ اُجرت مردان اور کمینان کے بہیجدیئے۔ بعض بعض صاحب اس رسم سندہارہ کو اور بہاگ کو صرف ایک ہی مرتبہ نہین بلکہ کئی سال تک جاری رکہتے ہین۔ یہہ حالات تو بیٹے والے کے اخراجات کے تحریر ہوئے۔ بیٹی والے کو بہی اسیطرح سے براتیون کی دعوت اور ادائیگی لیاگ ہائے متعینہ اور رسمیات پہیرہ اور تیاری سامان جہیز اور ٹیکہ پٹہ مین خرچ کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ رسوم مذکورہ بالا اور بہت سی رسمیات مین صدہا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اب گونہ کی رسم اور گونہ کے بعد چالے کی رسم کی جاتی ہے۔ کوئی بوڑہا بہت سخت بیمار ہوکر قریب المرگ ہوگیا تو گئو کا دان ہوتا ہے اور برہمن دیوتا اوس کو اپنے مکان پر لاکر کچہ اچہی اور دودہ دینے والی ہوئی تو خیر ورنہ کسی کے ہاتہہ

فروخت کر دیتے ہین - بلکہ بعض بعض برہمن تو قصداً بونکا ہاتھ پکڑ کر اوس بیچاری
بیکس کا خون اپنے اور دان کرنے والے کی گردن ہی پر لیتے ہین - اسکے
بعد شیرینی اور غلہ وغیرہ پن کیا جاتا ہے جبوقت وہ مریض مرگیا تو طلائی اور
نقرئی بوان تیار ہوتا ہے اور اوس کو گوٹہ ٹھپہ گوکہرو سلمہ ستارہ - کلابتون -
لیس سے سجایا جاتا ہے - اگر مرد ہوا تو قیمتی زردوز دوشالہ اور اگر عورت ہوئی
تو زری یا کمخواب کی اوڑھنی اوڑھا کر تمام رستہ بکھیر کرتے ہوئے لیجاتے ہین
اور چتا مین رکھکر صرف لکڑیون مین پھونک دیتے ہین یہہ بھی نہین ہوسکتا کہ سیر
آدھ سیر چندن اور گھی خرچ کر دین - اب تیسرے روز اوٹھاونی کے رونہ
عورات مین ناچ رنگ ہو کر شہدہنون کی لڑائی ہوتی ہے اور پنڈت جی مہاراج
کو بلوا کر گڑ پران کی کتھا شروع ہوتی ہے - اور پنج نارائنی کے واسطے
برہمنان مقرر کیے جاتے ہین کہ جو بجز اپنے قصہ کہانیون کے شاید ہی کوئی
منتر جپ لیتے ہین - اب اکادشی کے دن پورا اور متون غلہ گھی دیگر سامان
پارچہ جات - گئو - ہاتہی - گھوڑا - رتہ - مجھولی بگھی مکان - باغ - جائیداد -
زرنقد مہا برہمن کو دیا جاتا ہے - اب تیوہارون کی طرف ملاحظہ فرمائیے -
مثلاً ہولی کا دن قریب آیا تو مع دوستون کے معجون دودھیا بہنگ پی پیکر
رنگ مین شور بور ہوکر عبیر گلال چہرہ پر ملوا انسان سے اُلو بن محفل مین ناچ بیٹھ رنڈی
اور بیحیائی کو عمل مین لا کہین رنڈیون سے چھیڑ چھاڑ کہین نقال بہانڈون
سے فحش نقلین سن اودنگ مین بیہدہ مدہوش ہو رہے ہین - دیوالی آئی تو بہنون

پہلے جوئے کا رنگ جما داؤن پر تہلیان لگائی جاتی ہین - جیٹھہ کے دسہرہ
مین بازی بدبد کر تینگ اوڑائے جاتے ہین سانجھی کا موسم ہے تو انواع واقسام
کے رنگ کی تیاریان ہو رہی ہین تلیون پر پنون کے لیپ ہوتے ہین -
محفلین ہوتی ہین تمام رات بیلین چھوڑی جاتی ہین مندر چڑہے جاتے
ہین - خود تو اپنی کوشش سے کوئی پیسہ پیدا کیا ہی نہین یہہ سب گلچھرے
بزرگون کے ہی زرنقد اور جائیداد اور اسباب اور زیور کی بدولت جو کہ انکو
اون کی وفات کے بعد میسر ہوکر ملا تہا اوڑائی اب وہ سب ختم ہوگیا اور کہانیکو
روٹی اور پہننے کو کپڑے تک سے محتاج ہوگئے مگر اپن کیا حالات گذشتہ اور اپنے
اخراجات اور فضول خرچیون کو یاد کر کے روتے ہین - اور دست افسوس ملتے ہین
اب پچہتائے کیا ہوت جب چڑیان چگ گئین کہیت - کاش اگر اس روپیہ کا کچھہ حصہ تجارت
مین لگاتے تو آج یہہ دن دیکہنا کیون نصیب ہوتا - لڑکیون اور لڑکون کی تعلیم مین لگاتے
تو اون کے حوصلے اون کی لیاقتین اونکی ہمت کو کیا کیا ترقیان ہوتین محتاج بہائیون
کے ساتہہ سلوک کرتے تو اون کے دلون سے کیسی کیسی دعائین نکلتین [illegible]
جاتے ہین سمجہتے ہین - تجارت کیواسطے روپیہ نہین نوکری کرنیکی لیاقت نہین -
چہوٹے چہوٹے پیشے ذلیل خیال کئے جاتے ہین [illegible]
قریب قریب ہر ایک شخص اس مرض مہلک مین مبتلا ہو گیا ہے [illegible]
پہندے مین کچہہ ایسے پہنسے ہوئے ہین کہ باوجود خواہش اور واقفیت [illegible]
تجربون کے اس پہندے سے نہین نکلتے - اور اگر کوئی صاحب نکلنے کی کوشش

اور سبھی کرنا چاہتے ہین اور کرتے ہین تو بخیال ننگ بنے اور ہر وقت کے طعن و تشنیع کے
قاصر رہجاتے ہین - اگر چند مہذب اور تعلیم یافتہ اہل برادری اپنا ایک مجمع یا ایک سوسائٹی یا
ایک سبھا یا ایک کمیٹی علیحدہ بنا کر اُس رواج کو توڑ دین اور اپنا نیا دستور العمل بنا کر اوس کے
مطابق عمل کرین اور ہتھیلی پیٹنے اور زبان کھولنے کو گوز شتر سمجھکر اپنے ارادہ مین استقلال
سے کام لین تو عنقریب یہ ہوسکتا ہے نتیجہ نکل آویگا کہ کل برادری کی ایک ہی سوسائٹی ہوجاوے -
اور سب کے خیال یکسان ہوجاوین اور جب عام بھائیون اور قوم کی قوم کے خیالات یکسان
ہوگئے تو اتفاق ہوگیا اور جب اتفاق ہوگیا تو باقی ہی کیا رہا - اب مین اپنی تعلیم یافتہ
مہذب خیر خواہان قوم بھائیون کی خدمت مین نہایت عجز کے ساتھ دست بستہ یہی گذارش
کرتا ہون کہ اپنی اپنی ہمت کو پوری وسعت دیکر اور بلا خوف و اندیشہ کسی کی زق زق بک
بک کے اور بلا پاس کسی رشتہ قرابت کے اپنی علحدہ سبھا قایم کرین اور اُس سبھا مین اُن
ہی لوگون کو شریک کرین کہ جو مقاصد سبھا پر پابندی کرنے کو بدل و جان آمادہ ہون
اور اگر اونکا بیٹا یا جورو بھی اون مقاصد سے مخالفت کرتے ہون تو اون کو بیدریغ
علیحدہ کردیوین میری رائے ناقص مین اس سے عمدہ کوئی تدبیر اصلاح قومی کے لیئے
نہین ہوسکتی - مگر اس کے واسطے بہت بڑی ہمت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے فقط

۴۷

انگریز اور فول

المعروف

نقلی جنٹلمین

مصنفہ

ٹی - سی - گجراتی

بار پنجم — سنہ ۱۹۰۴ء — تعداد جلد ۱۰۰۰

سروشنکاری مشین پریس لاہور

قیمت ۳ پائی

۴۷

نقلی جنٹلمین

یہ ہے قصہ ایک انڈین فول کا — حماقت کے مصدر کا مجہول کا
نہیں مجھکو مطلب مگر طول کا — اڑانا کسی کی ہے کیا دھول کا
میں کرتا ہوں کچھ مختصر سا رقم — کہ قابل تھا لکھنے کے یہ بیش و کم
سفر میں کہیں آپ تھے ریل پر — انہیں یورپین ایک آیا نظر
کچھ اوپر ترلیسٹھ تھی عمر اس کی پر — نمایاں تھی گالوں پہ سرخی مگر
توانا و مضبوط اور پیل تن — نشہ میں حکومت کے چور اور مگن
تھا قامت میں چھ فیٹ نامِ خدا — بہت اک غرض وہ گرانڈیل تھا
تھا اک ہاتھ مونچھوں پہ رکھا ہوا — تھا قبضے پہ تلوار کے دوسرا
تھیں آنکھیں کہ تھیں دو شمع جل رہیں — کوئی فوجی سردار تھا بالیقین
وہ نو عمر تھا انڈین فول پر — مگر ناز پروردہ رشکِ قمر
وہ پھولوں سے ہلکا نزاکت کا گھر — کسی اہلِ دولت کا لختِ جگر
لباس اس کا ایسا بھڑکدار تھا — کہ اس فوجی افسر سے بھی کچھ سوا
کہیں ایک گاڑی میں بیفکر و غم — سفر کر رہے تھے وہ دونوں بہم
نہ تھا اور رشتہ کوئی بیش و کم — مگر جب ہو لمبے سفر میں قدم
تو چپکے کہاں پھر رہا جاتا ہے — خموشی میں جی بھی تو اکتاتا ہے

زباں دانی ہے شرط لازم مگر
رہے کرتے پھروں یا گھنٹوں سفر
گئی ٹوٹ دونوں کی مُہرِ سکوت
شروع اُس جواں فول نے یوں کیا
یہ سُنکر کے صاحب نے فوراً کہا
نکالو اُسے اور ابھی دیکھ لو
یہ سُنکر جواب اس کا وہ نوجواں
کہ سکتہ نے بند اُسکی کردی زباں
درست ہے یہ خوب اس سے واقف ہوں میں
یہ سنتے ہی بولا وہ انگریز۔ یوں
نہیں جب لیا ہی ٹکٹ کیا کہوں
ٹکٹ گرچہ پاکٹ میں نوکر کی ہیں
تعجّب سے پھر فول نے یوں کہا
جواب اس کا انگریز نے یوں دیا
سفر اپنا موقوف ہے پاس پر
بدلِ مہرباں ہم پہ سرکار ہے
ٹکٹ دار اِک ہم میں اسوار ہے
ہماری ہاں تقلید کرتے ہیں جو

سو دونوں زباں سے وہ تھے باخبر
لیکایک مگر ایک ہی وقت پر
چلا بحث پر باتوں باتوں میں جُوت
ہو فار از دی بمبئے فروم ٹنڈلہ ؟
ٹکٹ پر تمہارے یہ ہوگا لکھا
ہے بات ہی کیا؟ پوچھتے تم جو ہو
خجالت سے رہنا یا ایسا وہاں
گھڑا ایک فقرہ پھر آخر۔ کہ ہاں
ٹکٹ لیک نوکر کی پاکٹ میں ہیں۔
کہوں کیا میں تم سے بھی مجبور ہوں
میں کیونکر جواب اسکا کچھ تم کو دوں
تو کیا ہے کہ باتیں تو یہ گھر کی ہیں
کہ بے ٹکٹ ہو سفر کیسے بھلا؟
نہیں پاس دیتی ہے سرکار کیا؟
نہیں درجے اوّل میں ہم جائیں گھس
نہ پائیگی ہم سے روادار ہے۔
تو بیرنگ لاکھوں کی بھرمار ہے
حقیقت میں زر سے بگڑتے ہیں وہ

لے مراد یہ کہ سٹیشن ٹنڈلہ سے بمبئی کتنی دور ہے اور آپ اسوقت ٹنڈلہ سے بمبئی کو جارہے تھے؟

انگریزی لباس

ازاں بعد پھر فول نے یہ کہا — ولایت میں رہتے ہو تم تو سدا

کسی خاص تاجر کا گر دو پتا — تو سوٹ اک وہاں کا منگا لیں سلا

یہاں کی سلائی کچھ اچھی نہیں — بدن پر ہمارے تو کھلتی نہیں

یہ کہنے لگا اُس کو انگریز تب — حقیقت میں تم لوگ ہو فول سب

منگاؤ گے گر وہاں سے کیا لو گے جب؟ — یہ منکر رہیں خواہشیں پھر بھی کب

تمہیں دیسی پوشش سے کیوں عار ہے — وطن کا تمہارے وہ سنگھار ہے

یہاں سوٹ انگلش میں رکھا ہے کیا — کئی ایک ٹنٹے ہیں اس میں سدا

گھڑی بھی لگا میز کرسی بھی لا — جو ہگّو یا موتو۔ تو ہو کے کھڑا

خوشی ہے کہ یہ جاہ و اقبال ہے — نہیں سوٹ کیا ہے یہ جنجال ہے

یہ کیا؟ اور یوں بھی تو ہے بد نما — بھری اسمیں ایسی ہیں پھر خوبیاں کیا

اگر دوڑنے میں کہیں گر پڑا — گرا تو وہ خود۔ اور اُٹھائے خدا

نہیں سوٹ یہ۔ ایک آفت ہے یہ — یہ راحت نہیں۔ اِک مصیبت ہے یہ

کہو گر۔ کہ اس میں ہے چستی بہت — روانی دوانی میں پھرتی بہت

تو جھوٹ ہے اگر ہے تو سُستی بہت — نحوست و کاہل وجودی بہت

زمیں سے ہے تنکا اُٹھانا محال — ذرا ہاتھ پاؤں ہلانا وبال۔

کہیں بوٹ پاؤں میں چڑھتے نہیں — یہ ہوزے ہیں گھنٹوں اُترتے نہیں

بلا سوپ ہاتھ اُنکے دھلتے نہیں — ادھر بال پہروں سُلجھتے نہیں

ہاں آجائے ناز و نزاکت بہت — غُرور و تکبّر حماقت بہت

صابن

بگڑ کر دیا فول نے یہ جواب
اگر سُوٹ ایسے ہی ہیں یہ خراب

ہٹاؤ۔ اُتارو۔ اِسے اے جناب
ہمیں تو نصیحت و خود در عذاب

نصیحت ہمیں اور فضیحت میں خود
تو بیفائدہ اتنی ہے ردّ و کدّ

یہ سُنکر وہ انگریز جل ہی گیا
بڑے جوش و غصّہ سے کہنے لگا

ارے ڈیم۔ تم یہ بکا ہے کیا؟
نصیحت کا میری دیا یہ صِلہ!

لے سُن اب سناؤں میں تم کو سبب
نہیں اندھے حاسد سمجھتے ہیں کب

یہ ہے سُوٹ میرے جو زیبِ بدن
ہے فخرِ بزرگاں نشانِ وطن

نہ کھوئینگے۔ کھوئینگے۔ جبتک یہ تن
بلا سے جو ہو اسمیں رنج و محن

تمہاری طرح ایسے کچے نہیں
وطن بھول جائیں وہ بچّے نہیں

وطن چھوڑے مدّت ہمیں ہو گئی
ہے آب و ہوا کب کی بدلی ہوئی

نہیں وہ سفیدی بھی مُنہ پر رہی
ہے ٹوپی لنگوٹی مگر پھر وُہی

اگرچہ ہے دُور اب سوادِ وطن
ہے تازہ مگر اس سے یادِ وطن

یہ ٹیبل پلنگ اور کپڑے گرم
چھُری اور کانٹے برانڈی و رم

یہ چاقو دوات اور کاغذ قلم
ولایت سے اب جو منگاتے ہیں ہم

ہے محض اس تکلّف سے یہ مدّعا
اُٹھائیں تا اہلِ وطن فائدہ

کہو اب بھی آیا سمجھ میں جناب؟
یہ حُبِّ وطن ہے ہمارا عذاب

ہے راحت بھی اک اسمیں یوں بیحساب
کہ پھرتے ہیں بن ٹھنکے عالی نواب

نہ غم قحط کا کچھ نہ افلاس کا
ہمیشہ کو ہے سر پہ سایہ ہُما

ارے اب بھی سمجھا ہے گھگو کی دم؟ — ابے ہوش اب کیوں ہیں کھوئے تیرے گم؟

بھرو اور پیو تم جو وسکی کے خم — ولایت کے پہنو سدا سوٹ تم

تمہیں بھی ہے کچھ فائدہ تو کہو؟ — نفع کیا ہے؟ جو رئیس کرنے سے لو

کرو ہی رئیس اور خاک حاصل نہیں — اگر کچھ بھی سمجھو یا سوچو کہیں۔

جو یونہی یہ باتیں تمہاری رہیں — تو سر سبز پھر ہو چکی یہ زمین

مرے کچھ تو آگے ہیں کچھ مر رہے — ہیں باقی۔ تیاری ہیں وہ کر رہے

نہیں خاص اسمیں یہی اک ضرر — ہزار ہا طرح کے ہیں اس میں خطر

ترقی کی دشمن تنزّل کا گھر — ہے اک رئیس اچھی بھی وہ کیا مگر؟

کہ تم بھی وطن سے محبّت کرو — بھرو دم تو ہر دم وطن کا بھرو

نہیں یہ کہ پوشش پہ اکڑے رہو — خور و نوش کی صرف نقلیں کرو

یا جوتا بھی لو تو ولائیت کا لو — یا محض اک رہائش ہی بنگلو نہیں ہو

نہیں اس سے حشمت کو پا سکتے تم — نہیں پاؤں آگے بڑھا سکتے تم

کہاں قوم وہ جو کہ شاہی کرے — کہاں وہ جو اس کی گدائی کرے

کرے رئیس تو کیا بڑائی کرے؟ — نہیں بلکہ زر سے بُرائی کرے

کہاں نبھ سکی اس سے شاہ گستری — شہنشاہ و رعایا کی کیا ہمسری

بہت اسمیں ہیں اب بھرے عیب تو — کہوں جب اگر ہوں یہی ایک دو

اڑا دیں بیجا صرف گھر بار کو — ملک کی تجارت کو نقصان ہو

کہیں پھوٹی کوڑی دکھائی نہ دے — گھر اپنے کی زر غیر گھر میں گھسے

ہاں ہو بھی تو قحطوں کی بھرمار ہو — کبھی درد کچھ کوئی آزار ہو
یا افلاس ہو اور ادبار ہو — ہو بے کار اک ایک بیمار ہو
شکایت سے خالی نہ ہو ایک بھی — کہیں فکر تن کی کہیں پیٹ کی
جو حشمت ہے ہاں تم کو مقصود ہے — تو ترکیب اس کی بھی موجود ہے
کرو تو۔ کرو۔ ریس ہاں سود ہے — یہ سیدھی سی بات ایک محدود ہے
کہ ہر دم کرو تم وطن سے پیار — رہو دل سے تم بھی وطن پر نثار
وطن ہی کا رکھو پہناوا سدا — وطن ہی کی طرز اور روش و ادا
وطن ہی کی خوراک اور ہر دوا — ارے عطر ہو۔ یا کہ کچھ بد بلا
ہر اک چیز غرض وطن ہی کی لو — نفع دو تو اہل وطن ہی کو دو
اگر تم کو خواہش ہو تعلیم کی — پڑے ہو شوق سے خوب بھر بھر کے جی
آسٹریا میں جاؤ یا جرمن میں بھی — طریقہ وطن پہ نہ چھوڑو کبھی

ہزار اک طرح کے ہوں رنج و محن
نہ بھولو۔ مگر تم زمین وطن

یہاں تک وہ انگریز جب کہہ چکا — تو قائل سادہ قول بس ہو گیا
ادب سے معافی کا طالب ہوا — بہت اس نے خوش ہو کے بخشی خطا

لے اب ختم ٹی۔ سی تو مضمون کم
جو باقی ہے پھر وہ کسی وقت پر

مختصر فہرست کتب

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	انسانی فوٹو ..	-ر	۱۴	رانی کیسر ..	۸ر
۲	نقلی لیڈی ...	۰ر	۱۵	دھرم بیر و نکے درشن	عہ ر
۳	بیرسٹری ..	۰ر	۱۶	انجام معصیت	۱۲ر
۴	ممبری	-ر	۱۷	قصہ جمیل و فتا راجپوت	۲ر
۵	نئی روشنی ..	۴ر	۱۸	شراب دی سٹھ	-ر
۶	بابو نامہ اُردو.	۰ر	۱۹	اودھار نامہ	-ر
۷	پارس کا ٹکڑا ...	۲ـ	۲۰	بابو نامہ پنجابی حصہ اول	-ر
۸	نیتجہ رنڈی بازی	-ر	۲۱	بابو نامہ حصہ دوم با تصویر	۲ر
۹	نیرنگ چودہویں صدی	۰ر	۲۲	قتل لیکھرام ..	-ر
۱۰	کلجگ	-ر	۲۳	جواہرات کا ڈھیر.	۴ر
۱۱	محبت کی قینچی ...	۰ر	۲۴	جیتی جاگتی مورتیں	۴ر
۱۲	رشی جیون درشن	۱ـ			
	مہابھارت مکمل	۶ر			
۱۳	بجلی ...	۵ر			

علاوہ ان کے اور بھی بہت ٹریکٹ موجود ہیں۔ اور بہت ایک گورمکھی اور ناگری حروف میں بھی ہیں۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے

پتہ

کتب خانہ ڈی سی گجراتی لاہور

ٹریکٹ نمبر ۲

روپیہ کا استعمال

یعنی

بابو رام کم

باجازت

پنڈت بنوا

روپیہ کا استعمال

ہمارے بزرگون نے روپیہ کا دیوتا لکشمین کو جو کہ بشنو مہاراج کی پتی
برتا استری ہے مانا ہے اور بشنو مہاراج ہر چیز کی افزایش اور ترقی اور
قیام کے دیوتا ہین۔ چونکہ ویش قوم کا روپیہ سے زیادہ تر تعلق ہے
اسلئے اس قوم کے لیئے لکشمین ہی کی پوجا تجویز کی گئی ہے۔ اب دیکھیے
کہ لکشمی کی پوجا کیا ہے اور کیونکر کرنی چاہیئے۔ لکشمین پوجا صرف یہی ہے
کہ روپیہ کو جایز طور پر جمع کرنا اور ضروری کامون مین کفایت شعاری کے ساتھ
خرچ کرنا۔ اگر اس طرح پر لکشمین کی پوجا ہوتی رہے گی تو لکشمین نہایت خوش ہوکر
وہان قیام کرے گی اور ہر جس وقت تک یہ قاعدہ جاری رہیگا کہین نجاویگی۔
اور جو صاحب اس طرح سے لکشمین کی پوجا نہ کرکے روپیہ کو فضول کامون مین اور
بیہودہ نمایشون مین اور بلا ضرورت برباد کرین گے لکشمین ادن کے گھر سے
ناراض ہوکر چلی جاوے گی۔ اور یہہ بات بھی ضروری اور لازمی ہے کہ جس جگہ
لکشمی رہیگی وہان ہی وشنو مہاراج بھی رہین گے اور جب لکشمین چلی جاویگی
تو وشنو مہاراج ہی کیونکر ٹہیرین گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص کفایت شعاری
مدنظر رکھیگا اوس کے یہان وشنو مہاراج اور لکشمین دونون ہی رہین گے

اور اوس کے یہان ہر قسم کی ترقی بھی ہوتی رہیگی - اور جو اس کے خلاف
عمل کریگا تو اوس کے یہان ہر طرح پر تنزل ہی تنزل نظر آویگا - ہر ایک
کام کے تین قسم اور درجے ہین - اعلے - اوسط - ادنی - اسی طرح روپیہ کے
استعمال کی بھی تین ہی قسم ہین - کفایت شعاری - خست - فضول خرچی -
عقلا اور حکما نے کفایت شعاری کو درجہ اعلے مین شمار کیا ہے - کفایت شعاری
کے معنی ہین رفع ضرورت یعنی جس قدر خرچ سے ضرورتین رفع ہوسکین - جا بز
طور پر بذریعہ زراعت یا تجارت یا داد ستد کے جو کہ ہمارے بزرگون کے
اصلی قدیمی پیشے ہین روپیہ پیدا کرنا اور اپنے اخراجات کو آمدنی کے لحاظ
سے قایم کرنا - زمانہ سابق مین ہمارے بزرگون نے یہہ طریقہ جاری کر رکھا
تھا کہ اون کے پاس جس قدر روپیہ ہوتا تھا اوس کے دو حصے مساوی کر لیا
کرتے تھے منجملہ اون کے ایک حصہ یعنی نصف روپیہ تو خفیہ محفوظ جگہ جو اپنے اپنے
مکانات مین اسی غرض سے بنوالیا کرتے تھے دفن کر دیتے تھے - اور اس
کارروائی سے اون کا یہہ مدعا ہوتا تھا کہ اگر خدا نخواستہ کسی انقلاب زمانہ یا
گردش ایام کی وجہہ سے نصفی زر موجودہ مین نقصان آجاوے یا خسارہ
ہوجاوے تو اوس زر مدفونہ سے اپنا بیوپار جاری رکھین اور عزت اور

اور توقیر مین خرابی پیدا نہ ہونے دین۔ اور ایک حصہ سے جو کر موجودات
مین ہے اپنا کاروبار جو باپ دادون سے چلا آتا ہے یا جیسا موقع ہو
جاری رکھین اون کو ہمیشہ اور ہر وقت اس امر کا بہت ہی خیال رہتا تھا کہ
اوس اصل سرمایہ مین جو کہ اونہون نے اپنے اجراے کارروائی کے لیے
تجویز کر رکھا ہے کمی نہ آجاوے۔ بلکہ جو کچھ سال بہر مین اون کو منافع ہوتا
تھا اوس مین سے بھی کچھ روپیہ ضرور پس انداز کرتی رہتی ہے۔ اور سب کو
خرچ نہین کر ڈالتے تھے۔ وہ انسان کی تین قسم سمجھتے تھے۔ سپوت۔
پوت۔ کپوت۔ سپوت وہ سمجھا جاتا ہے جو کہ اپنے بزرگون کے سرمایہ
اور عزت کو ترقی دے اور پوت وہ ہے جو اوس کو اوسی حیثیت سے
قایم رکھے۔ اور جو شخص اوس کو تلف کر دے یا اوس مین کچھ نقصان
پہونچاوے وہ کپوت ہے اور یہی وجہہ ہے کہ یہہ معزز اور شریف قوم ہمیشہ
دولتمند اور مالدار تہے اور انواع و اقسام کی ترقیان کرتے رہتے تھے جس قدر
روپیہ اون کو سال بہر مین کہ جسکا تخمینہ پہلے ہی سے تجویز کر لیا کرتے تہے
خرچ کرنا منظور ہوتا تہا اوس کو نہایت کفایت کے ساتھہ خرچ مین لاتے تھے۔ کیا
ممکن ہے کہ ایک حبہ بہی فضول خرچ ہو جاوے۔ یعنی اپنے اور اپنے لواحقین

سکے کہانے پینے اور دیگر ضروریات سے جو روپیہ بچتا تہا اپنے غریب اور مفلس
اور محتاج بہائیون کی امداد مین لگاتے تہے کہ جو ہر شریف کا فرض ہے
اور پہر جو کچہہ باقی رہتا تہا اوس سے ملکی ضروریات رفع کرتے تہے۔ وہ لوگ
کسی وقت اپنی قوم کے کسی بہائی کو مفلسی یا محتاجی کی حالت مین نہین دیکہہ
سکتے تہے بلکہ اوس کو موجب ذلت اور ہتک قوم کا تصور کرتے تہے۔ چنانچہ
یہہ نقل جو کہ فی الواقع نہایت ہی سچی ہے مشہور چلی آتی ہے۔ کہ شہر اگروہہ مین
ویشں اگروال صاحبون کے سوالاکہہ گہر تہے۔ اور وہ اون مین کوئی گہر ایسا نہین
تہا کہ لکہہ پتی سے کم ہو اگر اون مین سے کوئی گہر کسی وجہہ سے مفلس ہو جاتا
تہا تو جملہ ویشں اگروال پنچایت کرکے فی خانہ ایک روپیہ اور پانچ اینٹ جمع کرکے
اوس کو دیدیا کرتے تہے کہ جس سے وہ ہی سب کی برابر ہی ہو جاتا تہا۔ وہ لوگ
فضول خرچ کو بہت ہی برا جانتے تہے۔ اوس وقت شادی و غمی وغیرہ کے
موقعون پر اس طرح روپیہ کو برباد کرکے نکشمین کا گلا نہین کاٹتے تہے۔
اور آجکل کی طرح بیہودہ نمایشون مین روپیہ کا ناش نہین کرتے تہے۔ اسی
وجہہ سے دیکہئے اون کی کیسی عزت کیا وقعت تہی کس کس طرح کی ترقیان نہین۔ کیا
اتفاق تہا۔ جس وقت سے یہہ سب باتین جاتی رہین تنزل آگیا۔ غفلت کے معنی

مین روپیہ کو جمع کر کے خرچ نہ کرنا ضرورت کے وقت جسم یا روح کو خواہ کیسی ہی تکلیف کیون نہو اوس کو گوارا کر لینا۔ گر روپیہ خرچ کرنے مین کوتاہی کرنی۔ اور حتی الوسع روپیہ کو جوڑ جوڑ کر رکہنا۔ عقلاء نے اسکو دوسرے درجہ مین تصور کیا ہی کیونکہ روپیہ رفع ضرورت کیواسطے ہی اور جب اوس سے ضرورت ہی رفع نہ ہوئی تو کنکر پتہر اور روپیہ مین کیا فرق ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے کہ "برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر"۔ انسان کا فرض ہے کہ اول اپنے اور اپنے لواحقین کی تن آسانی اور ضرورت کا خیال کرے اور اوس کے بعد قوم کی حالت کو دیکھ اور پہر ملکی ضروریات کی طرف نظر ڈالے کسی شخص کا ہرگز یہہ فرض نہین ہوسکتا اور نہ اس کو کوئی عقلمند پسند کرے گا کہ جملہ ضروریات کو خاک مین ملا کر جس قدر روپیہ پیدا کرے زمین مین دبا کر رکہتا جاوے اور مرنے کے بعد سانپ کی صورت پیدا کر کے اوس پر قیام کرے بقول سعدی

مال از بہر آسایش عمر ست نہ عمر از بہر گرد کردن مال
عاقلے را پرسیدند کہ نیک بخت کیست و بدبخت کدام
گفت نیک بخت آنکہ خورد و کشت و بدبخت آنکہ مرد و ہشت"۔

فضول خرچی یہہ ہے کہ بلا ضرورت روپیہ کو خرچ کر ڈالنا یا جس موقع پر ایک پیسہ

کے خرچ سے ضرورت رفع ہوتی ہو وہان دس خرچ کر ڈالنے جیساکہ آجکل ہمارے
بھائی عمل کر رہے ہین بلکہ بغور دیکھئے اور سچ پوچھئے تو ہمارے بھائی فضول
خرچیون کی صفت سے بھی کہین آگے بڑہ گئے ہین فضول خرچی تو وہ ہے
کہ جس قدر روپیہ پیدا کرے اوس کو آنکھین بند کرکے مدہوشون اور مخبوط الحواسون
کی طرح بلا لحاظ اپنی ضروریات اور فرائض اور کفایت شعاری کے خرچ
کرتا چلا جاوے۔ گو کہ یہہ کشن ہی بربادی ہی کی ہین کیونکہ یہہ دنیا حادثہ
زا ہے اور آئندہ کا حال کسی کو کچھہ معلوم نہین ہو سکتا کہ فردا کیا شدنی ہے
اور جو آمدنی کے سلسلے اسوقت جاری ہین وہ کب تک قایم رہین گے اسلیے ہر
فرد بشر کو مناسب ہے کہ کم سے کم اپنی اولاد یا پس ماندگان کے واسطے آئندہ زندگی
کا فکر نہ کرے تو اپنے لیے ضرور کچھہ چلتے ہاتھہ پاؤن جمع کر رکھے تاکہ بوقت درماندگی
کام آجاوے چنانچہ مثل مشہور ہے" وہ بھلا انس کیا جسکے پاس نہین ہو پیسا"
ہمارے بھائیونکا تو کچھہ ڈھنگ ہی نرالا ہی یعنی اون کے پاس جسوقت تک کسیقدر
بزرگونکا سرمایہ یا زر نقد (جسکو انھون نے بڑی بڑی محنتون مشقتون سے جمع کیا
تہا بلکہ یون کہنا صحیح ہوگا کہ وہ اون کے سر سے لیکر پاؤن تک کا خون ہے) موجود
ہے اسوقت تک وہ اپنے دست قدرت اور محنت سے تو روپیہ پیدا کرنا ضع

ریاست اور ساہوکاری کے خلاف ہی سمجھتے ہین۔ اب رہا یہہ کہ پچھلے ہی سرمایہ کی ترقی اور ترقی بھی نہ سہی اوسی کے قایم رکھنے کا انتظام کرین سو اِس کے واسطے اول تو دردسری بھی کون اوٹھاوے۔ دونون وقت کہانا تو ملے ہی جاتا ہے۔ علاوہ اسکے بباعث کثرت شوق گنجفہ بازی و شطرنج بازی و چوسر بازی و قمار بازی و تینگ بازی و دیگر بازی ہاے اور بعض صاحبان کو عیاشی و شرابخواری وغیرہ سے ہی جو کہ آجکل امیری کے لوازمات سمجھے جاتے ہین فرصت ہی نہین ہے۔ اب آمدنی کی تو کوئی سبیل نہین اور دماغ مین ریاست کی بو اور دو چار خوشامدی مفتخور مصاحب بھی صلاح مشورے کے لئے ضرور پاس رہنے چاہیئین۔ ایسی صورت مین روزمرہ کا خرچ تو اسراف ہے ہی مگر جسوقت کوئی تقریب بچے کی پیدایش یا شادی یا کسی بڑے بوڑہے کی موت پیش آتی ہے۔ یا کسی تیوہار مثل ہولی دیوالی سانجھی وغیرہ وغیرہ کی آمد ہوئی پہر تو طبیعت مین عجب عجب رنگ کے لگ کہلنے لگے نئی نئی اومنگ پیدا ہونے لگین مثلاً جسوقت بچہ پیدا ہونیکی خبر کان مین پڑی پنڈت جی مہاراج کو بلواکر جنم پتر لکہوایا گیا اور منہ مانگی دکشنا دی گئی۔ پہر مانگنے والون کو روپیہ پیسے بٹنے لگے اور ایسی خوشی کے وقت محفل کا ہونا تو لازمی ہی بات ہے۔ اور دوست احباب کی دعوت بہی ضروری ہی تہی۔ اِس کے بعد رشتہ دارون مین سے

تہاییون کی آمد جاری ہوئی کہ جن مین مولود کیو اسطے کرتہ ٹوپی اور زیورات وغیرہ
ہوتے ہین اون پر ہی حسب حیثیت روپیے رکہے گئے اب غور کیجیے کہ اس قدر روپیہ
کا تو خون ہوا اگر کیا امکان ہو کہ ایک پیسہ کسی محتاج یا مستحق کے پلّے پڑجاوے۔ یا
ایک حبّہ کسی کار خیر مین لگایا جاوے۔ اب بچہ کو جسوقت کوئی مرض معمولی لاحق ہوگیا تو ملّون
اور سیانون اور بہنگیون چاردن کی تلاش ہوتی ہے کسی نے پیرونکا سایہ تجویز کردیا
کسی نے کوئی کہہ رتبلادی۔ کوئی سیران کی جات تجویز کرتا ہے۔ کوئی ظاہر کی کوئی بوڑھے
بابو کی مانتا کو کہتا ہے۔ کوئی جوت بتّی کرنے پر آمادہ بیٹھا ہے۔ کسی کی یہ رائے ہو کہ یہ پیرون
اور قبرون پر چادرین چڑھائی جاییین۔ کوئی کہتا ہو کہ محرم مین بچہ کو تعزیون کے
نیچے نکالنا مفید ہوگا۔ کوئی کچھ ٹوٹکا کرتا ہے کوئی گرنت گرہ ہوا تا ہے۔ کوئی بہوت
چڑیل کا خلل بیان کرتا ہے۔ کوئی جو رہون مین کہیر وغیرہ تشتریون۔ آبخورون مین
بہروا کر بہ کہوا تا ہے۔ غرض جو کوئی کچھ تدبیر بتادیتا ہے اوسی کا عملدرآمد کیا جاتا ہے
اور اسمین جو کچھ خرچ پڑتا ہے اوسکا تو کہنا ہی کیا ہو سب صاحب واقف ہین۔ اب بچّی کی
عمر چار پانچ سال کو پہونچی تو نسبت کا فکر درپیش ہے اور جابجا حجامون کی معرفت ٹٹولی
بہیجے جاتے ہین۔ اور حجام نے حسب تجویز خود نسبت کے لیے کوئی گہر تبلادیا۔ اور
لڑکی کی بھی جنم پتری لاکر حوالہ کردی۔ اور پنڈت جی مہاراج سے ہردو جنم پتریون

کی بدہین بلوائی گیئین - بدہ کا ملانا تو پنڈت جی کی رائے پر منحصر ہے ہی۔ اُنہون نے کچہہ دیکہہ بہال اور حساب لگا تاریخ مقرر کردی۔ اور بیٹی والے نے نسبت بہیجدی۔

اب حجام صاحب نسبت لیکر تشریف لائے تو ان کی وہ وہ تواضع اور مدارات ہوتی ہین کہ گویا کوئی اعلے درجہ کا معزز رشتہ دار ہے بلکہ اس قدر خاطر تو شاید کوئی اون کی بھی نہ کرتا ہوگا۔ غرض نسبت لیکر حجام کو رخصت کیا گیا۔ چند عرصہ کے بعد برو جن یا کن چھیدن کی رسم ہوئی محفل اور ناچ تو ہر ایک رسم کے لیئے معمولی ہی بات ہے۔ اِسکے بغیر تو کوئی رسم رونق پذیر ہی نہین ہوسکتی۔ اب ہار اور نوچندی چڑہایا جاتا ہے کہ جسمین کم سے کم پچاس پچاس ساٹہہ ساٹہہ تہالیون مین اشیار ذیل بہر بہر بیٹی والے کے گہر بہیجے جاتے ہین۔ دو چار مین ابرق کے کہلونے دو چار مین چاندی سونے کاٹہہ کے کہلونے پانچ چار مین شیر بینیان۔ آٹہہ سات مین میوہ جات چند تہالیون مین موسمی پہل۔ دو چار مین مصری کے کوزے اور قند کے اولے۔ کسی مین گڑیون کے جوڑے کہ جسکے جواب مین فریق ثانی کو دس دس بیس بیس روپیہ علاوہ حق کمینان خوکہ دہان تہالیان لیکر جاتے ہین۔ اب لڑکے کی عمر آٹہہ سات سال کے قریب پہونچی تو شادی کا فکر درپیش ہے اور کوئی تاریخ مقرر کی گئی۔ اب لگن کے لیئے اوڑہنی تیار ہوتی ہے کہ جسکی لاگت مین زر کثیر صرف ہوتا ہے اور

وہ اوڑھنی سوائے ایک مرتبہ کام مین آنے کے کبھی استعمال نہین کی جاتی صرف
زیب تقیچہ ہی رہتی ہے۔ البتہ جسوقت اوسکا مال یعنی ٹھپتہ گوکھرو سلمہ وغیرہ بدرنگ ہو جاتی
ہین تب فروخت کردی جاتی ہے کہ جسکی قیمت لاگت کے لحاظ سے شاید چہارم وصول
ہوجاتی ہو۔ علاوہ ان رسوم کے اور بہت سی تقریبات ادا کرنے کی ضرورت ہوتی
ہی کہ جنکا سوائے لکشمین کے گلا کاٹنے کے کوئی نتیجہ نہین اب شادی کے لیئے سامان
جمع کرنیکا موقع ملا تو طبیعت مین کچھہ اور ہی جوش موج مارنے لگے۔ اول زیور بنانے
کے لیئے سونا چاندی کی خرید ہو رہی ہے۔ اور اوس کے لیئے سنار سے
تاکید ہی اور فہمائیش کی جاتی ہے کہ خواہ زیورات کتنے ہی کم وزن نہین مگر تعداد
زیادہ ہو۔ کیونکہ آجکل وزن کو کوئی نہین دیکھتا۔ عزت کا مدار کثرت تعداد پر ہے وہ
زیور تیار ہوگیا گر دو چار مرتبہ کے استعمال مین لانے سے ٹوٹ پھوٹ گیا
فی روپیہ ۸ر کا جو سنار کو مزدوری اور صراف کو بابت منافع کے دیئے گئے۔
نقصان ہوگیا اور پھر از سر نو تیار کرانا پڑا تو دوبارہ زرگر کو مزدوری دی گئی۔ اب یہ
فکر درپیش ہے کہ عمدہ ناچنے گانے والی طوائف اور مسخرے بہتر سے بہتر
اخلاق کے خون کرنے والے نقال خواہ فی طائفہ کچھہ ہی دینا پڑے منگوانی
چاہیئین سودو دو منڈلی ڈنڈے والے اور نفیری والے اور بیک اور کتھک اور

انگریزی باجے والے اور بین باجے والے اور دو جوڑی تخت رواں - سہ دری بارہ دری وغیرہ یہ سامان بھی اعلےٰ درجہ کا ہو تاکہ جلوس عمدہ ہو اور باغ بہاری بھی بہت بڑہ کی بنائی جاوے - اور اوس مین نوٹ اور ہنڈوی اشرفی روپیہ ظروف کلاہ شیرینی وغیرہ تو پہلے ہی اور صاحب لگا چکے ہین مگر نام تو اوسی وقت ہو سکتا ہے کہ جواہرات جڑوائے جاوین - اور اوس کے انتظام کے لیے جنگی پلٹن کے جوان یا رسالہ کے سوار ہون گو اون کی فیس ادا کرنے مین روپیہ تو زیادہ صرف ہوگا مگر لطف تو اسی مین ہو - بڈہار کے واسطے روشنی کے تخت اور آتش بازی بھی کثرت سے بنوائی جاوے - اور علاوہ بھی زیادہ ہون غرض اِس کے لیے سائیان دی گئین انتظام کر لیا گیا - اب برادری مین گنڈوڑہ کی تقسیم ہو رہی ہے مگر تقسیم شروع کرنے سے بیشتر پروہت آسرت پنڈت بہاٹ کو عمدہ عمدہ دوشالے اوڑہائے گئے اور نائی اور نائن کو کپڑے کے جوڑے اور نقرئی کڑے اور گوٹہ ٹھپّہ کی تھیلی پہنائی گئی کہ جن کو پہن کر وہ لوگ برادری مین بہاجی تقسیم کرین - اب برادری کی دعوت ہوتی ہے اوسمین اس قدر شیرینی ہر ایک تبل پر پرسی جاتی ہے کہ اوس مین سے شاید کوئی نصف بھی نہ کہا سکے اور خاکروب سکے گھر چلی جاوے - خاکروب

اوس کو بازار مین لیجاکر حلوائیون کے ہاتہہ بیچ ڈالتا ہے اور اوس کو تمام آدمی کہاتے ہین اب محفل ہوتی ہے چونکہ نامی نامی طوایف دور دراز شہرون سے بڑی کثیر رقم خرچ کرکے بلائی گئی ہین تمام علاقہ مین اون کی شہرت ہوگئی۔ تماشائیون کا خوب ہجوم اور طوایفان کی کثرت زیورات اور زیبایش پوشاک اور سجاوٹ چہرہ اور کشادگی آواز سنجیدگی زبان اور ناز و کرشمہ اور اشارہ کنایہ کی یہان تک گرم بازاری ہوئی اور ایسا سمان بندہا کہ تماشائی لوگون کے دماغ سے عقل و تمیز کا چراغ گل ہوگیا۔ اور بیحیائی اور بدتہذیبی کو خوب ہی موقع ملا اور یہہ نوبت پہونچی کہ بزرگون کو خوردون کا اور خوردون کو بزرگون کا مطلق خیال اور پاس ادب اوٹھہ گیا جسکو دیکہو مفتون جسکی طرف نظر ڈالو شیفتہ۔ تیسرے پانون کی گرمی اور عطر کی خوشبو مکان کی زیبایش روشنی کی چمک دمک تصویرون اور آئینون کی آب و تاب ہر قسم کی بے تکلفی کچہہ لطف ہی اور حاصل تہا یعنی باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا اور خسر داماد کا اور داماد خسر کا رقیب بن بیٹہا اور اگر کوئی لیمپ یا دیوارگیری کہ جن مین مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے ٹوٹ گئی تو جملہ سامان مع مکان اور تماشائیون کے

جل بل کر خاکستر ہوگیا۔ اور ایسی صورت محفلون مین جا بجا دیکھنے مین
آئی ہے۔ اب مکان کے صحن مین نقار خانہ کے لیے گڑ گیج جو بنایا گیا
ہے اوس مین رقاصان پری پیکر حور منظر گا ناچ کر دیکھنے والون کی دلونکو
چھینے لیتے ہین۔ اب برات کی چڑہت ہوتی ہے تو اپنے مکان سے
سمدہی کے دروازہ تک انار اور سہرون اور ہتھابیون کی ایک بہار کہلتی جاتی
ہے۔ اور جابہ سامان آرایش کہ جن کے لیے ایک عرصہ سے تجویزین ہو رہی تہین
وہ بہی موجود ہو گئین ہین برات کے روانہ ہوتے ہی طوایفان کو ہر چہار
طرف سے عیاشون اور تماشبینون نے گھیر لیا۔ اور چونکہ ہر شخص یہی چاہتا
ہے کہ مین ہی بی صاحبہ کے بدن سے بدن ملائے رہون باہم جوتہ بیزار
اور لات گھونسے لٹھم لٹھا ہونے لگی اور اس ہنگامے مین طوایفان کا زیور
اڑ گیا اور پشواز کا ایک ایک تار ہو گیا مگر کیا امکان ہے کہ کسی براتی کے کان
مین کوئی حرف بڑجاوے۔ یا صورت ہی دیکھنی نصیب ہو۔ جسوقت برات
مکان
سمدہی کے قریب پہونچی تو باغ بہاری کی لوٹ شروع ہوئی۔ بباعث کثرت
لوٹنے والون کے کسی کی ٹوپی گم ہو گئی کسی کا دوشالہ اوتر گیا کسی کا انگرکہا
پہٹ گیا کسی کا جوتا کہو یا گیا۔ کسی کا ہاتہہ ٹوٹا کسی کے پاؤن مین ضرب آئی کسی کا

سر پہٹ گیا۔ کوئی گر کر کچل گیا کسی کے گلے مین ٹہٹی اولجھکر پہنس گئی۔
اب بکہیر کا حال دیکہیے جسوقت سے برات گہر سے روانہ ہوئی تہی۔ ایک
ہاتھی پر پیسے روپیے اشرفیون کی تہیلیان رکہکر دو چار آدمی اون مین
سے نکال نکال کر بکہیر کرتے چلے جاتے ہین۔ جسوقت سمدہی کے دروازہ پر
پہونچ گئے تو دوہشٹر بہر بہر کر ہر چہار طرف پہینکنے لگے اور جو انبوہ کثیر اون
کے لینے کے واسطے جمع تہا۔ اون کو لینے لگا اوس حالت مین بہی کچہہ آدمی
زخمی ہوئے کچہہ جانین گنوا بیٹہے۔ اب برات سمدہی کے مکان پر جمینے کو گئی
چونکہ سمدھی کو کچہہ بہہ تخمینہ تو ہی ہے نہین کہ برات کس قدر آوے گی اور اوسکے
واسطے کس قدر سامان تیار کرانا چاہیے۔ ہر وسہ تیار کرالیا اور برات کی
کثرت کو دیکہکر ہوش خطا ہو گئے مگر اب کیا ہو سکتا ہے ادس طرف برات
کہانا کہا رہی ہے باہر دروازہ پر کمینان نفران کو پروسے تقسیم ہونے
شروع ہوئے۔ بیٹے والے کو کیا علم ہے کہ سمدہی کے یہان گنجائش ہے
یا نہین فیاضی ظاہر کرنا چاہیے۔ اور وہان سمائی کہان جو تابیزار ہونے لگی۔
اور تمام عمر کے واسطے عداوت کا جہنڈا گڑہ گیا۔ اب پہیرون کا لگن آ پہونچا
تو پنڈتون نے اپنے اپنے ججمانون کو سونے کی چڑیا سمجھکر خوب پر نکالے۔

اور مالِ مفت دلِ بیرحم پر عمل کر کے ہر ایک منتظر پر دس دس پندرہ پندرہ ٹکے
مانگ لیے جب اس سے فارغ ہوئے تو بور تقسیم کی گئی اس کے بعد سدھی
جیمنے کو گئے اگلے دن صبح ہی سے محفل کے لیے مکان آراستہ کیا گیا فرش فروش
بچھائے گئے اور قبل از دوپہر طوایفان اور نقالان کو بلوا کر ناچ شروع کرا دیا۔
اور انعام آنے لگا رات کو پھر برات جمع ہو کر سدھی کے یہان جیمنے کو چلی تو صدہا
روشنی کے تخت ہمراہ ہین اور برابر آتشبازی چھوٹتی ہوئی چلی جاتی ہے۔
اور پھر سدھی کے دروازہ پر پہونچکر آتشبازی چھوڑی گئی کسی کے کپڑے
جل گئے کسی کا منہ جھلس گیا کسی کا مکان جل گیا۔ اب برات نے کھانا کھایا اور نفران
وغیرہ کو پروسہ تقسیم ہوئے اس سے نبٹ کر سدھی جیمنے کو گئے۔ تو اول ملاپیونکا
معاملہ پیش ہوا۔ اگر دونون فریق کے دن کچھ بھلے تھے تو دس پانچ آدمیون کی
معرفت معاملہ طے ہوگیا ورنہ دہی جوتم جاتا اسکے بعد دھیاہنے صاحب اپنے
پروسون کے لیے بکھرے ہین اور بھائی صاحب اپنے۔ غرض جون تون کر کے
فیصلہ ہوا اب خصت کا دن ہے تو بری کا سامان منگایا گیا۔ دس بارہ سیر ہلدی
دس بارہ سیر بتاشے دو ڈھائی سیر رولی پانچ سات ٹوکرے کلاوے اور شیرینی
میوہ جات لکڑی کے کھلونے موسمی پھل وغیرہ وغیرہ یہہ سب اشیا لیکر سدھی

کے مکان پر پہونچے بہلا صاحب یہہ اس قدر ساماں کیا کیا جاویگا۔ سمدہی اپنی برادری مین تقسیم کریگا۔ خیر اب پنڈت پروہت اسرت بہاٹ کو بیٹی والے کی جانب سے دوشالے اور کمینان کو پارچے اور نقری کہڑی دیے گئے۔ اور اسیطرح سے بیٹی والے کی جانب سے۔ پہر اور لیکین ادا ہوئین اور مندروٗ نتانقاہون مسجدون تکیون کی چہٹیان دی گئین اب رخصت ہو کر گہر آئے تو یہان بہوردی ہی۔ شادی سے فراغت پائی تو بہکوسندہارا اور بہاگ چرہلنے کے واسطے منون پکوان جو کہ طرفین کی برادری مین تقسیم کیا جاویگا اور تیل اور بچون کے واسطے جوڑے بنواکر سمدہی کے گہر بہیجے گئے۔ اور سمدہی نے دس بیس پچاس روپیہ حسب حیثیت اوس کے جواب مین علاوہ اُجرت مردان اور کمینان کے بہیجدیے۔ بعض بعض صاحب اس رسم سندہارہ کو اور بہاگ کو صرف ایک ہی مرتبہ نہین بلکہ کئی سال تک جاری رکہتے ہین۔ یہہ حالات تو بیٹے والے کے اخراجات کے تحریر ہوئے۔ بیٹی والے کو بہی اسی طرح سے براتیون کی دعوت اور ادائیگی لیک ہائے متعینہ اور رسمیات پہیرہ اور تیاری سامان جہیز اور ٹیکہ ٹبہ مین خرچ کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ رسوم مذکورہ بالا اور بہت سی رسمیات مین صدہا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اب گونہ کی رسم اور گونہ کے بعد چالے کی رسم کی جاتی ہے۔ کوئی بوڑہا بہت سخت بیمار ہو کر قریب المرگ ہوگیا تو گئو کا دان ہوتا ہے اور برہمن دیوتا اوس کو اپنے مکان پر لاکر کچہ اچہی اور دودہ دینے والی ہوئی تو خیر ورنہ کسی کے ہاتہہ

فروخت کر دیتے ہین - بلکہ بعض بعض برہمن تو قصابونکے ہاتھ بیچکر اوس بیچاری
بیکس کا خون اپنے اور وان کرنیوالے کی گردن ہی پر لیتے ہین - اسکے
بعد شیرینی اور غلہ وغیرہ پن کیا جاتا ہے جسوقت وہ مریض مرگیا تو طلائی اور
نقرئی بوان تیار ہوتا ہے اور اوس کو گوٹہ ٹھپہ گوکھرو سلمہ ستارہ - کلابتون -
لیس سے سجایا جاتا ہے - اگر مرد ہوا تو قیمتی زرد وز دوشالہ اور اگر عورت ہوئی
تو زری یا کمخواب کی اوڑھنی اوڑھا کر تمام رستہ بکھیر کرتے ہوئے لیجاتے ہین
اور چتا مین رکھکر صرف لکڑیون مین پھونک دیتے ہین یہہ بھی نہین ہوسکتا کہ سیر
آدہ سیر چندن اور گھی خرچ کردین - اب تیسرے روز اوٹھاونی کے روز
عورات مین ناچ رنگ ہوکر سمدھیون کی ملائی ہوتی ہے اور پنڈت جی مہاراج
کو بلوا کر گرڈ پران کی کتھا شروع ہوتی ہے - اور پنچ نارائنی کے واسطے
برہمنان مقرر کیے جاتے ہین کہ جو بجز اپنے قصہ کہانیون کے شاید ہی کوئی
منتر جپ لیتے ہین - اب اکادشی کے دن پورا اور متون غلہ گھی دیگر سامان
پارچہ جات - گئو - ہاتھی - گھوڑا - زتہہ - جھولی - بگھی - مکان - باغ - جائیداد -
زرنقد مہابرہمن کو دیا جاتا ہے - اب تیوہارون کی طرف ملاحظہ فرمایئے -
مثلاً ہولی کا دن قریب آیا تو مع دوستون کے معجون دودھیا بھنگ پی بیکف
رنگ مین شوربور ہوعبیر گلال چہرہ پر ملوا انسان سے اوتو بن محفل مین جا بیٹھے
اور بیچاری کو عمل مین لاکھین رنڈیون سے چھیڑ چھاڑ کہین نقال بھانڈون
سے فحش نقلین سن ادھنگ مین بیہوش ہورہے ہین - دیوالی آئی توجھوا ن

پہلے جوئے کا رنگ۔ تما دا ون پر تہیلیان لگائی جاتی ہین۔ جیٹھ کے دسہرہ
مین بازی بد بد کر تینگ اوڑائے جاتے ہین سانجھی کا موسم ہے تو انواع واقسام
کے رنگ کی تیاریان ہورہی ہین تلیون پر بتون کے لیپ ہوتے ہین۔
محفلین ہوتی ہین تمام رات بیلین چھوڑی جاتی ہین سمندر جڑے جاتے
ہین۔ خود تو اپنی کوشش سے کوئی پیسہ پیدا کیا ہی نہین یہ سب گلچھرے
بزرگون کے ہی زرِ نقد اور جائیداد اور اسباب اور زیور کی بدولت جو کہ انکو
اون کی وفات کے بعد میسر ہوکر ملا تھا اوڑائی اب وہ سب ختم ہوگیا اور کھانیکو
روٹی اور پہننے کو کپڑے تک سے محتاج ہوگئے مگر کرین کیا حالات گذشتہ اور اپنے
اخراجات اور فضول خرچیون کو یاد کرکے روتے ہین۔ اور دست افسوس ملتے ہین
اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیان چگ گیئین کھیت۔ کاش اگر اس روپیہ کا کچھ حصہ تجارتیہ
مین لگاتے تو آج یہہ دن دیکھنا کیون نصیب ہوتا۔ لڑکیون اور لڑکون کی تعلیم مین لگاتے
تو اون کے حوصلے اون کی لیاقتین اونکی ہمت کو کیا کیا ترقیان ہوتین محتاج بھائیون کے
کے ساتھ سلوک کرتے تو اون کے دلون سے کیسی کیسی دعائین نکلتین اب بھوکے مرتے ہین
جاڑے مین ٹھٹھرتے ہین۔ تجارت کیواسطے روپیہ نہین نوکری کرنیکی لیاقت نہین۔
چھوٹے چھوٹے پیشے ذلیل خیال کیے جاتے ہین مجبور ہین قہر درویش بر جان درویش
قریب قریب ہر ایک شخص اس مرض مہلک مین مبتلا ہے مگر ہمارے بھائی رواج کے
پھندے مین کچھ ایسے پھنسے ہوئے ہین کہ باوجود جاننے اور واقفیت اور رات دن کے
تجربون کے اس پھندے سے نہین نکلتے۔ اور اگر کوئی صاحب نکلنے کے لیئے کوشش

نہیں ہے کہیں دنیا سے تو اے دل نہ آجانا ۔ ذرا ہوشیار رہنا یہاں دغا کا بازار گرم ہے

اوم

جوانان نو عمر ہیں کیسا نڈر
نہیں باپ بھائی سے اُن کو حذر

ہمیشہ ہے چکلوں میں اُن کا گذر
نہ عزت کا نے عاقبت کا خطر

خدایا کبھی تو سدھر جائیں یہ
بہت بگڑے اب تو سنور جائیں یہ

لکھوں قصہ اک بےحیا باز کا
کہ واقف تھا اُسکے میں ہر راز کا

وہ تھا مبتلا اک ادا ساز کا
سنو حال انجام و آغاز کا

نئی داستان اب سناتا ہوں میں
عجب سین تم کو دکھاتا ہوں میں

معزز تھا وہ اور زر دار تھا
چمن سے پھلا پھولا گھر بار تھا

صبح شام اُسے شوق دیدار تھا
پری کی محبت میں سرشار تھا

ہمیشہ وہ گھر اُسکے جایا کرے
اُسے عشق اپنا جتایا کرے

لٹانے لگا مال شام و سحر
سفر دائیوں کے ہوئے پوسٹ تر

لگا عیش و عشرت میں کرنے بسر
ہوئی تھوڑی مدت اسی طور پر

کفن کو بھی کوڑی نہ پلے رہی
بس اک تنگدستی سے تھی دوستی

اگرچہ دیا پیسہ پیسہ اُڑا
مکاں ایک رہنے کا تھا رہ گیا

لگی میں مگر اُس کو کب چین تھا
اُسے بھی لگا بیچنے بےحیا

بُکا دے زن و بچے مرجائینگے
بھٹکتے بھلا ہم کدھر جائینگے؟

کسی کی نہ اُس نے سنی التجا
مکاں کو بھی جلدی سے گوڈے کیا

بلا جود وہ سب نقد و زر لے لیا
اُسی رنڈی کے گھر میں پھر جا گھسا

مگر اب کے کچھ اور سوجھا فسوں
لگا کہنے اُسکو بلا کر وہ یوں

سن اے میری محبوب رشک چمن
کہ غیرت بھی ہے اک جہاں میں رتن

بلا مجھکو اتنا ہے اب مال و دھن
کہ اک عمر تک کھائیں اے گلبدن

سے ماسی تک کی بولی محاورہ ہے یعنے نوبت سے سستا بیچ دینا ۔

بس اس پیشہ کو تو بھی اب چھوڑ دے
جو درکار ہو مجھ سے لیتی رہے

دیا اُسنے نرمی سے یوں پھر جواب
کہ کل میں مفصّل کہوں گی جناب

وہ بولا کہ دل کو نہیں میرے تاب
عمل کر تو میرے کہے پر شتاب

نہیں رشک غیروں کا بھاتا مجھے
بُرا رنج دل میں ہے آتا مجھے

سمجھکر وہ رنڈی فقرہ یہ تب
گئی نائکہ جی سے کہنے یہ سب

کہا چلی ذرا مُرغ پھنستا ہے اب
نکال اسکے پھندے کا جلدی سے ڈھب

نہ جائے یہ ہاتھوں میں آیا ہُوا
کہیں سے ہے مال اُسنے پایا ہُوا

مگر فکر اس بات کا بھی تو کر
کہا ہے جو اُسنے مجھے آن کر

وہ مشکل بتاتا ہے اک طرفہ تر
یہ ممکن نہیں مجھ سے شام و سحر

وہ کہتا ہے پیشہ ہی تو چھوڑ دے
عوض اسکے جو چاہے پھر مجھ سے لے

یہ سنتے ہی مکارہ بولی کہ ہاں
یہی بات مشکل تھی کیوں میری جاں؟

بہن تیری چھوٹی ہے موجود یاں
غضب کی ہے چالاک جادو بیاں

سبھوں کو وہ اپنا بنا لوٹ لے
خبر بھی کسی کو وہ ہونے نہ دے

جو کہتا ہے وہ تو وہی بات کر
کہ راضی ہے وہ گر اسی بات پر

تو کہدے اُسے جاکے اب بے خطر
دیا چھوڑ پیشہ تو میں نے مگر

مرے کام اب سب ترے ہاتھ ہیں
کر اب کوئی دھندا جو خوش خوش رہیں

خوشی سے تُسے لگا یہ تیرا ابیاں
تری خیر خواہی کا بچو گا گماں

نہ پھر ہر گھڑی وہ رہے گا یہاں
مرے کم کرو بیٹی چاہو جہاں

نہیں اس سے بدنامی آتی ذرا
نہیں آبرو اس سے جاتی ذرا

زمانہ ہی لو۔ لُوٹ بیٹی تمام
نہ آفت ہی جائے نہ جائے غلام

نزاکت کے چرچے تو شیریں کلام
بچھائی رہو خوب مکروں کے دام

کرو قابو پھندے میں ہر ایک کو
غرض جانے دا ایں کسی کو نہ دو

غرض سن سُنا کر یہ فقرہ بنا
ہُوا وقت معمولی جب شام کا

تو تجنا سے شرمن نے آکر کہا
کہ لے پیارے منظور کہنا تیرا

مگر ساتھ کچھ شکل روزی کی کر
نہیں خالی بیٹھے نہ ہوگا گذر

میاں مٹھو سُنکر یہ چکمہ تمام
رہیگی میری خیر خواہ تو مدام
لگے کہنے بس بس ہوں تیرا غلام
کروں گا میں دوکان اب شادکام
گذارہ کہ جس سے ہمارا چلے
ہمارا چلے اور تمہارا چلے

صبح ہوتے ہی اُس نے پھر کیا کیا
کہیں کچھ کہیں کچھ یوں ہی بھر دیا
دوکان اِک سے نام لی واہ واہ
مٹانے لگا روز شرم و حیا
لگا اسطرح پردہ کرنے گذر
بھی دُکان وہ یا طوائف کا گھر

کہیں بعد مدت بحکم خدا
لگا مانگنے اب یہ بخشا دُعا
حمل اُس طوائف کو آکر رہا
کہ لڑکا ہو میرے - مرے کبریا!
وگرنہ خرابی ہے مدِ نظر
کٹے گی میری ناک پھر عمر بھر

صبح شام بخشا کو تھا یہ ہی ڈر
خدا کی خدائی میں ہو کون ور
گئے اتنے میں نو مہینے گذر
کہ لڑکی ہی پیدا ہوئی آنکر
وہ سب شادیانے بجانے لگے
مگر بخشا جی تھر تھرانے لگے

طوائف بھی پھر شکر لائی بجا
کرے اب جواں اِس کو جلد ہی خدا
کہ حاصل ہوا اب دُرِ مدعا
کہ حاصل مُرادیں ہوں سب بر ملا
مبارک کی آواز آنے لگی
تمنا بھی دل کی ٹھکانے لگی

اُدھر بخشا کو پھر ہوا یہ گماں
بٹھائیں گے پیشہ پہ اِس کو یہاں
کہ جب لڑکی میری ہی یہ ہوگی جواں
بڑی جائے غیرت ہے اللہ میاں!
ہے بہتر کہ پہلے ہی مر جاؤں میں
بس اب جی سے اپنے گذر جاؤں میں

اِسی دُھن میں ہوکر وہ با چشمِ نم
جو کچھ تاب آئی تو بھر جامِ سم
پڑا ایسا گویا کہ دم میں نہ دم
اُٹھا یخطر بی گیا ایک دم
اِسی ایک غیرت میں مارا گیا
وہ بخشا جہاں سے بچارا گیا

ہوئے سُن کے کنجن نہ کچھ چشمِ تر
مگر اُس کے گھر میں گھسے بے خطر
نہ بالوں کا نوچا نہ پھوڑا ہی سر
لیا لوٹ اِک بار سب مال و زر
نہ تنکے بھی اُسجا پہ رہنے دیئے
رہی لاش بس وارثوں کے لیئے

ذکرِ دختر شرفن

سُنو واقعہ اور اِک ناظرین ۔ جو ہے پہلے قصے سے بھی بدترین

جواں جب وہ آکر ہوئی نازنیں ۔ کہوں کیا کہ تھی کس قدر وہ حسین

بشر کیا پرندے پھڑکتے تھے واں ۔ فرشتوں کے دل بھی دھڑکتے تھے واں

تھا یوں حسن کا اُس کے شہرہ ہُوا ۔ چلا جوں شبِ تار میں ہو دیا

وہ جوبن کسی کا اُبھرتا ہُوا ۔ کٹیلی سی چتون وہ نامِ خدا

نرالی ادا انیت نئی شان تھی ۔ زمانے کی گویا کہ وہ جان تھی

ذکر نورِ نظر بخشا

اُسی بخشا کا اک تھا لڑکا جواں ۔ کہ نام اُس کا فخرِ سحر تھا عیاں

وہ تھا سبزہ آغاز اور علمداں ۔ کروں اُس کا کچھ تذکرہ میں یہاں

ملازم تھا باہر کسی شہر میں ۔ وہ بابو تھا اِک دفترِ نہر میں

کہیں بعد مدت جو آیا وہ گھر ۔ تو اِک روز تھا ابر بھی چرخ پر

جوانی کے دن عمر یہ طُرفہ تر ۔ چلا گھر سے وہ سیر کو نو عمر

بہت دیر تک سیر کی اور پھرا ۔ پھر اِک دوست کا گھر وہیں مل گیا

وہاں جاکے بیٹھا جو وہ لالہ فام ۔ تو کالی گھٹاؤں کا تھا اژدہام

کیا اُسکے یوں آشنا نے کلام ۔ بنو میرے مہمان تم آج شام

مِلے بعد مدت ہو مجھکو حضور ۔ رہے شغلِ بادہ میری جاں ضرور

یہ موسم کہاں پھر میسر جناب ۔ صراحی یہ لو اور اُلٹو شراب

مزے آئینگے اب نہیں دل کو تاب ۔ ابھی چل کے اُڑتے ہیں چنگ و رباب

کرو دیر مت نوش کر لو شتاب ۔ لو عطر اور پیارے کھاؤ کباب

لگا چلنے بس جامِ گلگوں کا دور ۔ رفیق آ گئے واں کئی ایک اور

کسی کو نہ تھا اپنی حالت پہ غور ۔ وہ بھی سب نے بگڑے پھر اِک اِک کے طور

پئے سیر پھر گھر سے نکلے وہ سب ۔ کھلیں تاشے اور دیکھیں طرب

اُٹھے چل پڑے جب وہاں سے تمام
کروں مختصر اب میں بس یہ کلام

تو آ ٹھہرے اِک چوک میں گام گام
کسی نے لیا دُختِ شرفن کا نام

وہیں سب نے لی واں سے چکلہ کی راہ
گئے گھر میں شرفن کے سب لطف خواہ

وہ شرفن کی دختر تھی رشکِ قمر
جواں نے جو دیکھا اُسے بھر نظر

وہیں ایک کُرسی پہ تھی جلوہ گر
ہُوا اُس کے جوبن کا فوراً اثر

جُھکا اُس طرف کو وہیں پھر شتاب
رہے کب یہ پردے میں جوشِ شراب

بلا ہے ستم ہے یہ شغلِ شراب
نہیں لینے دیتا کسی کو بھی تاب

لیا گھونٹ جس نے ہُوا بے حجاب
کرے ہر بشر کی یہ عزت خراب

نہ سنورے یہ کچھ سُدھ شرابی کی ہے
نہ مطلق خبر کچھ خرابی کی ہے

رہا پھر تو پاس اُسکے فخرِ سحر
ہُوا مہرِ گردُوں جوں ہی جلوہ گر

اُڑایا کیا چین وہ رات بھر
تو خرچی کا دینا تھا مدِّ نظر

وہیں ہاتھ کیسہ میں ڈالا تو کیا
پڑا ایک پیسہ بھی اُس میں نہ تھا

بیچارے کو سناٹا سا ہو گیا
کہ یارب وہ سب مال و زر کیا ہُوا

تفکر میں پھر دل وہ ڈوبا رہا
جو پاکٹ میں تھا رات کو بر ملا

لگا کہنے گھبرا کے آخر وہ یوں
بتا مال میرا کہ کچھ تجھ کو دوں؟

جھٹک کے وہ تب ہاتھ بولی بزور
بنا آپ کے ٹھگ ہو کہ ماجھے کے چور

پڑے بانکے دِلّی کے پس ماندہ خور
غرض تھام دامن لگی کرنے شور

جمع سینکڑوں درد خواہ آ ہوئے
اُچکے کئی خواہ مخواہ آ ہوئے

لگے کرنے لعنت ملامت سبھی
لگے کہنے حضرت سلامت سبھی

لگے اُس کو دینے ندامت سبھی
لگے لانے اُس کی وہ شامت سبھی

کسی نے تو آتے ہی جھٹکا دیا
کسی نے اُچکا کہا بے خطا

پھر اِک جاننے والا بھی آ گیا
دیا اُس نے آتے ہی تھپڑ لگا

جو اُس بیسوا کا تھا بھائی بڑا
اُتار اُس کی پگڑی بغل میں دبا

لگا پوچھنے اب بتا مجھ کو تو
یہ بے زر تجھے کیوں ہوئی آرزو؟

کہا اُس نے منہ ما کے با چشمِ تر
کہ ہے داستاں میری اس طور پر

محلہ میں شیخوں کے ہے سیر اگر
میرا باپ تھا بخشا اِک نامور

اگر تھوڑی فرصت دو مجھکو جناب
ابھی لاکے حاضر میں کردوں حساب

سُنا جاننے والے نے جب یہ حال
نہ خرچی کا کچھ اُس کو آیا خیال
ذرہ بھی رہا پھر نہ اُسکو ملال
ہنسی سے وہ اُلٹا ہُوا لال لال

لگے پوچھنے لوگ اسکا سبب
تو کہنے لگا یوں وہ دانندہ تب

میں ہنستا ہوں اس بات سے اب بڑا
مگر حرف اُلٹا ہے ہم پر دھرا
کہ خود ہے زمانہ بدی میں پڑا
کہ ہے کسب کیا کنچنوں کا بڑا

جو بیٹھہ یہ دیویں بٹھا لڑکیاں
نہیں انکو کچھ شرم و غیرتمداریاں

مگر غور سے خود نہ دیکھیں جناب
یہ کن صاحبوں کے ہیں لطف خواب
کہ کس کی ہیں یہ لڑکیاں بے حجاب
کبھی یاں پہ آتے ہیں بگڑے نواب

امیروں کی ہیں لڑکیاں یہ تمام
مگر اِن کی تقدیر میں ہے حرام

کئی سیٹھ و سردار آئیں یہاں
رنگیلے چھبیلے و بانکے جواں
کوئی خان و منشی کوئی مثلِ خواں
اِنہی کی بدولت ہے سب خانداں

یہ ناحق ہیں بدنام ہمکو کریں
نہ ہرگز گناہ سر پہ اپنے دھریں

یہ ہے روبرو اب جو فخرِ سحر
ملوث تھا شرفن سے وہ عمر بھر
اسی کا تھا وہ شیخ بخشا پدر
ہوئی اُس سے یہ ایک عزیز نظر

کہ فخرِ سحر پاس جس کے رہا
مزا جس سے ہم بستری کا لیا

ہے اِس سے بھی بڑھکر سُنو اور حال
محبت تھی حاکوؔ سے اُسکو کمال
کہ بخشا کا بھی باپ تھا جو جمال
پر آیا نہ بخشا کو بھی کچھ خیال

حقیقت میں پیسے سے ہے ہمکو کام
کوئی آئے آقا یا آئے غلام

ابھی باپ نکلے ہی چوتڑ سنبھالی
ہمیں کیا غرض کیوں بتائیں یہ حال
کہ آجائے بیٹا بھی بہرِ وصال
ہمیں ادنے اعلے سبھی ہیں حلال

اِنہی کی ہے جوتی انہی کا ہے سر
اُڑاتے ہیں ہم مفت میں مال و زر

سُنو حال فخرِ سحر کا ذرا
نہ پھٹتی زمیں تھی کہ جائے سما
یہ سُنتے ہی وہ پانی پانی ہوا
فلک پر جو اُڑتا تو وہ دور تھا

لہ شرفن کی والدہ کا نام تھا +

جگر چاک خنجر سے جھٹ کر لیا	بنا عمر کا جام یوں بھر لیا
چلو لیڈیو اب چھوڑ دو یہ کلام جنہیں کچھ بھی غیرت ہے لینگے نہ نام	کہ ظاہر ہوا اب نتیجہ تمام رہے بیحیا - اُن سے کیا ہم کو کام
خدا ہے جو اُنکو بھی ہو کچھ اثر	کریں اس نتیجہ پہ وہ بھی نظر

تمت

ایکو برہم دیتو ناستی

یہہ تو آپ کو معلوم مفہوم ہے کہ جہالت سی لوگون نے مکتی مان لی ہے

کوئی پنچ مکار مدرا یعنی شراب کے پینی سے مانس یعنی (گوشت) مین مکتی سمجھی

کہتا ہے سی ہمیشہ یعنی (مباشرت) کر لینے تسی مکتی مان لی ہے کوئی روپی چندن

ہیا کئے لاڈے سیدھی تلک لگانے تسی غرضکہ اس طرح کوئی کچھہ کوئی کچھہ خیال مین لائے

ہوئے ہیے - مگر جو ان باتون کو عقل سلیم سے بچار اجاتا ہے تو ان باتون سے

مکتی کا ملنا کوسون دور ہے کیونکہ وید مقدس مین صاف طرح ہے - کہ گیان

بدون مکتی کبھی نہیں ہوتی - اور ان امور مذکورہ بالا سے گیان کی پراپتی یعنی گیان کا ناس

ہوتا ہے اسواسطے گیان کی پراپتی کیے مارگ یوگ ہے جسکے آٹھہ انگ درلفظ ہیں

جس پر عمل کرنے سے مکتی ہوسکتی ہے - وہ درج ذیل مین کرتا ہون

اول یوگ کا انگ یم ہے جسمین پانچ باتون کی تعمیل کا اظہار ہے -

(۱) ہا طرح سے جملہ جیوون سے دشمنی چھوڑکر محبت کا برتاو کرنا -

(۲) جیسا اپنے دل مین گیان ہوا ہے مطابق زبان سے بولنا اور باتھہ یا ہون

(۳) کسی چیز کو بلا اوسکے مالک کی اجازت نہ لینا۔ نہ اوس پر لینے کی رغبت کرنا۔

(۴) بیرہ یعنی نطفہ کو سوائے اپنی بیواہتا استری کے سنتان اُتپتی کی غرض سے دیگر طرح خراب کرنا

(۵) تمام قرات جمع وغیرہ کا تیاگ کرنا۔ ان پانچوں باتوں کو عمل کرنا گویا یوگ کا بیج بونا ہے

۲ نیم اس میں بھی پانچ امر عمل میں لئے جاتے ہیں۔

(۱) شوچ من کو گیان سے اور بدن اور کپڑوں کو پانی سے صاف رکھنا۔

(۲) سنتوش یعنی دہرم کے ساتھ اپنی کمائی سے جو دستیاب ہو سکے اوس میں خوش رہ

(۳) تپ یعنی دہرم کام کو ہزار تکلیف اوٹھا کر پورا کرنا

(۴) سوادہیائے نصیحت آمیز کتابوں کا پڑھنا سننا۔

(۵) ایسر پرنیدہان یعنی ہر ایک چیز کے ملنے پر ایشر کا شکر یہ ادا کرنا۔ اور اوس کو اپنا خالق مالک حاضر ناظر سمجھنا۔

۳ آسن جو پدم آسن وغیرہ مشہور ہیں۔ اون میں سے جسمیں سکھ ہو رنگ بدن رہے اور دل اشتہر ہو وہ لگاوے جب آسن مضبوط ہو جاتا ہے۔ تب ایشر کی اوپاسنا میں تکلیف نہیں ہوتی نہ گرمی سردی زیادہ اثر کرتی ہے۔

۴ پرانایام حبس دم یعنی اندر کے پران وایو (ہوا) کو طاقت زور سے باہر نکال کر جتنی رکسکے باہر روکنا۔ جب جی گھبرانے لگے۔ تب بتدریج اندر لیکر اندر روکنا۔

جب وہ یہان بہی جیت گہبرانے لگے۔ تو پہر پہلے کی موافق باہر نکالنا۔ یا اندر کی پران اندر کی اندر جہان کی تہان روکنا۔ اور باہر کی ایان والیکو باہر کی باہر جون کی تون باہر روکنا۔ یہہ چار طرح پرانایام دحسب دم کیا جاتا ہے۔ ایسا عمل کرتے سے پران بس ہو جاتے ہین پران بس ہونے سے من کے بس ہونے سے جو آتما۔ ان تینون کے استہر ہونے سے اپنے اندر جو انند سروپ انترامی پرمیسر ہے اس کے سروپ مین اتما مگن ہو جاتا ہے مگر ان کریا کے سیکہنے کے لئے واقف کار اوستاد کی ضرورت ہے۔ و بتدریج عمل کرنا واجب ہے ورنہ فائدہ کی جگہہ نقصان کا احتمال ہے۔

۵ پرتیاہار یعنی من کو جیت لینا۔ یا قابو مین کر لینا۔ من چونکہ تمام اندریون کا راجہ یا سپہ سالار ہے۔ من کے بس ہو جانے سے تمام اندریان جو بری ترغیب دینے والی ہین بس ہو جاتی ہین۔ تب گیان بڑہتا ہے۔

۶ دہارنا۔ اوسکا نام ہے۔ کہ جو من کو اوسکی چنچلتا سے روک کر ناف ہردے پیشانی ناک زبان کے اگر بہاگ مین ٹہرایا جاوے اور لگاہ پرمیسر کا رتہہ دہن سے ہہت پچاکیا جاوے

۷ دہیان۔ وہ کہاتا ہے۔ کہ جو ایسر کی صفتون کو یاد کر کے من کو بہت محبت پریم سے پرمیسر مین اسطرح پرویس کیا جاوے جسطرح ندی سمندر مین ملتی ہے۔ پہر ایسور کو چہوڑ کر دوسری چیز کا مطلق دہیان نہ کیا جاوے فقط ایسور ہی مین رہا جاوے

۸۔ سمادھی ۔ ان ساتوں انگوں سے یہاں تک عمل کرنے سے جس کا نام ہے ۔ یعنی صرف
ایشور کے سروپ میں ہی جانا اور اپنے کو بھول جانا ۔ جیسی آگ میں لوہا آگ کی موافق
ہو جاتا ہے ۔ فقط ۔

انسان کا وجود دو چیز سے مرکب ہے ۔ ایک جیو (روح) دوسرے پرکرتی (مادہ) جسے
اس میں جیو چیتن متحرک شئے ہے ۔ پرکرتی غیر متحرک (جڑ) چیز ہے ان دونوں کا سنبندہ یا ملاپ
لازم و ملزوم ہے ۔ یعنی ایک کا کام بدون دوسری کی امداد کے چل نہیں سکتا جیسا ایک
اندھے اور لنگڑے کی حکایت ہے ۔ ایک اندھا بوجہ آنکھوں کے اور لنگڑا بسبب پیروں کے
چلنے پھرنے سے مجبور تھا ۔ اندھے نے لنگڑے سے کہا ۔ کہ تو میرے کندھے پر سوار ہو جا ۔
تو میں پیروں سے چلوں ۔ اور تو آنکھوں سے راستہ بتلانا ۔ چنانچہ انہوں ایسا ہی کیا ۔
پس جب اوس اندھے اور لنگڑے کا چلنا ایک دوسرے کی امداد سے ہوا تھا ۔ اسی طرح
جیو بغیر شریر (پرکرتی کے شریر) کی اور پرکرتی کا شریر بدون جیو کے کچھ نہیں کر سکتا ۔
جب ... انوں قدرت کی موافق جیو کو پرکرتی کا بیج بہوتک شریر ملتا ہے تب جیو کا جنم
کہلاتا ہے مرد ۔ جیو ۔ چیتن ۔ اور شدہ ۔ دو دہرم نیت سبھاؤ ہے ۔ پرکرتی کا بیج بہوتک
شریر جڑ (غیر متحرک) ہے ۔ ان دونوں کے ملاپ ہونے سے جیو کا چیتن گن بیج بہوتک شریر
میں سرایت کر کے جب اوسے کو متحرک کر دیتا ہے جس سے کہ شریر خود بذاتہ غیر متحرک ہے ۔

کام چلنے پھرنے وغیرہ کا انجام دینی لگتا ہی - یہ پرکرتی کے ست - رج - تم
تینوں گن میں وہ شدھ - وہ ہر ایک جیو پر موثر ہونے سے جیو - اوتم (اعلیٰ)، مدھیم (اوسط)
نکرشٹ (بدترین) تین طرح کے کام کرنے لگتا ہے -
یعنی جب جیو پرکرتی کے ستو گن سے کام لیتا ہے - تو عمدہ ہی عمدہ کام کرتا ہی - جب رجو گن
سے تب اچھے اور برے دونوں طرح کے فعل ظہور میں لاتے ہیں - جب تمو گن سے تب برے ہی
برے کام کرتا رہتا ہی - غرضکہ اس کا انحصار جیو کی منشا کے اوپر ہی - کیونکہ جیو میں
بذات خاص ایسی طاقت وقوت موجود ہی - کہ پرکرتی کے جس گن سے چاہے
اُس گن کا کام لے سکتا ہے - ہاں یہ ضروری ہی - کہ پرکرتی کے رجو گن - تمو گن کو
قابو کر کے ستو گن سے کام لینے میں - ایک عظیم کشٹ و مصیبت و بلا کا مقابلہ ہوتا ہی
پس اس کشٹ و مصیبت و بلا کو برداشت کر کے رجو گن و تمو گن پرکرتی کے
گنوں کو قابو میں کر کے ستو گن سے کام لینے کا نام یوگ ہی - مگر ان کا
روکنا بدون کامل گیان کے نہیں ہوسکتا -

بلکہ جب تک جیو میں اگیان تھا، بے علمی و جہالت رہتی ہے تب تک جیو رجوگن اور تموگن

گنوں کی آکرشن (کشش)، یا قوت مقناطیسی سے زیر و ناچار و بے بس ہو کر بھیسے

ان گنوں میں پھنس کر بری بری فعلوں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔

ستوگن جو برائی کا سیر اگنی ہے وہ رجوگن و تموگن سے گنوں کی طاقت کے آگے بسبب

اودیا (جہالت) جو کے کچھ کارآمد نہیں ہوتا۔

مگر جب انسان ویدویا او نصیحت آمیز کتابوں کو پڑھ اور ستسنگ اور نیک اپدیشکوں و ودوان

لوگوں کے چال چلن دیکھ کر اور ان کی نیک ہدایت پا کر اچھے کو اچھا برے کو برا

جڑ کو جڑ چیتن کو چیتن آتما کو آتما اناتما کو اناتما کو حق کو حق ناحق کو ناحق سکھ کو سکھ

دکھ کو دکھ انصاف کو انصاف جان جاتا ہے۔ جو کہ ایشور جانئے کا نام گیان ہے

پھر اس کے زور بل سے رجوگن تموگن گنوں کی شکتی کو جیت کر برے کام مثل

چوری جھوٹ کپٹ، دروغ گوئی چغل خوری وغیرہ سے باز آتا ہے

اور ستوگن کی طاقت کو بڑھا کر دان وغیرہ کام مثل ست بولنا، ماتا ایشر

کی استوتی پرارتھنا ~~اپاسنا~~ اوپاسنا و نیک وغیرہ کا کام کرنا

دوسرے دیس ہتیشی و پروپکاری درفاہ عام پسند کرنے لگتا ہے

جس کا نتیجہ انسان کو یہ ہوتا ہے کہ سب دکھوں سے نجات پا کر سدا سکھ

یہہ ایک راستہ مذکورہ بالا دکھون سی چھوٹنے اور رہائی پانے کا ہی۔

دوسری یوگ وہ مارگ ہی جسکے چلنے مین پہلے کو طرح بطرح کی تکالیف اوٹھانا پڑتی ہی

مگر منزل مقصود پر پہنچ جانے سی نجات تک کا آنند ملتا ہی۔

کیونکہ گیان کے بدون مکتی نہیں ہوتی گیان کی پراپتی اور اگیان کا ناس گو اچھی

کتابون کے پڑہنے سننے اور نیک مردون کی صحبت سے ہو جاتا ہی۔ مگر پورا پورا

گیان یوگ کے سادہن سے ہوتا ہی۔

کیونکہ یوگ نام چیت کی برتیون یعنی نفس امارہ کے روکنے یا قابو مین کرنے کا ہے

جو اپ عمل کرتا ہی۔ اوسکو پورا گیان ہو جاتا ہی۔ چونکہ من کا کام اچھی برے خیال

باندہنے کا ہی۔ بدہی کا کام ہر چیز کو سمجہ یا [illegible] تحقیق کرنے یا ہر شے کی

اصلیت سے واقف ہونے کا ہی۔ چیت کا کام ہر چیز کی خواہش کرنے کا ہی۔

جو ان تینون کی یہہ برتی (حالت) ہین۔ ان کو قابو مین رکہنا نام یوگ سمجہنا چاہئے

اپ عمل کرنے سی پرکرتی کے دو گن رجوگن او تموگن ہین کہ جنکے اثر سے انسان

کا من برے خیال کرتا ہے۔ بدہی لولتا یعنی جڑ کو چیتن اور چیتن کو جڑ سکہ کو دکہہ

دکہہ کو سکہ مانی۔ ہانی کو لابہ علی ہذا القیاس تمام باتون کو معکوس سمجہتی ہے۔

اور چیت برے باتون اور چیزون کی خواہش کرتا ہی یہہ دو گن سرا سر ب

(۳) تیسرا جو ستوگن ہی پربل (غالب) ہو جاتا ہی۔ اوس ستوگن کی پربل ہونے سی لوگ
گا من بُرے خیال چھوڑ کر عمدہ عمدہ خیال باندہنے لگتا ہی۔ بری اولٹا سمجھنی کی جگہ
سیدہا یعنی جڑ کو جڑ چیتن کو چیتن نت (ازلی) کو نت انت (ابدی) کو انت
وغیرہ جان جاتی ہی۔ چت بہی اچھی باتون او ر عمدہ چیزون کو پسند کرنے لگتا ہے
جس سی پورن گیان کی پراپتی ہو جاتی ہی۔ اور پورن گیان کی پراپتی سی پرم آنند (دائمی خوشی)
جسکو موکس سکہہ کہتے ہین وہ ملجاتا ہی۔ مگر جو ایسا عمل کرنیکا ارادہ کری اوسکو چاہئے
کہ اول جو انسان کی پانچ برتی یعنی حالت ہین۔ اون سے اچھی طرح واقف ہو جاوے
کہ وے کس کس وجہہ سے اور کس کس نوع کی ہوتی ہین۔ اور اُن کی درستی کی
کیا کیا تدابیر ہین۔ سو وے پانچ برتی یعنی انکی حالتیں اور اُنکی درستی اور علاج
حسب ذیل ہین

(۱) جب چت انسان کا ہر وقت بری بری خواہشات دنیوی مین پہنسا رہے
سبب ہی۔ اوسکا علاج یہہ ہی کہ انسان دنیوی چیزون و سکہون کو ہمیشہ
حقیر خیال کرتا رہی۔ اور انسی محبت اور اپنی محبت نہ کری ۔

(۲) جب بدہی مین بہلے بُرے کی مطلق تمیز نہ رہے۔ پاگلون کی سی نوبت
بن جاوے اوسکا نام موڑھ ہی۔ اس سے بچنے کے لیے بدن مین
[illegible]

تبکر - لوبیہ - لموہ - وغیرہ کو نہ آنے دے یعنی ان سبہی بیماریوں کے واسطہ

لو یہہ اپائو کرے - کہ کبھی ابھکس چیز کل سی پینی (کہ جنکے استعمال سے پیر کی رگون

اور پٹھون کی طاقت گھٹکر قوت اچھی برے بُرے کا خیال کرنے کی جاتی ہی -)

اور گوست جس مین اول پہنا ہوتی ہی - دوسرے دیا درہم) کا جور حواسان

مین ہی - وخراب ہو جاتا ہی - تیسرے گلے سڑے پہل اور باسی و دیر ہضم وغیرہ

کبھی نہ کہائے - نہ بہت بہوکا رہے - نہ بے بہوک کے کہائے - نہ زیادہ سوئے

نہ جاگے - کیونکہ ان باتون سے ہی رجوگن - تموگن کی طاقت بڑہتی ہے

ہمیشہ شدہ ان - جل و دیگر چیز کہاتا پیتا رہے - اور شدہ ہوا لیتا رہے -

ورزش وغیرہ کرتا رہے ہر ا

اتما کے مرض کا علاج یہہ کرے کہ کبھی دیوی چیزون مین زیادہ خواہش نہ کرے

نہ آلس (کاہلی) کو پاس آنے دے نہ ناچ رقص وغیرہ کرے - نہ خوشی مین

زیادہ خوشی نہ رنج مین زیادہ رنج مانے - ہمیشہ حیا شرم - صبر -

سنتوس - تہور - جوانمردی وغیرہ کا پابند رہے

ایشور کو اپنا کرتا ۔ دھرتا ۔ ہرتا سمجھکر حاضر ناظر جانتا رہے کیونکہ ایسا کرنے

سے ایشور کا خوف دل پر غالب ہو کر بُرے کام کرنے سے باز رکھیگا ۔

اور تمام جیوؤن کے ساتھہ دوستی کا برتاو رکھے یعنی (با دوستان تلطف با دشمنان مدارا)

کا مصداق اس طرح بنے کہ جو دکھی ہو ۔ اُن پر دیا رکھے جو دہرمی ہین اونکی خدمت

وغیرہ کرکے خوش رہے ۔ جو پاپی ہین اونکی ہمراہ نہ دوستی نہ دشمنی کا برتاو عمل مین لاے ۔

بلکہ جہان تک ہو سکے اون کے سودہار کا خیال رکھے ۔ اس طرح شریر آتما

مین کوئی بیماری نہ ہوگی ۔

(۳) جب چت بالکل چنچل رہے تو اس حالت کا نام کشیپت ہے اسکی بھی سارک (جسمانی)

و آتمک (روحانی) علاج جو اوپر ذکر کیا گیا درکار ہے ۔

یہہ تین ۳ حالتین انسان کی او دکہہ دینے والی ہین ۔ یہہ پرکرتی کے رجوگن تموگن کے

بڑھجانے سے ہوتی ہین ۔

(۴) جب من ایک بات کا بچار کرے ۔ اوس کے اختتام سے بعد دوسری بات کا

مطلق خیال نہ آوے ۔ اوس حالت کا نام ایکاگرہ ہے ۔

(۵) جب انسان تمام باتون کو من سے علحدہ کر باہر لاکر فقط ایک کیول پرم سچد انند

سروپ کے دھیان مین بہت محبت و پیار کے ساتھہ من لو لگا کر

مگن ہو جاوے ۔ اور آپے تک خبر نہ رہے اوس حالت کا نام نرودہ ہے ۔

یہہ دونو حالت اچھی اور سکھہ دینے والی ہین۔ ان حالتون کے جاننے مین
یوگ کی ضرورت ہے۔ اور ان حالتون کے بن جانے پر انسان کو دہرم
ارتہہ۔ کام۔ موکش کی سدہی کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ فقط

اوم شانتی شانتی شانتی۔

۵ دسمبر ۱۸۹۲ء

۵/ دسمبر ۱۸۹۲ء

العبد

[signature]

بہوانی پرشاد ساکنہ ہلدور ضلع بجنور

भवानी प्रसाद हलदौर ज़िला बिजनौर
ता. ५ दिसमबर सं
१८९२ ई

اوم تت برہم سٹ

ہرگنہ ناتھہ ساہ

سرودیا مترجم اُردو

یکم مارچ سنہ ۱۸۹۱ عیسوی کو سرودیا چندر اُس بھاشا بخط ناگری
سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا۔ مترجم بندہ بھوانی پرشاد
ساکن ہلدور ضلع بجنور پرگنہ دارانگر قوم بیس۔ فقط

قیمت فی جلد عہ/

ہر کہ بلا تہہ نباہ

واضح ہو۔ کہ سر ودیا ایسا علم ہے۔ جسکے سبب سے
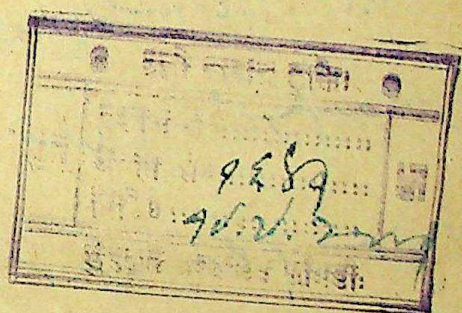
پوشیدہ حالات ظاہر ہوتے ہین اس علم کے

جاننے والونکو بڑے فائدے ہوتے ہین۔ اسلئے یہہ جی چاہتا ہون

ہے جن باتون سے کا جاننا مشکل تھا۔ اُنکو انتخاب کر کے

یہہ چھوٹی سی کتاب واسطے فوائد خاص عام کے تحریر کی

گئی۔ لہذا ناظرین کی خدمت مین التماس ہے

کہ جہان تحریر مین غلطی رہگئی ہو۔ براہ مہربانی اصلاح

فرما دین۔

باب اول در بیان تتو

جاننا چاہیے۔ کہ اس علم کے طالب علم اول تتو کی

شناخت کرنا چاہیے۔ اسلئے نقشہ لکھا جاتا ہے۔

نقشہ سناخت تتو

۱ نام تتو	۲ [illegible]	۳ تتو کی چال	۴ [illegible]	۵ [illegible]	۶ [illegible]	۷ [illegible]	۸ عمل	ہر تتو میں پانچ پانچ تتو ہوتے ہیں انکی عادت کا علیحدہ علیحدہ حال: اخلا	باد	آتش	آب	زمین
اسمان	سیاہ	ناک کے اندر رہتا ہے باہر نہیں آتا ہے	ترس اشیار	ساکن	کان	سر	اواز	دکھہ	سکھہ	فائدہ	لالچ	خوف
ہوا	سبز	ترچھا ہوکر ۸ انگلست ناک سے باہر آتا ہے	.	متحرک	ناک	ناف	خوشبو	بات کرنا	ہلنا	دوڑنا	.	سمٹنا
آگ	سرخ	اونچا ہوکر ۴ انگلست ناک سے باہر آتا ہے	چرپری	گرم	چشم	پیتیا	دیکھنا	خواب	انگڑائی	بھوک	پیاس	سستی
پانی	سفید	ناک کے نیچے ہوکر ۱۶ انگلست باہر آتا ہے	سلونی	سرد	جائی بیاب	مغز	.	بیت	.	.	.	تھوک
زمین	زرد یا خاکی	ناک کے سامنے اکر ۱۲ انگلست باہر آتا ہے	بی مزہ	مشکل	دہن یعنی مولہنہ	ناقف	عضو یعنی بھوجن		سانس		چرم	استخوان

آریہ سماج کے اصول

(۱) سب سچے علم اور علم سے جو کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اُن سب کا اصل اصول پرمیشر ہے۔

(۲) ایشور ست چت آنند سروپ۔ نراکار۔ سرب شکتیمان۔ نیائے کاری۔ دیالو۔ اجنما۔ اننت۔ نروکار۔ انادی۔ انوپم۔ سرب آدھار۔ سرب ایشور۔ سرب ویاپک۔ سرب انترجامی۔ اجر۔ امر۔ ابھے۔ نت۔ پوتر۔ اور سرشٹی کرتا ہے۔ اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگیہ ہے۔

(۳) وید سچے علوم کی پستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔

(۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔

(۵) سب کام دھرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹ کو سوچکر کرنے چاہئیں۔

(۶) سنسار کا اپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے۔ یعنی جسمانی روحانی رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا۔

(۷) سب سے باتحاد تمام دھرم کے مطابق جس سے جیسا مناسب ہو برتنا چاہیئے۔

(۸) جہالت کا اتلاف اور علم کی ترقی کرنی چاہیئے۔

(۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہیئے۔

(۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں کہ جو رفاہ عام سے متعلق ہوں پربس رہنا چاہیئے۔ اور اُن اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں سب خود مختار رہیں۔

ओ३म्

واضح ہو کہ ریواڑی کے مشنری ٹی ویمس صاحب نے (جیسا کہ ان لوگوں کا عادت سے قاعدہ ہے۔) پبلک کو آریہ سماج اور ویدوں سے متشکی کرنے کی نیت سے ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء کو ایک چٹھی آریہ پتر کا لاہور میں شایع کرائی۔ جسمیں انہوں نے ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند جی بلکہ رگوید پر یہہ اعتراض کیا کہ اُسمیں یم اور یمی کی کہانی ہے۔ اور سوامی جی سے نیوگ وشے پر نہایت غیر مہذبانہ الفاظوں میں مخاطب ہو کر بزعم خود یہہ ثابت کرنا چاہا کہ پنڈت دیانند اپنے زمانہ میں دیدوں کے نہایت ہی خطرناک دشمن تھے۔

اُسی مرتبہ فاضل پنڈت گورودت ایم اے کی طرف سے پادری صاحب کا جواب بھی شایع ہوا۔ پنڈت جی نے بہ سبب عدیم الفرصتی اور علالت طبع کے صرف اُنکے اصلی اعتراض کے جواب میں اُسی قسم کی باتیں اُنکی بائیبل سے ثابت کیں اور نیا یپور یک (یعنی دلایل منطقی سے) اُنکے اعتراضوں کا رد کیا جس پر بعض مخالفین کی یہہ ہے "مسٹر گورودت نے پادری ویمس کے اعتراضوں کو لیکر یہہ دکھلائی کی کوشش کی ہے۔ کہ بائیبل کے رو سے آپکے خداوند یسوع مسیح کی نسبت بھی اس قسم کے الزام عائد ہوتے ہیں۔ مگر اس سے کیا" پنڈت جی کا ارادہ کل بحث کے ترجمہ کرنے اور مفصل جواب دینے کا تھا۔ مگر

افسوس کہ وہ مہاشئی ۱۹۔ مارچ ۱۸۹۰ء کو سُرگباش ہو گئی۔
پادری صاحب نے وہی اپنا مضمون جُدا رسالہ کی صورت ناگری میں شایع کیا ہے۔ جسکا نام نیوگ کھنڈن پتر کا رکھا۔
آریہ سماج کے خود غرض دشمن بلکہ ضدی اور ناحق مخالف مسٹر شو نرائن اگنی ہوتری لاہوری پیغمبر نے خواہ مخواہ پادری صاحب کے اعتراضوں کو انگریزی و ناگری سے اردو میں ترجمہ کر ایک ٹریکیٹ کی صورت میں لکھ اور اُسکا نام پنڈت دیانند کا جھوٹھ اور اُنکی گناہ آلودہ تعلیم رکھ اپنے پریس میں شایع کیا۔
پس ہم اپنے مرحوم بھائی کے ارادہ کو انشاءاللہ تعالیٰ پورا کرتے اور پادری صاحب اور مسٹر اگنی ہوتری کے اعتراضونکی اصلیت بتلاتے ہیں۔ کیونکہ ٥

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن　　آئینہ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

بام مارگ کے ظہور اور پورانونکے فتور کے سبب عرصہ سے لوگوں نے تمام قسم کے توہمات[1] ویدوں کے ذمہ مڑھنے شروع کیے۔ دیوتاؤنکی قربانیاں اور بتوں کی جولفشانیاں بھی لوگ ویدوں سے منسوب کرنے لگے۔ مہی دہر اور سائن اچارج جیسے بام مارگیوں نے صدہا قسم کے کلنگ ویدوں کو لگائے۔ اور کوشش کی کہ انکی کردہ تعلیم ویدکت تسلیم کیجاوے۔ طبعزاد کہانیاں بناکر انھیں ویدوں سے ثبوت پہونچانا اور ذمت کتھائیں رچکر وید پر نیت ٹھہرانا کتنا سخت اور بر سے

[1] نوٹ ا- مذہبی منت پورا کرنے کے لیئے سندبن ساگر کے جزیروں میں بچوں کو مرنیکے لیئے چھوڑنیکی رسم بموجب مجموعہ تعزیرات ہند کے دفعہ ۳۱۰ کے ذریعہ ۱۸۶۰ء میں بند کیگئی۔

درجہ کا کفر تھا - مگر ناستک لوگ بالکل نہ چونکے اور ذرا بھی خوف دل میں نہ
لائے - گوتم اور اہلیا اندر اور چاند کی کہانی - برھما اور سرستی کے بچار کی کتھا
اندر اور برتراسر کا جنگ - باون اوتار - اور پرتھوی کا تین قدموں میں ناپنا - مختلف
قسم کے تیرتھ - مختلف دیوتا اور عناصر پرستی - گیا شرادھ کرانا - عورتوں کا ستی
ہونا - دختر کشی - انسان کی قربانی - کرُوت اپنا - یہہ سب باتیں ہمارے لوگ ویدوں
کے ہی منتروں سے کرتے اور کراتے تھے - اور پرمان پیش کیا کرتے تھے -
بنگالہ کا ہری بول - اور ہمالہ کا ہفانی سورگ - ویدوں کے ہی پرمان دیکر ثابت ہوتا تھا
ہم کہاں تک حال بیان کریں - اور اس رام کہانی کو کتنا دستار ہیں - سچ تو یہہ
ہے کہ ویدوں کی تعلیم - ویدوں کی بزرگی - ویدوں کا مہتو - ویدوں کی توحید - ویدوں
کی سچائی - اور ویدوں کا دھرم بالکل معدوم ہو چلا تھا - ویدک جہاز کے کپتان در حقیقت
ناخدا و ناستک ہوگئے تھے - اگر اس سمہ شری سوامی دیانندجی مہاراج

بقیہ حاشیہ ۵۲ - بنارس کی مانند مقاموں میں جو کورج کی رسم تھی وہ ۱۷۹۵ء قانوناً ممانعت
کی گئی ۵۳ ستی ہونا تمام ہندوستان سے ۱۴ دسمبر ۱۸۲۹ء کو بموجب ایکٹ ۱۷ اکے حکام ٹ سے سخت انتظام
سے بند کیا گیا - اور اسی کے ساتھ انسانوں کی قربانی بھی منسوخ ہوگئی - ۵۴ بردہ فروشی ۱۸۴۳ء میں موقوف
ہوکر اُسکے تدارک کے واسطے سزا مقرر کیگئی ۵۵ - ہو صرف یا دیگر بیٹھنے کی رسم جو اکثر برہمن لوگ عمل میں لاتے تھے ۱۸۳۶ء
میں ایکدم ٹھہرائی گئی - ۵۶ دختر کشی کی روک کیواسطے اول بہت کوشش ہوئی - مگر جب متعصب اور ضدی
قومیں اسطرح باز نہ آئیں تو ایک جدید محکمہ قائم ہوا - جواب تک موجود ہے - ۵۷ ٹھگ جو دیوی بھیرو
کالی - چنڈی - درگا کے نام پہ لوگوں کو مارا کرتے تھے - اور فرضی طبع اور منتروں کو پڑھکر مسافروں کے گلے کاٹا
کرتے تھے - انکے واسطے جدا محکمہ قائم ہوگیا (دیکھو ٹھگ بنیانت) اور مسودہ قانون ۱۸۹۱ء ۵۸ بیوؤں کو
بھی بہت زیادہ ظلم ۱۸۵۶ء دستہ میں ایکٹ پاس ہوگیا ۵۹ ٹھکر یعنی بت کے ساتھ لڑکیوں کی شادی کرنا

اُدیوگ کرتے اور محنت شاقہ اوٹھاکر ویدوکت تعلیم نہ پاتے۔ اور نہ ویدک دھرم پھیلاتے تو یہہ پادری صاحبان کیا کسی کو باقی چھوڑتے ؟ کیا سب کے جنیو توڑ عیسائی نہ بناتے ؟ کیا گمٹی فوج میں بھرتی کر سیدھے جزیرہ انڈمن نہ پہنچاتے۔ اور ستّ دھرم کا خاتمہ نہ کراتے ؟ کیا پوپ آف روم کی طرح تن من دھن ارپن کرا ہمیں کورا نہ بناتے ؟

اسمیں کسی طرحکا شک نہ تھا۔ پس ویدک سورج کے طلوع سے اب چمگادڑیں چیں چیں کے سوائے اور کیا کرسکتی ہیں۔ عرب کی یہہ مثال اسی فقرہ کے حسب حال ہے۔ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔

بقول شاعر۔ صداقت آمد و باطل رواں شد
طلوع شمس شد شپر نہاں شد

اب ہم پادری صاحب کے اعتراضوں کا جواب شروع کرتے ہیں

اول معلوم ہو کہ ویدوں میں کوئی قصہ کہانی نہیں اور نہ کسی خاص آدمی یا راجا یا واردات کا ذکر ہے۔ کیونکہ ویدوں میں تمام یوگک لفظ ہیں۔ رُڈھی نہیں ہیں۔ یعنی مصدر و مشتق ہیں۔ جامد نہیں۔ اور یہی سناتن سے رشی منیوں کا اعتقاد ہے اور اسی پر آریہ دھرم کی بنیاد۔ اور یہی ویدک الہام کا سب سے زیادہ فخر ہے۔ کہ اُنمیں کوئی قصہ کہانی نہیں۔ جیسا کہ مہا بھاشیہ کے مصنف پتنجلی رشی فرماتے ہیں۔

उणादयो बहुलम्॥१॥ बहुलवचनं
मर्थम्। बाहुलं प्रकृतेस्तनुदृष्टेः। तत्त्वीभ्यः प्र-

بقیہ حاشیہ ادہر ادہر منتشر ... رام جینی کیطرح ... گورنمنٹ مدراس نے ضبط کر دیا۔ دیکھو نسیم آگرہ ۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء

कृतिभ्य उणादयो दृश्यन्ते न सर्वाभ्यो दृश्यन्ते।
प्रायसमुच्चयनादपि तेषाम्। प्रायेण खल्व
पि ते समुच्चिता न सर्वे समुच्चिताः। कार्यसशेष
विधेश्च तदुक्तम्। कार्याणि खल्वपि सशेषा
णि कृतानि न सर्वाणि लक्षणेन परिसमाप्तानि।
किं पुनः कारणं तन्वीभ्यः प्रकृतिभ्य उणादयो
दृश्यन्ते न सर्वाभ्यः। किं च कारणं प्रायेण सम्
च्चिता न सर्वे समुच्चिताः किं च कारणं कार्याणि
सशेषाणि कृतानि न सर्वाणि लक्षणेन परिसमा
प्तानि। नैगमरूढिभवं हि सुसाधु॥ नैगमाश्च रूढि
भवाश्चौणादिकाः सुसाधवः कथं स्युः। नाम च
धातुजमाह निरुक्ते। नाम खल्वपि धातुजमेवा
हुः नैरुक्ताः व्याकरणे शकटस्य च तोकम्। वैया
करणानां च शाकटायन आह धातुजं नामेति।
अथ यस्य विशेषपदार्थो न समर्थितः कथं त
त्र भवितव्यम्। यच्च विशेषपदार्थसमुत्थं प्रत्य
यतः प्रकृतेश्च तदूह्यम्। प्रकृतिं दृष्ट्वा प्रत्यय
ऊहितव्यः। प्रत्ययं च दृष्ट्वा प्रकृतिरूहितव्या।
संज्ञासु धातुरूपाणि प्रत्ययाश्च ततः। कार्याद्वि
द्यादनूबन्धमेतच्छास्त्रमुणादिषु॥३-३-१

ایساہی ذکر نرکت میں یاسک منی نے بھی کیا ہے۔ (دیکھو بھاگ ۲ صفحہ ۸۲ کھنڈ ۱۲-ادھیاء ۱ پادہ مطبوعہ کلکتہ) اور یہی مطلب میمانسا شاستر کے فاضل مصنف مہرشی جیمنی جی کا ہے۔

परंतुश्रुति सामान्य मात्रम्।अ॰१पा॰१सू॰३१

علیٰ ہذالقیاس جس سے صاف ظاہر ہے کہ بموجب اعتقاد رشی منیوں کے ویدوں میں کوئی قصہ کہانی تلاش کرنا گویا وادیہ نادانی میں سرگرداں مرنا ہے۔ مفصل دیکھو سوامی جی مہاراج کی وید بھاش بھومکا (دیاکرن نیم صفحہ ۳۴۱ سے ۳۴۹ تک) اور وید بھاش کا وگیاپن پتر (مطبوعہ بنارس سمت ۱۹ بکرمی صفحہ ۱ سے ۸ تک)

پس صاف ظاہر ہے۔ کہ وید مقدس میں یم یمی کی کہانی ہرگز نہیں ہوسکتی اور نہ ہے۔ کیونکہ یہ بات تمام رشیوں کی رائے کے خلاف ہے۔

اب کاتیاین اپنی سروانوکرمنکا میں لکھتے ہیں۔

वैवस्वतयो र्यमयम्यो: संवाद:

یعنی اس سکت میں ویوسوتیہ کے یم اور یمی کا سمواد ہے۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ ویوسوتیہ کون ہے۔ جب کوش یعنی لغات میں دیکھتے ہیں تو ویوسوتیہ کا ارتھ سورج لکھا ہے۔ دیکھو امرکوش کانڈ ۱ ورگ ۳ شلوک ۳۰)

اب ویوسوتیہ کے لڑکے یم اور یمی کون ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ دن اور رات انلکار شاستر کے جاننے والے لوگ اس طریقہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ خود نرکت کے رشی کا یہی اعتقاد ہے۔

विवस्वतः सूर्यस्य पुत्री रूपकमेतदाख्यानम्॥

کہ یم اور یمی کا سورج کی اولاد کہنے سے مراد النکار ہے۔ یمیا نام راتری کا ہے۔ (دیکھو نگھنٹو ادھیائے ۱ کھنڈ ۷) اصل میں لفظ یمیا نہیں ہے۔ بلکہ یمی سے پرے وبھگتی کو بات کا اگم ہوتا ہے۔ اس سے یمیا غیر لوگ پڑھا گیا۔ واستو میں یمی شبد ہے۔ اسکا ہنگ یعنی صیغہ مذکر یم ہے۔ پس یم اور یمی رات دن کے نام ہوئے۔

صُبح کے وقت کی سُرخی (اوشا) کو بھی یمی کہتے ہیں۔ اور شاستروکت النکاروں میں سورج اور دن اور صُبح کی سرخی یعنی اوشا کا بہت ذکر آتا ہے جس کا مطلب صرف یہہ ہے۔ کہ قدرتی نظاروں سے اوپدیش فرمانا ہے۔ اتھروید میں جو اس کے تعلق بہت منتر ہیں۔ وہاں یمی سے مراد اوشا معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو اتھروید کانڈ ۱۸ انوواک ۱ منتر ۲۷ و ۲۸ بلکہ سورج کی کرن اور راتری کا بھی النکار ہے۔ دیکھو نگھنٹو (۵۔ ادھیاء کھنڈ ۵) اور ایسا ہی اُڑاندی کوش ہیں اور نگھنٹو میں یہہ پار کا نام بھی ہے $\frac{5}{5}$ اسی طرح ویاکرن کے رو سے نیم کہنے والے ستری پُرش کیواسطے عموماً استعمال ہوتا ہے۔ یم وایو کا نام بھی ہے۔ (نگھنٹو $\frac{5}{4}$) اور یم یوگ شاستر کے رو سے ایک خاص عبادت اور من رد کنے کا ذریعہ بھی ہے۔ (دیکھو یوگ شاستر سوتر ۳۰)۔ اور اُس کے دھارن کرنے والے کو یمی کہتے ہیں۔ نیائے کاری ہونے سے یم پرمیشور کا بھی نام ہے۔ (دیکھو رگوید منڈل ۱ سکت ۱۶۴ منتر ۴۶ اور منوسمرتی ادھیاء ۸ شلوک ۹۲) یاد رہے کہ نیوگ بھی ایک پرکار کا نیم یعنی اقرار ہے۔ پس یہہ معنی یم اور یمی کے ویدک طریقے سے ہوتے ہیں۔

باقی رہا پورانک محاورہ اُس کے رو سے موت کی دیوتا کا نام بھی یم ہے

یمنا ندی کا بھی نام یمی ہے۔ جو یورپ لوگوں نے یم راجا کی بہن بنائی اور کرشن سے بیاہی ہے۔ مگر ہم کو ایسے معنے سویکار نہیں کیونکہ ویدک دھرم کے ماننے والے ہیں۔ نہ کہ پورانوں کے۔

ان مندرجہ بالا ارتھوں کے سوائے لغات میں رو کنا بند ہو جانا نتیجہ الکنو۔ کو آسینچر کا ستارہ بھی یم یمی کے معنوں میں آتے ہیں۔

رگوید کے اس دسویں منڈل کے دسویں سکت کے کل ۱۴ رچا ہیں جنمیں سے صرف ۱۴ میں یمی اور یم شبد ہے۔ باقی دش میں بالکل نہیں۔ اس دسویں سکت کے اندر ۶ و ۷ و ۸ ورگ ہیں منتر نمبر ۱ سے ۵ تک ورگ ۶ ہے جسمیں یم یا یمی کا لفظ بھی نہیں ہے۔ منتر ۶ سے ۱۰ تک ورگ ۷ ہے جسمیں صرف منتر ۷ - ۹ میں یہ لفظ ہے۔ ورگ ۸ منتر ۱۱ سے ۱۴ تک ہے۔ جسکی ۱۳ و ۱۴ میں یم اور یمی لفظ آیا ہے۔ باقیوں میں نہیں۔ یہاں تک یہ سکت سماپت ہوا۔

ان تینوں ورگوں میں مندرجہ ذیل مضمون ہیں۔

ورگ ۶ منتر ۱ — ۵ تک یمبر بیاہ کی بابت ہدایت یا طریقہ

ورگ ۷ منتر ۶ — ۱۰ تک نیوگ یا پنربواہ کی ہدایت

ورگ ۸ منتر ۱۱ — ۱۴ تک بہن بھائی کے بیاہ یا سگوت میں بیاہ کا نشیدھ و ممانعت

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پادری صاحب کے تشکوک دور کرنے کیواسطے اس سکت کی تینوں ورگوں کا ترجمہ نذر ناظرین کریں۔

ورگ ۷ کا ترجمہ سویمبر بیاہ کی بابت ہدایت یا طریقہ

منتر ۱ - ہے استری میں تیرا استر تیرے سامنے ورتمان اور سمندر کی مانند گمبھیرتا کو پراپت ہو کر گرست آشرمی ہو کر تیرے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں - تاکہ اس سے پرتھوی پر نر شریر کا شتان سب کی پرکاشک پرماتما پرجاپتی کی کرپا سے سنتان اوتپتی ہو -

منتر ۲ - (اگر استری برہمچارنی رہنا چاہے تو یوں کہہ سکتی ہے) اگرچہ میں تل گن والی بھی ہوں - تو بھی آپ کے ساتھ سنجوگ سے ہونیوالی مترتا کو نہیں چاہتی پس آپ کسی اور سے جو آپکے یوگ ہو - ایسی خواہش کریں - (اپنشدوں سے ظاہر ہے - کہ گارگی آدک صدہا فاضلہ تمام عمر تک برہمچارنی رہیں)

منتر ۳ - ہے استری جو عالم اور فاضل لوگ ہیں - ویسے ہی ایسی اتم طریقہ کو چاہتے ہیں - (پشو آدک نہیں کیونکہ ان میں کلیان کا مارگ نہیں) اس لئے اے اتم شریر والی تیرا من میرے من میں مستقل ہو - میں تیرا استھان آتین کرنیوالا پتی ہوؤں - تیرے ساتھ میری شادی نشپھل نہو - تو میرے شریر کو پراپت ہو -

منتر ۴ - دھرماتما لوگ جو مقیا بیوہار (جھوٹھ وغیرہ) کبھی نہیں کرتے - وہ ہم بھی کبھی نہ کریں - تیج سروپ شکتی اور پران کو دھارن کرتا ہوا پرش اور چل آدی کے کومل گنوں کو دھارن کرنے والی استری کو (یعنی دونوں کو) پرمیشور نے پیدا کیا ہے - اسے سمبندھ کی طرح ہم وہ ہم سے گرہست کرم کریں -

منتر ۵ - سب شپ کریا سے بنی ہوئی جگت کے منتظم و صانع حقیقی پربرک - وا دپن

کرنیوالے پرماتما نے گربھادھان سنتان اُتپتی کا مارگ پیدا کیا ہے۔ اس لیئے پرماتما کے اِن نیموں کو کوئی بھی نہیں توڑ سکتا۔ پرتھوی انترکھش۔ سوریہ آدی لوک باوجود جڑ ہونے کے بھی اُسکے انتظام میں چل رہے ہیں۔

ورگ ۷۔ نیوگ یا پُنر لواہ کی بابت ہدایت اور وقت

منتر ۶۔ انسان کے سابقہ کرم کو وہ پرمیشور جانتا ہے۔ اور سب گپت کرتبیہ یعنی پوشیدہ خیالات کا بھی وہ محرم ہے۔ وہی سب کا ساکشی بھوگیہ بھوگ رتی کتیوں (متر۔ ورن) کا بڑا استھان ہے۔ یعنی دونو کو اُسی نے اُتپن کیا ہے۔ وہی اُنکے استھان اور جنم کو جانتا ہے۔ یہہ دونو پرسپر نسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک کی ہانی میں دوسرے کی ہانی ہے۔ (اسکے ساتھ دیکھو رگوید منڈل ۱۰ سکت ۲۴ منتر ۲۔ اور نروکت نیگم کانڈ ۲۔ منتر ۱۵ مطبوعہ ولایت صفحہ ۵۹)

منتر ۷۔ جس طرح ویدوکت وواہت ستری اپنے پتی کے لیئے سرو سوارپن کرتی ہو ویسے ہم بھی ایک دوسرے کے ارپن ہوں۔ نیم پوربک کاریہ (نیوگ) کرنے میں ادیت پُرش۔ پناسنسکار کے نیموں کو پالن کرنے والی ستری کا طالب ہو۔ دونو سنیکت ہو کر گرہستاشرم کی رتھ کو چلانیوالے ہوں۔

منتر ۸۔ (جو بدہوا استری برہمچاری رہنا چاہے وہ ایسا کہے) ہے استری رہت پُرش مادی سنسار کے گُن وکاری یعنی تغیر و تبدل والے ہیں۔ ایک دم بھر بھی قائم نہیں۔ اِسی طرح اِس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس میں پُنر لواہ یا نیوگ نہیں کرنا چاہتی۔ تم بواہ کی خواہشمند کیساتھ گرہست روپ چکر کے چلانیوالی ہو۔ (اُپ نشد آدکوں سے ظاہر ہے کہ کئی فاضلہ عورتیں پتے مرجانیکے بعد برہمچارنی رہکر ستیہ اُپدیشتیہ

کرتے ہیں اور ایسے ہی مرد بھی)

منتر ۹ - سے جو سورج اُدے ہونے سے ہوتا ہے - وہ نیم کرنے والے پُرش کے لیئے ہو - اور رات دن اُس نیم میں رہیں) جیسے دیولوک اور بھولوک آپسمیں آکرشن کرتے ہیں - ویسے ہی نیگت استری پُرش آپسمیں نیوگ سمبندہ کو دھارن کریں -

منتر ۱۰ - ایسے یگ یا زمانہ جب پیش آویں کہ کُل بدہو - کا ماتر وغیرہ خاص آپتوں میں مبتلا ہو کر بیچار کی طرف جھُکنے لگیں - اور الوگ کرم میں مصروف ہوں - اُن وقتوں میں یوگ ہے - کہ اُن کو کہا جاوے کہ ہے سو بھگے تو مجھ سے انیہ یعنی دوسرے پتی کی اچھیا کر اور اُسکا پانی گرہن کر -

اس منتر کا نروکت کار نے بھی یہی ارتھ کیا ہے -

आगमिष्यन्ति तान्युत्तराणि युगानि यत्र जामयः करिष्यन्त्यजामि कर्माणि जाम्यतिरेकनाम बालिशस्य वासमानजातीयस्योपजनः उपधेहि वृषभाय बाहुमन्यमिच्छस्व सुभगे पतिं मदिति व्याख्यातम्॥

निरुक्त नैगमका : अ० ४ पा० ३ खं० ४

یامی اور جامی کل بدہو کیواسطے استعمال ہوتا ہے - اور عموماً انہیں معنوں میں آیا ہے - دیکھو منوسمرتی ۹/۱۲۴ و ۳/۵۷ و ۲/۱۸۲ و ۲/۱۸۵ و ۳/۸۵

ورگ ۸ بہن بھائی کے بیاہ کی تردید کہ سگوت میں بیاہ نہیں ہو سکتا

منتر ۱۱ - جسکی موجودگی میں بہن اناتھ ہووے کیا وہ بھائی ہے؟ اور جو دوکھ کو بھوگے

کیا وہ کسی کی بہن ہے؟ ارتھات اسکا کوئی بھائی نہیں تو بیدی بھائی کو بہن کہو کہ میرا دوکھہ دور کرنے کے واسطے میرے شریر سے اپنا شریر سنسکت کر تو بھائی کیا کرے اسکا جواب اگلے منتر میں ہے) یہہ صرف سوال ہے۔

منتر ۱۲۔ ہے! کامنا یکت بین تیرے شریر سے شریر نہ ملاؤنگا۔ کیونکہ جو پرش ہمشیرہ سے صحبت کرتا ہے۔ اسی پاپی کہتے ہیں۔ اس کارن میرے بغیر کسی اور گن کرم انوسار پرش سے شاستر ریتی سے شادی کر۔ تیرا بھائی اس پاپ کو نہیں کرنا چاہتا۔

منتر ۱۳۔ ہے! انیوں کو پالن کرنے میں سمرتھ پرش تم بہت دربل ہو رہے ہو۔ کیا میں تمہارے ہردے کے بزبانت کو نہیں جانتی۔ تم کو اس استری کے بجائے اور استری پراپت ہو جیسے لتا برکھش کو پراپت ہوتی ہے۔

ایسا ترجمہ اسکا نروکت کار نے بھی کیا ہے۔ دیکھو نروکت ۶۔ ۵۔ ۵۔ اذ مطبوعہ ولایت صفحہ ۱۰۲۔

बतो बलातीतो दुर्बलोबतासि यमनैवतेमनो हृदयञ्च विजानीमो ऽन्या किलत्वां परिष्वङ्क्ष्यते युक्तं लिबुजेव वृक्षं लिबुजा व्रततिर्भवति लीयते विभजन्तीति व्रततिर्वरणाच्च सायनाच्च ततनाच्च वाता प्यमुदकं भवति वात आप्याययति पुनानो वाताप्य विश्वश्चन्द्र मित्यपि निगमो भवति ॥ नि० अ० ६ पा० २८ ख० २

منتر ۱۴۔ ہے! انیوں کے پالن کرنیوالی استری تو انیہ کسی پرش کو اس طرح پراپت ہو جیسے لتا برکھش کو۔ تم پرش کے ساتھ سندر کلیان کرنے والی سمتی کرو۔ جس سے پرسپر سکھ کی بردھی۔ اور دوکھہ کا ناش ہو۔ (اس منتر کا ایسا ہی اور اسکے قریب قریب

ترجمہ نروکت کارنے کیا ہے۔ (دیکھو نروکت ادھیاء ۱۱ پاد ۳ کھنڈ ۱۳)

अन्यमेवहित्वं यम्यन्यस्त्वां परिष्वङ्क्ष्यतेलिबुजेववृक्षं तस्यवां त्वंमनइच्छ स्वा तवाधानेन कुरुष्वसंविदं सुभद्रां कल्याणभद्रां यमीयमं चकमेतं प्रत्याचचक्षेत्याख्यानम्॥

नि० अ० ११ पा ३ खं० १३

جسکا ترجمہ یہہ ہے۔ ہے یمی تو دوسرے کو پراپت ہو اور تجھ سے دوسرا ہی سمبندھ کرے۔ جیسی لتا پکھش کی ویسے تو اُسکے من کی اچھیا کر وہی تیری وہار اسمے تیرے گیان کو رکھے۔ وہی تیرے کو سوبھدرا دکلیان والی اکرے۔

یمی یعنی اُوشا۔ یم یعنی دن کو پرکاشت کرتے ہوئے اس اوشا کو وقت کے گزر جانے پر دن منع کرتا ہے۔

اب ہم پادری صاحب کے بقیہ اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں

۱۔ پادری۔ ہم جانتے ہیں کہ پنڈت دیانند جی کا نیوگ سے کیا مطلب ہے یعنی جب کسی شوہر اور بیوی کی اولاد نہ ہوتی ہو۔ تو اُن دونوں میں سے جو نربل (ناقابل) نہیں ہے۔ سنتان پیدا کرنے کی نیت سے کسی پُرش کے سنگ پرسنگ کرے۔

آریہ۔ سوامی جی کا یہہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ لکھتے ہیں "بواہ وانیوگ سنتانوں کے ہی ارتھ کئے جاتے ہیں۔ پشووت کام کریڑا کے لیئے نہیں (صفحہ ۱۱۹ سطر ۹)

اور جیتے جی نیوگ یا پنربواہ جو کہا ہے۔ اسکا یہہ مطلب ہے۔ "کہ استری اہی جب روگ آدی دوشوں سے گرہست ہو کر سنتان اُتپتی میں اسمرتھ ہووے۔ تب

اپنے پتی کو آ گیا دیوے کہ ہے سوامی آپ سنتان اُتپتی کی اچھیا سے مجھ کو چھوڑ کر کسی دوسری ودھوا استری سے نیوگ کر کے سنتان اُتپتی کیجیے (صفحہ ۱۱۹ سطر ۲) پس یہہ جیتی جی نیوگ صرف سخت مریض ہو جانے یا مریض کے ساتھ غلطی سے بیاہ ہو جانے کے سبب سے ہے۔ ساری دُنیا مسیح یا سوامی دیانند جی کی طرح جتی نہیں رہ سکتے۔ لاکھوں عورتیں اپنے مریض خاوندوں کی خدمت کرنے کو پرم دہرم سمجھتی ہیں۔ اور ایسے ہی لاکھوں مرد بھی۔ پس یہہ حکم وید مقدس کا اُنکے واسطے نہیں ہے۔ یہہ تو صرف آپت کال کا دہرم ہے جب وہ خاوند کی شرم میں نہ رہ سکے۔ یا خاوند استری کی شرم میں نہ رہ سکے یعنی جب پتی استری برت دہرم اور جب استری پتی برت دہرم کو نہ پالن کر سکے تب ضرور ہے کہ سب اہل برادری کے سامنے بشکل شادی کے دوسرا بیاہ یا نیوگ کر لے۔

—۲— پادری— میرا یہہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ویدوں میں کوئی بے شرمی کی تعلیم موجود نہیں۔ بلکہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ اُن میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں۔

آریہ۔ جناب من۔ یہہ صرف آپکی بائیبلی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ورنہ وید مقدس میں معاذاللہ ہرگز ہرگز کوئی بے شرمی کی تعلیم نہیں ہے۔ البتہ صدہا بے شرمی اور بد خلاقی اور بدتہذیبی کی باتیں آپ کی ہولی بائیبل میں موجود ہیں۔ دیکھو مندرجہ ذیل نبیوں کے حالات مقامات ذیل ہیں۔

ابرہیم نبی کا اپنی ہمشیرہ سے شادی کرنا (پیدائش $\frac{۱۲}{۱۹و۱۳}$ و $\frac{۲۰}{۱۲}$)

داؤد نبی کی زناکاری (۲ سموئیل $\frac{۱۱}{۵-۱}$)

داؤد نبی کے بیٹے کا اپنی بہن سے زنا مفصل دیکھو (۲ سموئیل ۱۳/۱۴)

داؤد نبی کے بیٹے ابی سلوم کا اپنے باپ کی عورت سے زنا (۲ سموئیل ۱۶/۲۲)

لوط نبی کا اپنی دو نوجوان بیٹیوں سے زنا اور شراب نوشی (پیدایش ۱۹/۳۰-۳۷)

یعقوب نبی کا فریب سے پیغمبری حاصل کرنا (پیدایش باب ۲۷ کل)

مساۃ تمر کا اپنی سسر یہوداہ سے زنا کرانا۔ (پیدایش ۳۷/۱۲-۲۴)

خدا کا موسیٰ کو فریب سکھلانا۔ (خروج ۱۱/۲)

سلیمان نبی غزل الغزلات میں کہتا ہے "اے میری بوا میری زوجہ تو نے میرا دل غارت کیا۔ اے میری بہن میری زوجہ تیرا عشق کیا خوب ہے" باب ۴/۹-۱۰ اسکے ساتھ ہی دیکھو (یشعیاہ ۳/۱۶ و ۱۷ و ۴۸/۴ واقرنتیون ۵/۱ و ۲ و ۷/۳۶)

اب اخیر میں بائیبل کے خدا کا ایک اخلاقی حکم بھی درج کرتا ہوں اور اسکا آپ ہی کو منصف بناتا ہوں۔

کتاب استثنا میں موسیٰ کو خدا حکم دیتا ہے "اور جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا انکو تیرے ہاتھوں میں گرفتار کرے۔ اور تو انھیں اسیر کر لائے۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسسے چاہے کہ تو اسی اپنی جورو بناوے۔ تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اسکا سر منڈوا۔ اور ناخن کٹوا۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اوتارے اور تیرے گھر رہے۔ اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ما کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس کے تو اسکے ساتھ خلوت کر اور اسکا خصم بن۔ اور وہ تیری جورو بنے۔ بعد اسکے اگر تو اسسے خوشوقت نہ ہو۔ تو جہاں وہ چاہے۔ اسے جانے دے۔

(۱۲ / ۱۰-۱۴) افسوس صد ہزار افسوس ایسے برہم زائی اخلاق اور زناکاری کے حکم خدا کے ذمہ لگائے گئے - !!!

—۴— پادری — یہہ تعلیم ویدوں کے سرٹیفیکیٹ کا یکتا اور لاثانی فخر پنڈت دیانند جی بانی سبھائی آریہ سماج نے ہی حاصل کیا ہے -

آریہ — ایسا ہرگز نہیں - بلکہ سوامی جی کا تو اعتقاد یہی ہے - جیسا کہ اُنھوں نے خود وید بھاش کے انک ۱ میں لکھا ہے - "سب کو ودت ہو کہ جو جو باتیں ویدوں کی اور ان کے انوکول ہیں اُنکو میں مانتا ہوں - ورودھ باتوں کو نہیں - اس سے جو جو میرے بنائے ستیارتھ پرکاش وا سنسکار ودھی آدی گرنتھوں میں گرہیہ سوتر و منو سمرتی آدی پُستکوں کے بچن بہت سے لکھے ہیں - وے ان ان گرنتھوں کے متوں کو جتانے کے لیئے لکھے ہیں انہیں سے ویدارتھ کے انوکول کا ساکھشی دتہ پرمان اور ورودھ کا اپرمان مانتا ہوں - جو جو بات ویدارتھ سے نکلتی ہے - ان سب کو پرمان کرتا ہوں کیونکہ وید ایشور واکیہ (کلام الہی) ہونے سے سرو تا مجھہ کو مانیہ ہے" ایسا ہی (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۸۰)

جناب پادری صاحب ہم نے آپ کو صرف مسئلہ نیوگ کا جیسا کہ ویدوں اور خاص کر اس سکت میں ہے - وہ بتلا دیا - اور جیسا سوامی جی مہاراج نے لکھا ہے - اسی طرح آریہ سماج کا بھی اصول ہے - "وید ست ودیاؤں کا پستک ہے وید کا پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا سب آریوں کا پرم دہرم ہے" آریہ سماج سوامی جی کو رسول یا نبی یا اوتار یا ابن اللہ نہیں مانتا - بلکہ ست دہرم پرچارک اور ریفارمر مانتا ہے - ہم وید کے انوکول انکی باتوں کو جو تمام ترمعقول ہیں - ہم مانتے ہیں -

—۵— پادری — گویا اس جگہہ وہ جان بوجھہ کر جھوٹ بولتے ہیں - میں پورے

دعوی کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پنڈت دیانند کو معلوم تھا کہ بات کرنیوالا یم ہے پس یہہ جھوٹ کس قدر خوفناک ہے کہ جسکے وہ مجرم ٹھہر سکتے ہیں۔ ہاں خوفناک ہے اسلیئے کہ وہ صاف طور پر ایک ایسی کتاب کے برخلاف جھوٹ بولتے ہیں۔ کہ جسے وہ الہامی مانتے ہیں اور جسکے الہامی ہونے کی وہ منادی کرتے ہیں۔

آریہ۔ سوامی جی نے جو کچھ لکھا۔ انہوں نے اپنے آتما میں رشیوں کی رائے اور علمیت کیمطابق راست سمجھ کر لکھا۔ جیساکہ انھوں نے ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں بھی بیان کردیا۔ انکی آزادی۔ دلیری۔ مستقل مزاجی اور صداقت پسندی کی شہادتیں ہزاروں موجود ہیں۔ مگر ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ آپکے خداوند مسیح صاحب پر یہہ سارے الفاظ عاید ہوتے ہیں۔ نہ کہ سوامی جی پر۔

پہلا جھوٹھ "اور یسوع نے اُس سے کہا کہ لومڑیوں کے لیئے مانْدیں اور ہوا کی پرندوں کیواسطے بسیرے ہیں پر ابن آدم کے لیئے جگہ نہیں" (متی ۸:۲۰) اسکا بطلان یوحنا ۱:۲۹ سے ہوتا ہے۔

دوسرا جھوٹھ۔ متی ۱۲:۴۰ تین رات تین دن رہنے کا اقبال ہے مرقس ۱۵:۴۲ بروز جمعہ شام کے وقت دفن ہوئے ہے۔ متی ۲۸:۱ اتوار علی الصبح قبر سے لاش غایب ہوئی اِس حساب سے دو رات اور ایک دن قبر میں رہے۔

تیسرا جھوٹھ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتا دیکھ نہ لیں موت

کا مزہ نہ چکھیں گے - متی ۱۶/۲۸ -

چوتھا جھوٹھ - لوقا ۴۳/۲۳ میں اُسی روز بہشت میں جانیکا وعدہ ہے مگر خط اول پطرس ۱۹/۳ کے حوالے سے ظاہر ہوتا ہے - کہ وہ بہشت میں نہیں گیا - بلکہ دوزخ میں گیا جیساکہ کتاب حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۰۶ سطر ۱۴ میں پادری فانڈر صاحب نے بھی اسکا اقبال کیا ہے - پس صاف ظاہر ہے کہ مسیح اُس وقت سے تین رات اور تین روز دوزخ میں رہا - اور اعمال ۳/۱ سے ظاہر ہے کہ وہ چالیس روز تک زمین پر رہا - پس ۴۳ روز تک مسیح کو بہشت نصیب نہیں ہوا اور نہ اُس چور کو یہہ بائیبل کے خدا کا ایک بڑا جھوٹ ہے -

مسیح کا پانچواں جھوٹھ بھی ہم لکھہ دیتے - مگر چونکہ انجیلیں چار ہیں - اسواسطے ہم بھی چار ہی پر قناعت کرتے ہیں - اگر آپ اور دیکھنا چاہیں تو ہمارے بنائے ہوئے کرسچین ست درپن صفحہ ۴۲ دیکھ لیں - سوامی جی نے تو اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی جھوٹھ نہیں بولا - مگر مسیح رسول اور الہامی نے ضرور بولا - غور سے دیکھو متی ۱/۱۲ و ۱/۱۵ و ۱/۲۴ و ۲۷/۹ -

۱۲ - پادری - پنڈت دیانند اپنے زمانہ میں ویدوں کے نہایت ہی خوفناک دشمن تھے -

آریہ - جب آپکے اعتراض باطل ہو گئے - اور ہم اُنکی تردید کر چکے تو پنڈت دیانند جی اپنے زمانہ کے نہایت ہی خوفناک دشمن نہ رہے - بلکہ سب سے زیادہ ویدِ دھرم پرچارک اور وید ارتھ پرکاشک ست ست کے حامی ثابت ہو گئے - یہہ صرف ہماری ہی رائے نہیں - بلکہ آپکے پادری الیف ایل نیلڈ صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے -

ء سوامی دیانند سرسوتی کے پھرنے اور گفتگو کرنے سے یہہ ہوا کہ انہوں نے ویدی

عابدوں کو جو کہ سکار ہیں اور گیان کو سچے دل سے تحقیق نہیں کرتے ہیں۔ شرمندہ کیا اور ہزارہا سال سے جو پراچین دھرم بطور معدوم کے ہو گیا تھا۔ اُسکو روشنی میں لاکر ہندوستان کے حوالہ کیا۔ (دیکھو اُنکی سالانہ رپورٹ) اسیطرح ایک یوروپین صاحب فرماتے ہیں۔ "پانچ برس سے ایک شخص جسکی علمیت وفضیلت میں ذرا جائے کلام نہیں اس دیش میں ظاہر ہوا ہے۔ وہ شہر بہ شہر پھرتا اور ویدوں کے احکامات کا اپدیش کرتا ہے۔ جنہیں ایک پرمیشور کی اوپاسنا کی ہدایت ہے۔ اور اوروں کی ممانعت۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس نے ثابت کر دیا۔ کہ رسم ستی اور بت پرستی و دیگر رسوم قبیحہ جو پورانوں میں درج اور خود غرض پوجاریوں کی ایجاد۔ وید کے منشا کے بالکل خلاف ہیں" (اخبار پانیر الہ آباد ۳۰۔ دسمبر ۱۸۷۹ء) مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۴۲۹ و ۴۳۰)

--۸--۹ و ۱۱-- پادری-- تیرھویں منتر میں یم سنادی ہے۔ وہاں لکھا ہے آدیم۔ اور چودھویں پد میں یمی بھی سنادی ہے۔ یعنی اے یمی آ یہہ ہرزہ آخری منتر کی تشریح سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے منادے کے یہاں اور کچھ نہیں بن سکتا۔ پس یہہ بات چیت کرنیوالوں کے صاف نام ہیں . . . اب اگر اسکے بعد کوئی بھی یم اور یمی کے رشتہ دار ہونے کی نسبت شک کرے۔ اور جھگڑنے لگے تو اُس کے بیوقوف ہونے میں کیا شک ہے۔

آریہ۔ ہم نے نہایت واضح دلائل سے اور صحیح پرمانوں سے ثابت کر دیا ہے کہ یم نیم کرنے والے پرش کے اور یمی نیم کرنے والی استری کے معنی ہیں۔ اور دن اور رات یا دن اور اوشا کا اِن تمام منتروں میں النکار یعنی استعارہ ہے۔ کوئی قصہ کہانی نہیں۔ یہاں پرماتما نے نظائر قدرت سے اپدیش دیا ہے۔ فارسی زبان میں

ایک محاورہ ہو۔ درتہ انگو ہیم دیوار توگوش کن۔ اور ایسی ہی ایک اور محاورہ ہے
کہ یک گفت احسن یک گفت زہ۔ دفعتاً گفت گیر و قدر گفت بہ۔ اور ایسا ہی بائبل
میں بھی محاورہ ہو۔ آسمان خوشی کرے اور زمین شادیانہ بجاوے۔ تو سمندر کے درمیان
جو کو سکونت کرتا ہے۔ سمندر جس سمیت جو اس میں بھرا ہے شور مچاوے۔ میدان
بھی ان سب سمیت جو اس میں ہیں باغ باغ ہو جاوے۔ تب بن کے سارے
درخت خداوند کے حضور گاوینگے۔ (۱۔ تاریخ ۱۶/۳۱-۳۳) اور (زبور ۱۹/۱-۶)
اے پہاڑو اپنی صدا اونچی کرو۔ اور اے ابدی دروازو اونچے ہو۔ اسی طرح زبور
۲۴/۷-۹ و ۹۸/۸ و ۱۱۴/۴-۶ و ۱۴۸/۹-۱۰ اور یشعیاہ ۴۴/۲۳ و یرمیاہ ۴/۲۳-۲۸ میں دیکھو بہت
سی بیجان چیزیں منادی بنائی گئی ہیں۔ جو سمجھانیکا ایک طریقہ ہو۔ جس سے
مطلب صرف نصیحت یا اچھے کام کی ترغیب یا بدی سے نفرت کرانا ہو۔ یہی حال یم اور
یمی کے مضمون یا دن اور رات کے مضمون سے ہے۔ اور یہی مطلب دیو۔ اسر
سنگرام۔ یا سورج اور بادل کے جنگ سے ہے۔ پس ہمکو بقول آپ کے
کہنا پڑا کہ اگر اس کے بعد بھی کوئی اس استعارہ اور محاورہ کو نہ سمجھ کر یم اور
یمی کو بھائی بہن یا حقیقی رشتہ دار سمجھے یا وید میں درحقیقت کہانی سمجھے اور
آریوں سے جھگڑنے لگے تو اس کے پرلے درجہ کے بیوقوف ہونے میں
کیا شک ہو؟ ہرگز نہیں۔

لاہوری پیغمبر مسٹر شیو نرائن کی نقلی غلطیاں اور انکی علمیت کا نمونہ

۱۰۔ ۱۱۔ باہویں منتر میں یم اس سے ہم بستری کا تعلق پیدا کرنے سے
انکار کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ہم بستری کی نیت سے اپنی بہن (سو اسرم) کے پاس

جاتا ہے۔ اُسے نیہیت (नैऋत) پاپی کہتے ہیں۔ اور اس پد کے اخیر
میں وہ کہتا ہے۔ اے خوبصورت تیرا بھائی اس کام کے لائق نہیں (ناتے
بھرتا سجایا وشٹے تت
(नीते भ्राता समायाव ष्टेतत्)

آریہ۔ یہ بالکل غلط ہے اور آپ کی علمیت کی شہادت کیونکہ اس منتر میں
نہ تو نیہیت شبد ہے۔ اور نہ نیہیت کا ارتھ پاپی ہے۔ اور نہ ایسے سنسکرت میں موجود
ہے۔ اِس منتر میں لفظ (پاپم) جدا موجود ہے۔ جسکا ترجمہ پاپی ہے۔ ہم آپ کی
سنسکرت فہمی کی مہارت سمجھہ گئے۔ آپ نے (چونکہ خود نہیں پڑھ سکتے یا نہیں
سمجھہ سکے) لفظ نکچھات निऋत کو نیہیت سمجھا۔ جسکا ترجمہ سنجوگ کرنا
ہے۔ اور اپنے خیال سے اُسکا ارتھ پاپی بنا لیا۔ باقی کا سنسکرت کا ٹکڑہ بھی
آپ نے بالکل اشدہ لکھا۔ وہ صحیح یوں ہے
नेत भ्राता सुभगे व ष्टेतत् = (نہ تے بھرتا سوبھگے وشٹے تت) اِس کا ترجمہ بھی آپ نے بالکل
اشدہ کیا۔ کیا ایسی لیاقت پر فاضل اجل سوامی دیانند جی سے ہم پلہ ہونے
کا ارادہ کرتے ہیں اور ایسی لیاقت پر وید منتروں کا ... کرنے لگے تھے۔
صفحہ ۷ سطر ۱۳ میں آپنے شُنت پتہہ کو ست پتھہ لکھا۔ کیوں نہو۔ آپ نام خدا
سنسکرت کی لیاقت کی طرح اگنی ہوتری بھی ہیں۔ اصل بات یہہ ہے کہ آپ
حق ناحق آریہ سماج کی مخالف کر دوست اور آریہ سماج کے دوست کے ذاتی
دشمن ہیں۔ پادری صاحب نے اپنے ٹریکٹ کا نام رکھا نیوگ کھنڈن اور آپنے
دہ بالا یا زدہ اپنی نقل کا نام پنڈت دیانند کا جھوٹھ اور اُنکی گناہ آلودہ تعلیم
رکھا۔ اور ترجمہ میں بھی جہاں مصالحہ کم تھا وہاں اور نون مرچ اپنے مطبخ سے
چھڑکدیا۔ سعدی نے سچ کہا ہے ؎ تو آنکہ نیاز ارم اندرون کسے۔

حسود را چہ کنم کوز خود برنج درست ۔

۱۰۔ آئندہ ایک خون کے رشتہ دار اجمی آپسمیں وہ برتاؤ کیا کریں گے۔ کہ جو انکیلیں اس قسم کی رشتہ داری کے شایاں نہیں ہو (بحوالہ منتر ۱۰)

آریہ۔ اس منتر میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ آپکو سنسکرت نہ جاننے کے سبب اور پادری صاحب کو سائین اچارج کے ترجمہ سے وہم کھا ہوا۔ وہاں صاف یہہ الفاظ پڑے ہوئے ہیں۔

उपबर्बृहि वृषभाय बाहुमन्य मिच्छस्व सुभगे पतिमत्त

اور ایسا ہی ایکا ترجمہ نرد کت کار نے بھی کیا ہے۔ جو ہم نے منتروں کے ترجمہ میں درج کر دیا۔ پس اس منتر میں نیوگ یا پنر واہ کا وشئے ہے جو آپت کال کا دہرم ہے۔ آپکے بیہودہ خیال کا اس سے کچھہ تعلق نہیں۔

اب ہم سائن آچارج کی اظہر من الشمس غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں

اگرچہ خود یورپین فضلا کا بھی خیال ہے۔ کہ سائین نے کہیں کہیں غلطی کی ہے۔ جیساکہ تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۱۶۸ سے ۱۷۵ تک مشرح درج ہیں۔ مگر اس سکت میں خاص خاص موٹی غلطیاں اُن سے واقعہ ہوئی ہیں۔

منتر ۱۔ اس کے آغاز میں سائین اچارج نے ایک طبعزاد کہانی یم اور یمی کی داخل کی جو اسکی جان بوجھہ کر مغالطہ دہی ہے۔ اور پورانوں کے روی قصوں کا نتیجہ ہے۔ منتر یا سکت سے اسکا کوئی علاقہ نہیں۔

منتر ۲ - میں اُس نے اپنی طبعزاد کہانی کے سدہ کرنے کے واسطے سلکشنا کا ارتھ بالکل غلط کیا ہے - یعنی (समानयोनिलक्षणा) مگر اُس کا یہہ ارتھ نہیں ہے - اُسکا ارتھ سمان لکھشن یا اچھے لکھشن والی کا ہے - اور विषुरूपा کا ارتھ بھگنی کیا ہے - حالانکہ اُسکا ارتھ خوب صورت ہے -

منتر ۳ - میں جب سایَن سے کچھہ ارتھ نہیں بن سکا تو کپول کلپت ایک جھوٹی کہانی برھما کا بیٹی اور بہن سے بیچار کی کتھا بلا ثبوت گھڑ کر دھر دی - جسکا وید منتر سے کوئی اور کسی طرح کا تعلق نہیں -

منتر ۴ - میں بھی سایَن نے بلا سبب بلا وجہ اور بلا ثبوت پرجاپتی کی کہانی جوڑ دی تاکہ وہ کسی طرح اپنا نامعقول ارتھ کر سکے اور یم اور یمی کی کہانی کی بنیاد رکھی اور ایسی ہی فضول کوشش منتر ۵ میں بھی کی -

منتر ۶ - میں ویچیا नीच्या کا ارتھ نرگ کیا ہے جو بالکل غلط ہے - اور کہیں بھی اسکا پرمان نہیں ملتا - مگر اُس کو تو اپنا قصہ بنانے سے مطلب تھا - نہ کہ وید ارتھ سے - ویچیا کا ارتھ تیز نگاہ ہے - دیکھو (اُنادی کوش ۴ - ۷۲) اور اسی طرح امرکوش (کانڈ ۱ ورگ ۱۰ اشلوک ۵)

ہمکو بڑا افسوس ہے کہ یاسک منی نے تو اپنے نروکت میں اس سکت کے تین منتر نمبر ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ کی تفسیر کر دی - جیسا کہ ہم ترجمہ میں درج بھی کر چکے - چونکہ وہ سایَن اچارج کے بام مارگ والی طبیعت کے سخت مخالف تھے - اسواسطے ان کو بالکل درج نہیں کیا اور نہ اُن کا حوالہ دیا - جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ وید مقدس کا طبعزاد کپول کلپت مہا پورانوں کی کہانیوں کے ماتحت ارتھ کرنا چاہتے تھے - ورنہ مشل سوامی جی مہاراج کے ایسی ضروری موقعہ پر نروکت کا ضرور پرمان پیش

کرتے۔ مگر انھوں نے نہیں کیا۔ پس انکی نیت اور انکا انصاف اور سچائی سب
لوگ اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

پادری صاحب کی علمی غلطیاں

۱-۲- پادری - وہ بھوگ سکتا دیتا ہے کہ سنتان پرش کی استری
اپنے پتی کے جیتے جی دوسرے دوا ہت پرش کی سنگ بھوگ کرے۔

آریہ - یہ آپکی بڑی بھاری غلطی ہے۔ سوامی جی نے ایسا نہیں لکھا۔ بلکہ وہ
تو کہتے ہیں کہ جسکی استری وا پرش مر جاتا ہے۔ اونھیں کا نیوگ ہوتا ہے۔ کمار کماری
کا نہیں (صفحہ ۱۱۴) مطلب کہ نیوگ رانڈ استری اور رنڈوے مرد کا ہو سکتا ہے
استری والے پرش۔ اور پرش والی استری کا نہیں۔ اور وہ بیاہ کی طرح نیم پوربک ہوتا
ہے۔ نہ کہ بائبل کے حکموں کی طرح صرف خلوت۔

۳- پادری - اپنی سمجھ یمج یَمَج بھگنی ہی سے سن بھاشن کرتا ہے۔
مگر دیانند سمجھ بوجھ کر متھیا بولتا اور پاپ کا بھاگی بنتا ہے۔

آریہ - یہ لفظ آپنے صفحہ ۳ میں تین مرتبہ اور کل میں ۴ مرتبہ لکھا ہے۔ پر یمج لفظ کے
معنی بھگنی نہیں ہے۔ بلکہ بیٹی کے ہیں۔ آپکی علمی لیاقت اسی سے ظاہر ہے
یمج کا ارتھ اس پرکار ہوتا ہے۔

(यमाज्जायते ति यमज)

اسی طرح जलज یعنی جل سے اتپن ہونیوالا کمل ہے۔ اور وید کے منتروں میں یہ
لفظ نہیں ہے۔ افسوس اس لیاقت۔ سوامی جی پر اعتراض۔ اب بتلایئے متھیا
بولنے کا پاپ کسکو ہے۔ اور اسکا بھاگی کون بنا سوامی جی یا آپ۔

۴- پادری - نرکت ۱-۱۲-۱۳ میں پدم اکا یہ ورنن کرتا ہے۔

यमी यमंचकमेताम् प्रत्याचचक्ष

ارتھات یمی نے یم کے سنگ بھوگ کرنا چاہا۔ اس نے اسویکار کیا یہہ ساکشات ہے
اسمیں نربل پتی کا کہاں ورنن ہے۔

آریہ۔ اس سے بھی آپ کی لیاقت ظاہر ہے۔ کسی لالچی پوپ جی سے ایسا ارتھ
کرا لیا ہوا ہوگا۔ مگر یہہ ارتھ اس کا ہرگز نہیں ہے۔ سُنیئے اس کا اصل ارتھ یہہ ہے
رات یا اوشا نے دن کی اچھیا کی۔ دن نے منع کیا۔ مگر یہاں نربل تو نہیں نربل
لفظ موجود ہے۔ دیکھو منتر ۱۲ لیکن ہاں وہ مضمون منتر ۱۰ تک ختم ہو گیا۔ ان منتروں
میں دوسرا مضمون ہے۔ جس سے کوئی کسی طرح کا اعتراض عاید نہیں ہو سکتا البتہ آپکی
لیاقت خوب ظاہر ہو رہی ہے۔

—۵— پادری — دوسرے پد میں یم یمی کو اپنی سلکھشنا کہتا ہے۔ ارتھات گبھنی۔

آریہ — اسے ۵ تک یم یمی کا لفظ نہیں ہے۔ اور نہ سلکھشنا کا ارتھ رشتہ دار
یا بہن ہے۔ آپ نے سایَن کے بھاشیہ کو بھی نہیں سمجھا۔ یہہ آپکی علمی غلطی ہے۔

—۵— پادری — چوتھے پد میں یوں لکھا ہے۔ گندھرب اور اسکی اپسرا پتنی اُنسے
ہم دونوں کی اُتپتی ہوئی ہے۔ اس کارن ہم پرم جامی ارتھات سگوتر ہیں۔

آریہ — اسکا ایسا ارتھ نہیں ہے۔ اصل ارتھ ہم نے لکھدیا ہے۔ اور اس کے
غلط ہونیکی ایک دلیل یہہ بھی ہے۔ کہ اگر یہی ارتھ ہو تو وہ دیوسونت کی اولاد نہ ہے
بلکہ گندھرب کی ہو گئے۔ جو بالکل باطل ہے۔ حالانکہ یہہ ارتھ آپکے اور سایَن
دونوں کے مخالف ہی نہیں۔ بلکہ نادانی کا ثبوت ہے۔ وید کے ان منتروں میں اپسرا شبد
نہیں ہے۔

—۶— پادری — دسویں پد میں یم اُتر دیتا ہے۔ यत्रजामयः یعنی

ابھی سے سگوپر لوگ وہ کرم کریں گے جو گوتر دہرم کا یوگ ہے۔

آریہ۔ ناظرین ہم نے آج تک ہد پہ کا ارتھ ابھی سے کہیں سُنا اور نہ کسی پستک میں پڑھا۔ بلکہ اس کا ارتھ صاف ہے۔ جہاں۔ جس جگہ۔ اور جیسا پس ارتھ ہوا۔ کہ جب اور جہاں کُل بدھو۔ برے کاموں کی طرف جھکنے لگیں تب یوگ کرنا چاہیئے۔ پس اس سے پادری صاحب کی لیاقت صاف ظاہر ہوگئی وہ خواہ مخواہ شہیدوں میں داخل ہونا یا پانچوں سواروں میں شریک ہونے کے خواہشمند ہیں ورنہ اصل بات یہی ہے کہ آپکے اعتراض پایہ صداقت سے بالکل گرے ہوئے ہیں۔ وہ تعصب کے سبب حق سے مخالفت کرتے ہیں نہ کہ صداقت سے۔

۷۔ پادری۔ دیانند کا یوگ شیش گورودت اپنے سوامی جی کے وشئے میں کہتا ہے۔ کہ وہ اپنے سمے کا ایک ہی پنڈت ہے۔ ورنہ میں اسکو بھی ماننے پر تیار ہوں۔ ارتھات اس کارن سے کہ دیانند نے وید کا متھیا انوواد کر کے ایشیر ایسے اتینت الوچت شکھیا کا دوش لگایا ہے۔ وہی دیانند اپنے سمے میں ویدکا سب سے مہان شترو ٹھہرا ہے۔

آریہ۔ ناظرین! مرحوم فاضل پنڈت گورودت ایم اے جن کی سنسکرت لیاقت اور ویدودانی کے مخالف و موافق قائل ہیں۔ جن کی ویدک میگزین اور اپ نشد بھاشہ انکی تحقیقات حقہ و فضیلت کے شاہد ہیں۔ وہ تو سوامی جی کو اپنے سمے کا ایک ہی ویدک پنڈت مانتے ہیں۔ اور اسی طرح مشہور و معروف سنسکرت دان پنڈت شام جی کرشن ورما و پنڈت بھیم سین جی شرما و پنڈت دیودت جی و پنڈت ٹھاکر دت آچاریہ و پنڈت جوالا پرشاد جی شاستری و پنڈت آریہ منی جی وغیرہ صدہا پنڈت اور نامی گرامی فاضل تو سوامی جی کو اودتی فاضل اور وید دہرم کا حامی مانتے ہیں

مگر پادری ٹی ولیمس صاحب جنکو معمولی بھاشا پڑھنے کے سوائے سنسکرت کی ذرا بھی لیاقت نہیں۔ وہ سوامی جی کو دیدوں کا مہاشترو ٹھہراتے ہیں کیونکہ پادری صاحبان کو جیسا کہ سوامی جی کے وجود سراپا جود سے بہت نقصان پہونچا۔ اُنکے چیلے مونڈ نے کم ہو گئے۔ ہزاروں آدمی دین عیسوی کو ہاتھ دھو بیٹھے۔ پتت کر آریہ دھرم میں شامل ہو گئے۔ آریہ سماج کے چھوٹے چھوٹے ہونہار ودیارتھی پادریوں کو ہنگام مباحثہ میلوں گزرگاہوں بازاروں میں سخت لاجواب کیے دیتے ہیں۔ اُن کو ہر طرح اور سب طرف مایوسی کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا۔ اب لاچاری سے سراسیمہ ہوکر عوض اس کے کہ عیسوی دین کا ثبوت دیں۔ یا عقدہ لاانحل تثلیث کی گرہ کھولیں یا بائبل کو الہامی ثابت کریں۔ یا اُسکی تعلیم کی خوبی جتلا دیں۔ یا اُس کے نبیوں کی بدچلنی کا جواب دیں۔ اُلٹے لوگوں کو مشتبہ کر کے گھبرانا چاہتے ہیں کہ سوامی دیانند وید کے دشمن تھے۔ نہیں بلکہ مہاشترو۔ قربان ایسی سمجھ کے۔ سوامی جی وید کے دشمن بلکہ مہا دشمن اور پادری صاحبان وید کے دوست اور حامی۔ خبرک اللہ۔ اگر سوامی جی دشمن ہیں۔ اگر دیانند وید کے شترو ہیں۔ تو ایسا شترو مہاشترو سبکو ہزار بار مبارک ہو۔ جس نے ہمکو پادری صاحبان کے جال سے چھوڑایا۔ جسنے پوپوں کے پھندے سے بچایا۔ جس نے وام مارگ کے اندھکار کو مٹایا۔ جس نے بت پرستی مخلوق پرستی۔ تثلیث پرستی اور قبور پرستی کی خرابی کو سمجھایا۔ اور گمراہان متلاطم جہالت کو راہ راست دکھایا۔ اور صداقت اور حقانیت کے چشمہ پر پہنچایا۔ نہیں نہیں معرفت الہی کا جام پلایا۔ اور آئندہ کیواسطے صراط المستقیم بتلایا۔ وہ ہمارا شترو اور پادری صاحبان دوست۔ بھائیو باڑ کھیتی کو کھاتی ہے۔

مگر بکری اور گدھے بچاتے ہیں۔ نازم بایں دانش۔
پادری صاحبان! ہم آپ کے حیلے حوالوں بلکہ سب چالوں سے من عن واقف ہو گئے۔ اب ہم آپکے جال میں پھنس سکتے ہیں۔

کیونکہ
شغال مرغ کو بیضہ زریں نہاد
زمانہ بساط نو آئیں بفاد

اب آپ اُس لومڑی کی طرح جو نارسائی سے انگوروں کو تُرش کہہ کر ہاتھ ملتی ہے۔ افسوس کرتی رہیئے۔ بقول شخصے

کہ مرغ از قفس رفتہ نتواں گرفت

اب اخیر میں ہم بائبل کے رو سے بتلاتے ہیں کہ نیوگ موسائیوں اور عیسائیوں کے ہاں بھی جائز ہے۔

بھائی کے لیے نسل جاری کرنے کی شرع

حکم نیوگ۔ ۵ اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں۔ اور ایک اُن میں سے بے اولاد مر جاوے تو اُس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جاوے۔ بلکہ اُسکے شوہر کا بھائی اُس سے خلوت کرے اور اُسے اپنی جورو کرے۔ اور بھاوج کا حق اُسے ادا کرے۔ اور یوں ہوگا کہ اُسکا پہلوٹھا جو اُس سے پیدا ہو۔ تو اُس کے مرحوم بھائی کے نام پر قائم ہوگا۔ تاکہ اُسکا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جاوے (توریت استثناء $\frac{25}{5-6}$)

نیوگ نہ کرنے پر سزا۔ اور اگر وہ اپنی بھائی کی جورو لینا نہ چاہے۔ تو اُس مرحوم بھائی کی جورو دروازہ (پولس اسٹیشن) پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے کہ میرے شوہر کے

بھائی نے اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کیا۔ اور بھاوج کا حق ادا کرنا قبول نہیں کیا۔ تب اُس کے شہر کے بزرگ اُس مرد کو طلب کریں اور اُس سے گفتگو کریں۔ سو اگر وہ اِس بات پر قائم ہے اور کہے کہ میں نہیں چاہتا کہ اُسے لوں تو اُس کے بھائی کی جورو بزرگوں کے سامنے اُس کے نزدیک آوے اور اُسکے پاؤں سے جوتی نکالے اور اُسکے منہ پر تھوکے۔ اور جواب دے اور کہے کہ اُس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ بناوے یہی کیا جاوے گا۔ اور اسرائیل میں اُسکا نام یہہ رکھا جائے کہ یہہ اُس شخص کا گھر ہے جسکا جوتا اُتارا گیا۔ (استثناء ۲۵ باب ۶-۱۰)

اور پھر روت کی کتاب میں مسماۃ روت کا قصہ پڑھو۔ اور راخل اور لیاہ دو عورتوں کے حالات مطالعہ کرو۔ جنہوں نے بموجب حکم توریت کے نیوگ کیا یعنی روت کے شکم سے بوعز کے تخم سے عوبید نام لڑکا پیدا ہوا۔ جسکا پوتا داؤد نبی تھا۔ اور یسی کے خاندان سے بقول بائبل کے مسیح پیدا ہوا۔ (دیکھو روت کی کتاب ۴ باب ۲۲)

پادری ٹی جی اسکاٹ صاحب نے اپنی تفسیر متی میں اناجیل کا نسب نامہ لکھتے ہوئے صاف اقبال کیا ہے کہ مسیح کے بہت سے بزرگ صرف شرعی بیٹے یعنی نیوگ زادہ تھے جسکی تعین بہت دور صفحہ ۱۰ میں مفصل درج کیا ہے۔ پادری صاحب غور سے پڑھیں۔

Begin nothing without considering what the end may be.

قدم کو بڑھا کر نہ پیچھے ہٹانا
جو ہو مرد مردانگی کر دکھانا

نہ نفرت کرو اپنے تم بھائیوں سے — مسلمانوں سے اور عیسائیوں سے
محبت کرو اپنے ہمسائیوں سے — ہمیشہ بچو تم خود آرائیوں سے
اگر اس سے کم تم ذرا غافل نہیں ہو
تو اپنے ارادوں میں کامل نہیں ہو

بہ ظاہر ہے کل شے یہاں کی ہے فانی — نہیں رہتی دریا کی یکساں روانی
لگی رہتی ہر دم ہے یاں آنی جانی — مناسب ہے کچھ چھوڑ جاؤ نشانی
اگر وقت کی قدر دانی نہ ہوگی
تو آساں یہ پھر زندگانی نہ ہوگی

بفضل خدا تم سمجھدار بھی ہو — مروت میں یکتا ہو دیندار بھی ہو
ہزاروں سے بہتر ہو دیندار بھی ہو — کہاں تک زمانے میں ہشیار بھی ہو
ہر اک علم کے فن کے ماہر تمہیں ہو
عبادت میں بے مثل و طاہر تمہیں ہو

تمہیں آریوں کے لخت جگر ہو — تمہیں ماتا بھارت کے نور نظر ہو
تمہیں نخل دین کے شگفتہ ثمر ہو — تمہیں آریہ دھرم منڈل کے روشن قمر ہو
بھنور میں مصیبت کے ہے دھرم نیا
تمہیں نے سہارا ہی پار دکھایا

اندھیری ہے شب اور چلتی ہوا ہے — بھنور میں ہے کشتی و طوفان بپا ہے
عجب بیکسی چھا رہی برملا ہے — کدھر ہے کنارہ نہیں سوجھتا ہے

نگاہ دو ذرا دھرم بیڑے ڈس ہمارا
کہ مل جائے اس ڈوبتی کو کنارا

...رشیوں نے تعلیم جو ہم کو دی تھی — بہت اُپدیشوں کی دل میں تعظیم دی تھی
ہر اک علم و جوہر کی تفہیم دی تھی — ہر اک ملک و ملت کی تنظیم دی تھی

اُس انمول پونجی کو یکدم لُٹا کر
رہے ہاتھ مَلتے گڑھے میں سر کو جھکا کر

کبھی قوم میں جب ہے ادبار آتا — اَوِدیا کا بادل ہے رنگت جماتا
نہیں دھرم کا باقی رہتا ہے ناتا — اشبھ کرم میں مَن یہ ہتا ہو جاتا

فری ہو گئیں حالتیں ہم سبھوں کی
نہ باقی رہی انتہا ذلتوں کی —

کبھی کھو دیا اپنے ہاتھوں سے تم نے — گنوائی شرافت بھی گھاتوں سے تم نے
کیا ترک رشتہ اناتھوں سے تم نے — تعلق کیا اودیاتوں سے ...... تم نے

حریفان شاطر نے رنگت جما کر
لیا جیت شطرنج فرضی بچھا کر

بہت سوئے جاگو کہ کچھ اب بھی دن ہے — لڑکپن تو گزرا جوانی کا سن ہے
ابھی تک چڑھا سر پہ غفلت کا جن ہے — جگانا فرض وہ کا تم کو .... پرن ہے

نہیں وقت سونے کا باقی رہا ہے
اُٹھو آنکھ کھولو یہ کیا ہو رہا ہے

نہیں ہیں ٹھکانے سے پیارے تمہارے — ہیں گردش میں تارے ستارے تمہارے
تڑپتے ہیں جو تھے سہارے تمہارے — جو کل تک تھے آنکھوں کے تارے تمہارے

نہ روکا اُڑے جب وہ پرواز ہو کر
نہ پروا کی کچھ اُن کی بیدار ہو کر

یہ غفلت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے — تمہیں ہم سے کہدو کہ یہ طور کیا ہے۔
نہیں ہے یہ اپنوں پہ گر جور کیا ہے — اٹھو اور ملو سب سے اب غور کیا ہے۔

لگا لو کلیجہ سے ہمدرد ہو کر
کرو مردمی کچھ ذرہ مرد ہو کر

ذرا اپنے گاؤں کو بہیڑوں کو دیکھو — درندوں کو دیکھو لٹیروں کو دیکھو
جوانوں کو دیکھو ادھیڑوں کو دیکھو — سمندر کے جوش اور تھپیڑوں کو دیکھو

محافظ جو تھے بے خبر سو رہے ہیں
ہلاکو لٹیرے نڈر ہو رہے ہیں

زمانہ کی جو کچھ ہے حالت عیاں ہے — نہیں راز مخفی کوئی درمیان ہے۔
اٹھو نوجوانو دم امتحان ہے — تمہارے ہی سر پر یہ بار گران ہے

تمہارے ہی ہاتھوں یہ پالا رہے گا
کروگے جو کچھ کام بالا...... رہیگا

وہ کیا علم ہے جس کو تم نے نہ جانا — جگہ کون ہے جس کو تم نے نہ چھانا
نہ کس لوک میں تھا تمہارا ٹھکانا.... — تمہارا ہی قائل ہے سارا زمانا

بتاؤ کہ کب کس سے پیچھے رہے ہو
وہ کیا کام تھا جس میں بیٹھے رہے ہو

یہی عرض ہے مرج کی لو نہالو — قدم اپنے باہر گھروں سے نکالو
مچی دھوم دنیا کو سر پر اٹھا لو — ہر اک دیش میں اپنا سکہ جما لو

جہان کو ذرا اپنا کس بل دکھادو
سنبھل کر ذرا بازؤں کو ہلادو

مسدس ہذا نہایت ادب کے ساتھ اپنے
سرپرست معظم و مفخر روشن ضمیران - و
فیض رسان - عالمیان شری ۱۰۸ -
شری مہاتما منشی بھگوان پرشاد صاحب
روپ کلا انسپکٹر ڈپٹی انسپکٹر اسکول شری ایودھیا
واسی کی سیوا مین پیش کیا جاتا ہی -
"گر قبول افتد زہی عز و شرف"

مطبع بہار ہند لکھنؤ مین باہتمام منشی عبدالحمید پرنٹر چھپا اور
حکیم سرجو پرشاد نے فیض آباد سے شائع کیا

مہرشی دیانند کا مہتو

سب ہی شاستروں میں ستیہ کو پرم دھرم اور پرم برت مانا گیا ہے۔ سب ہی مذاہب ست کی پیروی کرو ستیہ کو حاصل کرو۔ اسکی منادی کر رہے ہیں۔ ستیہ کا جیون میں دھارن کرنا کچھ سہج نہیں۔ پانچوں یموں میں دوئم بہت ہی کٹھن ہیں وکٹ اس قسم کہ انکو پورن تپسوی ہی دھارن کرسکتا ہے۔ اُن دو میں بھی ستیہ سب سے وکٹ ہے۔ سینا پتی سے بڑے شورویر یودھا کا اپنے دیش کے لئے پران دینا جتنا تعریف کے قابل کام ہے۔ اُتنا ہی تعریف کے قابل کام ایک سچے براہمن کا ستیہ اپدیش کرنا ہے۔ ستیہ کا سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن ستیہ کیا ہے۔ یہ جاننا بھی اسکا موہنہ سے کہنا کتنا کٹھن برت ہے۔ سقراط نے زہر کا پیالہ پیکر اثبات کی شہادت دی کہ ستیہ کا کتھن کرنا کتنا کٹھن معمہ ہے۔ ہریش چندر مہاراجہ نے کن کن آفتوں کا سامنا ستیہ برتی ہونیکے لئے نہیں کیا؟ تلوار کی دھار پر چلنا جتنا کٹھن ہے۔ اُس سے بھی بڑھ کر بلا غرض آتما یا من میں جو ست وچار ہیں انکا پرگٹ کرنا کٹھن ہے۔ سوامی دیانند پونا نگر میں گئے۔ مورتی پوجا اور جل ستھل روپی تیرتھوں کا سچا روپ درشا کر ایشور اپاسنا اور ودیا بردھی کا مہتو درشایا۔ مورتی پوجا سے ایشور نہیں ملتا۔ اس ستیہ کا کہنا تھا کہ سوامی دیانند کے سوانگ بھرنے کا پورانک بھائیوں نے نشچہ کر لیا۔ اور جب مہرشی سوامی دیانند دیش رتن۔ آنریبل رانا ڈے مہودیہ کے سنگ شہر کے بازار سے سوار ہو کر گذر رہے تھے۔ تو ادھر ادھر سے کیچڑ اور اینٹوں کی برشا ستیہ وکتا ستیہ اپدیشک پر ہونے لگی۔ رانا ڈے کی جیونی جو انکی دھرم پتنی جی نے لکھی ہے۔ پڑھکر اور اُس بھاری اپمان کا درشیہ ورنن پڑھ کر جو مہرشی دیانند نے پونا میں برداشت کیا۔ سچ مچ پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے اور سرل آتما اشچریہ کے سمندر میں ڈوب جاتی ہے۔

اتنا کشٹ ایک ستیہ کے کہنے کیلئے دیانند اٹھا رہا ہے۔ وہ گالیاں جنکو یہاں دوہراتے ہوئے ہماری قلم لجت ہوتی ہے وہ دیانند پونا میں اسوقت سن رہا ہے۔ جبکہ اس نے ستیہ کے کہنے کیلئے زبان کھولی۔ بھارت تو کیا بھوگول بھر میں اس سمے ہمیں کوئی ایسا ستیہ برتی اس صدی میں نظر نہیں آتا جس نے رشی دیانند سے بڑھکر ستیہ کہنے کیلئے کشٹ اٹھایا ہو۔ انت کو ستیہ کا ہی اپدیش کرنے پر رشی کو جودھ پور میں وش دیا گیا۔ اور رشی نے جس شانت من سے پران تیاگے۔ اسکو کون نہیں جانتا۔ انکا اکھنڈ برہمچریہ۔ اُن کا یوگ بل انکی ایشور بھگتی ایک ماتر ان کو ستیہ برت کے پالن میں سہایتا دیتے تھے۔ ہم تیت بھارت ہندستان گمراہ اور مادہ پرست لوگوں کو اُس نے ستیہ مارگ درشا دیا۔ پر ہائے قسمت ہم ہیں۔ جو ابھی اس مارگ پر چلنے کے لئے خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایشور ہمیں بل دیں۔ کہ ہم کبھی تو جاگیں۔

انسان مکمل کیسے بن سکتا ہے؟

لیکچر سوامی سرودانندجی مہاراج

(جو اُنہوں نے آریہ ڈبیٹنگ کلب میرٹھ کے جلسہ گزشتہ پر دیا)

سجن سدگرہستیو۔

میں آج آپکے سامنے چند نصیحتیں پرگٹ کرنا چاہتا ہوں اگر وہ انسان کے جیون میں آ جائیں تو آدمی مکمل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ نصیحتیں مہاراجہ رام چندرجی کا ایک اُپدیش ہیں جو اُنہوں نے بھرت جی کو دیا تھا لیکن اچھے سے اچھے بھی اُپدیش کیوں نہ ہوں ملین ہردیوں میں اثر نہیں کرتے۔ سانکھ سوتر کہتا ہے کہ اُپدیش جس کھیت میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ منشیوں کے انتہ کرن کی بھومی ہے لیکن جو انتہ کرن ملین ہیں وہاں اُپدیش کا بیج نہیں اُگتا مثل مشہور ہے کہ راجہ اج جو اپنی استری کی موت سے شوکاتر ہو رہے تھے اُنکو وششٹ جی نے جو اُپدیش کیا وہ اُن پر کارگر نہیں ہو سکا۔ انتہ کرن کی غلاظت دور ہونے سے اُپدیش کا اثر من پر ہو سکتا ہے۔

انسان کا دھرم۔ انسان کا فرض اسکے پیچھے سایہ کی مانند ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے لیکن وہ سایہ روشنی میں نظر آتا ہے اور تاریکی میں پرتیت نہیں ہوتا۔ اس طرح سے جب انسان ودیا روپی روشنی میں کھڑا ہوتا ہے تب اُس کو اپنا دھرم جو سایہ کے مانند اُس کے ساتھ ہے نظر آتا ہے۔

جس وقت بھرت جی چترکوٹ پر سری رام چندرجی کے پاس جاتے ہیں اور اُن سے اجودھیا واپس چلنے کے لئے درخواست کرتے ہیں تو رام چندرجی واپس نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ میں پرن کر چکا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ شریمان آپنے راجہ دسرتھ کے ساتھ عہد کیا تھا وہ اب موجود نہیں ہیں لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ سوال یہ نہیں ہے کہ راجہ موجود ہیں یا نہیں بلکہ جس پرتگیا میں بندھ چکا ہوں اُسکو میں نہیں توڑ سکتا جب رام چندرجی بہت رد وکد کے بعد بھی اجودھیا واپس لوٹنے پر رضامند نہیں ہوتے تب بھرت جی اُن سے اُپدیش کے لئے کہتے ہیں۔ تب رام چندرجی نے اُنکو جو اُپدیش کیا وہ یہ تھا۔

(۱) پرائی استری کو ماں کے برابر سمجھو (۲) دوسرے کے دھن کا لالچ نہ کرو (۳) مریادا بھنگ نہ کرو۔
(۴) کبھی بھی نیچ کرموں کی طرف رُچی نہ کرو (۵) دشمن کا مقابلہ بہادری سے کرو (۶) مصیبت میں استقلال کو ہاتھ سے نہ دو (۷) دولت اور اختیار پاکر ابھیمان نہ کرو۔

یہ سب نصیحتیں وید دکت ہیں۔ وید کہتا ہے کہ برہمچریہ کے بغیر راجہ اپنی سلطنت کی حفاظت نہیں کر سکتا جو چیز برہمچریہ کے بل سے حاصل کیجاتی ہے اُسکا کبھی ناش نہیں ہوتا لیکن برہمچاری وُہی آدمی ہو سکتا ہے جو پرائی استری کو ماتا کے برابر سمجھتا ہے۔ استری اگر اپنے پتی کو ہی پتی خیال کرتی ہے اور دوسرے پرش جو اُس سے چھوٹے ہیں اُنکو پُتر اور جو ہم عمر ہیں اُنکو بھائی اور اپنے سے بڑوں کو پتا کے سمان سمجھتی ہے تو برہمچارنی ہو سکتی ہے اسطرح سے جو پُرش اپنی ہی ستری کو استری سمجھتا ہے جو اُس سے چھوٹی ہیں اُنکو پُتری جو اُسکے برابر ہیں اُنکو بہن اور جو اُس سے بڑی ہیں اُنکو ماتا کے سمان سمجھتا ہے تو برہمچاری ہو سکتا ہے۔ یہ اصول اگر آج بھارت ورش میں چل جائے تو نہ پردہ کی ضرورت رہ سکتی ہے اور نہ موجودہ دقتیں نظر آ سکتی ہیں مگر ایسا وہی کر سکتے ہیں جو برہمچاری ہیں اور اُنکے ہی لئے یہ اُپدیش ہے۔ اور جو دیرج ہین ہیں وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ بھارت کا بھلا اسمیں ہے کہ یہ نیم پھر پرچلت ہو۔ دھرم کے لکشنوں میں بتایا ہے کہ دھرم وہ ہے جو شرتی سمرتی اور سداچار کے موافق ہو اور طبیعت کو اچھا لگے اگر کوئی پُرش اس آخری بات کا سہارا لیکر کہتا ہے کہ پر استری اُسکو اچھی لگتی ہے تو اُس سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر کوئی تمہاری پُتری کو بُری درشٹی سے دیکھے تو کیا تم اُسکو اچھا سمجھوگے۔ تو وہ فوراً کہے گا وہ پرش بدمعاش ہے۔ اس سے سدھ ہوا کہ یہ پاپ ہے۔ جیسے ایک آدمی اپنی ماں بہن اور بیٹی کو بُری نظر سے دیکھا جانا پسند نہیں کرتا اسی طرح اُسکو سوچنا چاہیے کہ دوسرے بھی اسکو بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر یہ اصول چل جائے تو آدمی بلند حوصلہ بن جائیں۔ کیونکہ جو شخص اپنی دولت کو ضائع کرتا ہے وہ کنگال اور دلدری ہو جاتا ہے۔ اس لئے راجہ رامچندر جی نے اس اصول کا اُپدیش کیا۔

(۲) دوسرے کے دھن کا لالچ نکرو۔ پیسہ کا نام دھن ہے۔ گئو آدی کا نام دھن ہے۔ ان (غلہ) دھن کہلاتا ہے۔ اس اصول میں بتایا ہے کہ قارون کی طرح ظلم سے دھن اکٹھا نہ کرو۔ واجب ہے کہ حرص اور لالچ نکرو دوسرے کی سمپتی کو بلا حق کے نہ لو۔ اس لئے وید بھگوان میں بتایا ہے کہ کسی کے دھن ہرنے کی اچھیا نکرو۔ دُنیا میں نفاق اگر پیدا ہوتا ہے تو حق تلفی سے ہوتا ہے اور یہ مصیبت کا لانے والا ہے۔

(۳) مریادا کا پالن کرو۔ وید منتر کہتا ہے کہ اے منشیو تم اپنے کلیان مارگ کو کھولو۔ جیسے سورج اور چندرما اپنی اپنی پردھی میں چلتے ہیں اسیطرح تم اپنے مریادا کو نہ چھوڑو۔ سوچو اگر آج سورج اور چندرما اپنی مریادا کو چھوڑ دیں تو سنسار قائم نہیں رہ سکتا جس طرح سے یہ سورج اور چاند اپنی مریادا کا پالن کرتے ہیں اسیطرح منش کیلئے ہم بھی اپنا راستہ بناویں۔ آپ جانتے ہیں کہ وید اور شاستروں میں مریادا کو کسطرح

باندھا ہے۔ پیشیہ جیون کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) برہمچریہ (۲) گرہست (۳) بان پرست (۴) سنیاس۔ اسی طرح سماج کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) برہمن (۲) کشتری (۳) ویش (۴) شودر۔ جس مریادا کو ویدوں نے قائم کیا ہے اُسکو کسی وقت نہ چھوڑو۔ بھارت ورش نے اپنی مریادا کو چھوڑا اور ناش کر لیا ایک اُردو شعر کا مصرع ہے۔ ع جو خال اپنی حد سے بڑھا وہ مسا ہوا۔ وہ خال۔ وہ تل جو سُندریہ کے چہرہ پر خوبصورتی کا سبب تھا۔ اپنی مریادا سے اولنگن کرتے ہوئے بدصورتی کا سبب بن جاتا ہے۔

(۴) نصیحت یہ ہے کہ کبھی بھی نیچ کرموں کی طرف رغبت نہ کرو۔ لیکن آج ہمنے ایک جماعت کو نیچ مانا ہوا ہے۔ جان لو کوئی جماعت نیچ نہیں ہے۔ چمار۔ بھنگی اور دھوبی وغیرہ نیچ نہیں ہیں بلکہ کرم نیچ ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنا۔ چوری جاری کرنا آدمی نیچ کرم ہیں جس انسان کے ایسے کرم ہیں وہ نیچ ہے۔ پیشہ کے لحاظ سے کوئی نیچ نہیں ہوتا۔ ایک آدمی کو جو آج ردی کا تمبا کو لیکر بیچتا ہے نیچ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کل وہ آدمی جب تمبا کو کی آٹھ کوٹھیاں کھولدیتا ہے تو وہ اونچا ہو جاتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ نیچ سے کیسے اونچا ہو گیا۔ دھوبی کو کہتے ہو وہ نیچ ہے اُسکو ہم سے دور رہنا چاہئے کیا اسلئے کہ وہ ہماری سفیدی کا باعث ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کپڑے کس کے بدن میں میلے ہوئے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے۔ تو ہم نے کپڑوں کو میلا کیا۔ دھوبی تو اُنکا میل دور کرتا ہے اسلئے وہ ہم سے اچھا ہوا۔ نیچ اُسکو ماننے جو کپڑوں کو میلا کرنے کا سبب ہوا نہ کہ اُسکو کہ جو کپڑوں کا میل دور کرکے اُنکو سفید کرتا ہے۔ اگر وہ اس پیشہ کو نیچ سمجھ کر چھوڑ دے تو مجبوراً سب دھوبی بن جائیں۔

یہ سچائی ہے کہ پیشہ نیچ نہیں بلکہ کرم نیچ ہوتا ہے۔ جب یہ مریادا ٹوٹی تب ہی یہ گڑبڑ پیدا ہوئی اصول یہ تھا کہ کسی کال میں بھی نیچ کرم کی طرف رغبت نہ کرو لیکن یہاں پیشہ کو ہی نیچ مان لیا جن جاتیوں کو آج نیچ کہا جاتا ہے اگر انکی پرمپرا حسب نسب کو دیکھا جائے تو انکا سلسلہ کسی اُتم کوٹی کے پرش سے ملتا ہوا پایا جاتا ہے۔ اضلاع مظفر گڑھ اور ملتان میں ایک قوم روڈ رہتی ہے۔ مہاشہ گنگا رام جی نے مجھے بتایا تھا کہ اس جاتی کے لوگ گرمی کے موسم میں اون کے کپڑے پہنے رہتے ہیں۔ ملتان جیسے گرم ضلع میں گرمی کے موسم میں اونی کپڑوں کا پہننا بہت بڑی مصیبت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اُس قوم کے ایک بوڑھے آدمی سے پوچھا کہ بھائی تم گرمیوں میں بھی اون کے کپڑے کیوں پہنتے ہو تو اُس نے کہا کہ ہم پاتکی ہیں۔ اسلئے اُون کا دستور رکھتے ہیں۔ جب میں نے پاتک کی بابت پوچھا تو اُسنے بتایا کہ ہم مہاراجہ سگر

خاندان سے ہیں جنکی کہانی اس طرح پر ہے کہ مہاراجہ سگر کے ۶۰ ہزار لڑکے تھے وہ اُنکو اپنے ساتھ لے کر گوبچے کے لئے چلے۔ اُن کا یہ اصول تھا کہ روز ینا کنواں کھود کر پانی پیتے تھے۔ لیکن جب وہ سوروں کے قریب پہنچے اور وہاں کنواں کھودا تو پانی نہ نکلا۔ وہ اُسکو کھودتے چلے گئے اور اسقدر گہرا اُنہوں نے کھودا کہ اوپر کی مٹی گرنے سے وہ اُسی جگہ دبکر مر گئے۔ جب تک اُنکا پرائشچت نہ ہوئے تب تک ہم یہ اونی کپڑے نہیں اُتار سکتے۔ مہاشہ گنگا رام کہتے ہیں کہ میں نے اُس سے کہا کہ راجہ بھاگیرت نے گنگا جی کو لاکر وہ پاتک دور کر دیا ہے وہ ۶۰ ہزار گنگا کے آنے کی وجہ سے پوتر ہو گئے۔ اسلئے اب تم کو اونی کپڑوں کے دھارن کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ اب اُسی قوم کے بہت سے لڑکے شاستری تک بن چکے ہیں اور اُنکا حسب نسب بڑے بڑے اچھے خاندانوں سے ملتا ہے۔ سوچلو۔ اس لحاظ سے آدمی نیچ نہیں ہوتا۔ اگر تم انہیں نیچ نیچ کہکر پکارتے رہوگے تو ایک وقت آئیگا کہ وہ تم سے جدا ہو جائینگے۔ مثال ہے کہ ایک آدمی نے لڈو بنائے اور اُنکو آدمیوں میں تقسیم کیا۔ ایک شخص نے جسکے ہاتھ پر لڈو رکھا تھا اپنا لڈو زمین پر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ کر ریت میں مل گیا۔ لیکن جب دوسرے آدمیوں نے اپنا لڈو کھایا اور اُسکے سواد و مزہ کا ذکر کیا تو وہ اپنے لڈو کو زمین سے اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ میں نے یہ کیا کیا۔ لیکن لڈو مٹی میں مل چکا ہے۔ اسی طرح اگر تم انکو نفرت کی نگاہ سے دیکھوگے تو یہ دوسری قوموں میں جا ملینگے۔ اور جب تم کو اُس لڈو پھینکنے والے آدمی کی طرح ہوش آئیگا تو مثل یہ ہوگی ع

جب آنکھ کھُلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

راون اور بھبیکن دونوں بھائی بھائی تھے لیکن راون بھبیکن کا نرادر کرتا ہے اور وہ راون کے دشمن مہاراجہ رامچندر جی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ نرادر بھائی کو بھائی سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اگر میں بڑا ہوں تو اپنے گھر کے لئے۔ اگر میں دوسروں سے محبت کرونگا تو دوسرے میرے ساتھ بھی محبت سے پیش آئینگے اگر مجھ میں محبت نہیں تو میرا بڑپن ناکارہ ہے۔ ہندی دوہا ہے۔

اکڑ اہٹ ابھمان میں گئے بہت دن بیت   آؤ پیا مل بیٹھے بڑھے ہردے میں پریت

اصل بات یہ ہے کہ جنکو تم نیچ کہتے ہو اُنکو تم نے درحقیقت جانا ہی نہیں۔ بالمیکی جی جنھوں نے رامائن جیسا گرنتھ رچا ہے بھیل تھے۔ لیکن آج وہ رشی کہلاتے ہیں۔ اُنکی ابتدائی کہانی کس سے پوشیدہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راستہ چلتے ہوئے مسافروں کو لوٹ کر وہ اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سادھو جا رہا تھا تو والمیکی نے اُن سے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ رکھدو
سادھو کہتا ہے کہ میں اپنا ڈنڈ کمنڈل دینے کو طیار ہوں لیکن ایک بات پوچھتا ہوں کہ تو جو اس بُرے
کرم سے دھن اکٹھا کرتا ہے کیا اس کرم میں تیرے خاندان والے بھی شریک ہیں یا اسکا ڈنڈ کیول
تجھکو ہی بھگتنا ہوگا - یہ بات تو اپنے خاندان والوں سے پوچھ - والمیکی کہتا ہے کہ میں اس جال میں نہیں آنا
چاہتا - سادھو کہتا ہے کہ اگر تجھے میرا اعتبار نہیں ہے تو تو مجھے کسی درخت سے باندھ جا یا میرے ہاتھ
پاؤں رسّی سے جکڑ کر چلا جا - والمیک سادھو کو درخت سے باندھ کر اُس پرشن کو اپنے گھر والوں سے جا کر
پوچھتا ہے - تو اُس کے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ہم کو یہ مطلب نہیں ہے کہ تو ہمارے لئے دھن کسطرح
سے لاتا ہے - اگر تو بُرے کرم سے دھن اکٹھا کرتا ہے تو اسکا ذمہ دار تو ہی ہے ہم کو اس سے کچھ
سروکار نہیں - والمیکی یہ جواب لیکر سادھو کے پاس آتا ہے اور سادھو کو وہ جواب سُناتا ہے
سادھو کہتا ہے کہ والمیکی بُرے کرموں کی وجہ سے تمہاری بُدھی خراب ہو گئی ہے - دیکھ تو جن کی
وجہ سے تم ایسا نیچ کرم کرتے ہو وہ تمہارے ساتھی نہیں ہیں - والمیکی کہتا ہے کہ مہاتمن تم مجھے کچھ
اُپدیش کرو تاکہ میرا بھلا ہو - میں نے غلطی کی اور اپنے کو گرا لیا ہے - سادھو کہتا ہے کہ تم پہلے تپ کرو -
پھر تم پر اُپدیش کارگر ہوگا - کہا جاتا ہے کہ والمیکی نے اُسی جگہ بیٹھ کر اتنا کٹھور تپ کیا کہ اُس کے
جسم پر بمبی تک بن گئی - بس تپ کے بعد والمیکی جی نے یہ رامائن لکھی -

یہ بات نہیں ہے جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے - چھوٹی چھوٹی قوموں کے آدمیوں نے ایسے کام
کئے ہیں جو تعجب خیز ہیں - یہ کوٹھی جس میں آج ہم سب موجود ہیں اس میں سب قسم کا مصالحہ لگا
ہوا ہے کیا اینٹ کہہ سکتی ہے کہ میں نے یہ مکان بنایا میں بڑی ہوں - یا چونہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میری
وجہ سے یہ کوٹھی قائم ہے - جو چونہ کا درجہ ہے وہی اینٹ کا ہے اور دونوں ہی ملکر اس کوٹھی کو قائم
کئے ہوئے ہیں - یہ ہی حالت دُنیا کی ہے - آپنے انکو نیچ کہہ کر اتنا بُزدل اور ملیچھ بنا دیا ہے
کہ اگر آج کوئی ان سے عزت کے ساتھ پیش آتا ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ اس
آدر میں کوئی دھوکہ چھپا ہوا ہے - چھوٹی طاقت کی طرف خیال رکھو کیونکہ وہ بڑھ رہی ہے پراچین
زمانہ میں انگوٹھی چھوٹی ہی اُنگلی میں پہنی جاتی تھی - مطلب یہ کہ چھوٹوں کو سجانا - چھوٹوں کو اُٹھانا
پراچین آریوں کا کام تھا - ۹۱ کے عدد کو دیکھو جب تک ۹ ایک کی عزت کرتا ہے اور اُسکو
اپنی دائیں طرف رکھتا ہے تو ۹۱ ہے - لیکن جب اس نے اکانر اور کیا - اور اُس کو

پیچھے گر گیا تو وہ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تم چھوٹے آدمیوں کا خیال نکروگے تو تمہارا گورو گھٹ جائیگا انکی تعداد اگر بڑھتی ہے تو چھوٹی قوموں سے بڑھتی ہے اگر انکو نکالدیا جائے تو سوچو تمہاری کیا حالت رہ جاتی ہے۔ اونچی قوموں میں ۱$\frac{1}{4}$ کروڑ عورتیں مردوں سے خالی اور ۱$\frac{3}{4}$ کروڑ مرد عورتوں سے خالی ہیں۔ اور تخمیناً ۵ فیصدی آدمیوں کے اولاد ہی نہیں لیکن چھوٹی قوموں میں کوئی بوا ہی پرش سنتان سے خالی نہیں۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جو جوتتا ہے وہ قابل عزت اور جو کھوتا ہے وہ نکالدیا جاتا ہے۔ اگر نیچے کا نام نیچ مان لو آج مڈل کلاس کے ودیارتھی انٹرنس والوں سے نیچے اور انٹرنس والے ایف۔ اے والوں سے۔ اور ایف۔ اے۔ بی۔ اے سے۔ گویا اس طرح سے سار کے سارے ہی نیچ ہو جائینگے۔ سوچو۔ جو درخت اپنے نیچے کی شاکھاؤں سے ہرا بھرا ہے وہی جیوت ہے۔ اگر درخت کے نچلے حصہ کو پانی نہ دو۔ اور درخت کی چوٹی اور شاخوں میں پانی چھڑکتے پھرو تو درخت سوکھ جائیگا۔ پھر اگر کوئی عضو کاٹ دیا جاوے۔ یعنی ایک آنکھ پھوٹ جائے تو میں کام کرسکتا ہوں۔ اگر ایک ہاتھ ٹوٹ جائے تو بھی کام کرسکتا ہوں۔ لیکن اگر میری ایک ٹانگ ٹوٹ جائے تو میں چل ہی نہیں سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ پرماتما نے شودروں کو اپنے پاؤں سے بنایا ہے اور ساتھ ہی پرماتما کے پیروں کا پوجنا بھی لکھا ہے۔ جب کوئی تپت ہو جاتا ہے تو ٹھاکر جی کی مورتی کا چرن امرت پلاتے ہیں لیکن "بناش کالے بپریت بدھی" جب دن خراب آتے ہیں تو اُلٹی ہی سوجھتی ہے۔

پرانوں میں لکھا ہے کہ اکادشی کے دن ان نہیں کھانا چاہئے جو اناج کھاتا ہے وہ نرک میں جاتا ہے۔ مطلب تھا کہ پندرہ دن کے بعد اگر انسان ایک دن نہیں کھائے گا۔ تو اُسکی اگنی بڑھ جائیگی اندازہ ہے کہ اگر حاملہ۔ بچہ اور بیمار کو چھوڑ کر سب آدمی ایک دن نہ کھائیں تو پندرہ یوم کے بعد ۱۵ ہزار ودیارتھیوں کا سامان اکٹھا ہو جاوے اور اس سے ودیا پرچار کا کام کتنا چل سکتا ہے لیکن اصول بدل گیا۔ اور آج اگر ان نہ کھاؤ تو مادہ کھالو پیڑے اُڑالو۔ گویا جس دن نہ کھانیکی ہدایت تھی اُس دن سے ثقیل غذا کھانی شروع کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف ودیارتھیوں کا دروازہ رُکا اور دوسری طرف وہ فائدہ حاصل نہ ہوا کہ جسکے لئے اکادشی برت تھا۔ دوسری بات یہ ہے اگر آج میرے پاس ۲ سیر بھوجن ہے تو میں ایک شخص کو تو $\frac{1}{4}$ سیر دیتا ہوں اور دوسرے کے حلق میں زبردستی ۱$\frac{3}{4}$ سیر ٹھونستا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کی تو بھوک نہیں رفع ہوتی اور وہ کام نہیں کرسکتا اور دوسرا بہت

کھانے سے بیمار ہو کر کام نہیں کر سکتا۔ یہی حالت بھارت ورش کی ہے۔ ضرورت ہے کہ جہاں اپنے بچوں
کو پڑھانے ہو وہاں انکا بھی خیال رکھو۔ انکی ودیا چھوٹی ہوئی ہے۔ اس لئے نیچ کہلاتے ہیں۔ اگر آج
انہیں تعلیم ملنے لگے تو یہی اونچے ہو جائینگے۔ اس لئے کسی کو نیچ نہ سمجھو بلکہ اپنے کرموں کو نیچ سمجھو۔

(۵) نصیحت ہے کہ دشمن کا مقابلہ بہادری کے ساتھ کرو۔ بہادری انسان کا زیور ہے جو شخص بہادر
ہے وہی جگت میں کیرتی حاصل کرتا ہے۔ رامچندر جی نے یہ اپدیش کیا کیونکہ راج کو خالی پاکر دشمن
چڑھ آتا ہے ایسا نہ ہو کہ اجودھیا کو کمزور پاکر دشمن حملہ آور ہو اور بھرت گھبرا جائے۔

(۶) نصیحت ہے کہ مصیبت کے وقت دھیرج مت چھوڑو۔ جس وقت مصیبت آتی ہے اور استقلال
کو کھو دیتی ہے تو مصیبت دگنی ہو جاتی ہے جو آدمی مستقل مزاج ہے وہی مصیبت کو پار کر سکتا ہے
کہانی ہے کہ ایک راجہ تھا اس نے ایک گھاس پھونس کا منڈپ بنایا اور اس میں بہت سی دوکانات
لگوائیں۔ اور ایک میلا لگایا۔ اس منڈپ کے دو دروازے رکھے۔ ایک انکے لئے جو مستقل مزاج آدمی تھے
اور دوسرا دروازہ انکے لئے مقرر کیا کہ جن میں استقلال نہیں تھا۔ جب میلا خوب بھر گیا تو راجہ نے
اس منڈپ کو آگ لگا دی۔ جو دروازہ مستقل مزاج والوں کے لئے مقرر تھا تو انہوں نے انتظام کیا کہ چار
چار آدمی لائن باندھ کر دروازہ سے نکل جائیں اور اس انتظام سے وہ سب کے سب باہر ہو گئے لیکن
اس دروازہ پر جو غیر مستقل مزاج والوں کے لئے تھا چار کی جگہ پچاس چالیس آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نے
دوسرے کو باہر نہ نکلنے دیا اور سب اسی جگہ جل کر ڈھیر ہو گئے۔ ایک آدمی جنگل میں جا رہا ہو۔ اور اسکو
چور مل جائیں۔ اگر وہ استقلال سے بہادری سے کام لیتا ہے تو نقصان سے بچ جاتا ہے اور جہاں گھبراہٹ
پیدا ہوئی اور بزدلی نے دبایا تو کپڑا وغیرہ اپنے ہاتھوں سے اتار کر رکھنے پڑتے ہیں۔ کبوتر بلی
کو آتا دیکھ کر اگر آنکھ بند کرے تو بچ نہیں سکتا۔ خرگوش اگر کتوں کو پیچھے آتے دیکھ کر جھاڑی
میں منہ چھپا لیتا ہے تو مصیبت ٹل نہیں جاتی۔ بلکہ مصیبت میں استقلال ہی دوست ہے۔ ۲ سال
ہوئے سیلون میں یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ کولمبو کے پاس ایک میلا تھا۔ کولمبو سے اس میلہ کو
اگر سڑک سڑک جائیں تو ۵-۶ میل کا فاصلہ تھا۔ اگر ایک کھاڑی کو عبور کریں تو دو فرلانگ کا
ہی فاصلہ تھا۔ انسان تین وقت عموماً آدھا پاگل ہو جاتا ہے۔ ایک میلا کو چلتے وقت۔ دوسرے
ہندوؤں کی برات کے وقت۔ اور تیسرے جب آدمی آئینہ دیکھتا ہے۔ کچھ آدمیوں نے کھاڑی کو ہی پار

کر کے پہنچنا سُگم خیال کیا - ایک ناؤ کرایہ کی - ناؤ میں ۲۰ آدمیوں کے لئے جگہ تھی - لیکن بیس کی جگہ پچیس چڑھ بیٹھے اور اُس میں ہنسی اور مذاق کرنے لگے - ملاح نے کہا کہ آرام سے چپ چاپ بیٹھے رہو کیونکہ پانی ناؤ کے برابر آرہا ہے - اگر ہلو جلو گے تو ناؤ کے پانی میں بیٹھ جانے کا خطرہ ہے - ملاح نے جہاں ڈوبنے کا نام لیا - تو سب گھبرا گئے - باپ بیٹے سے کہتا ہے تو میرے پاس آ بیٹھ - بھائی بھائی سے کہتا ہے تو میرے پاس چلا آ - اس آنے جانے کی وجہ سے ناؤ ڈھل مل ہونے لگی اور آخر کار ڈوب گئی - گویا موت کا نام سُنکر گھبراہٹ پیدا ہوئی اور موت کو خود بخود نزدیک بُلا لیا -

(۷) دولتمند ہو کے ابھماں نہ کرو بلکہ انکسار اختیار کرو - فارسی مصرع ہے - "ہند شاخ پر میوہ سر بر زمیں" جس شاخ میں پھل ہوتا ہے وہ خود بخود نیچے کی طرف جُھکتی چلی جاتی ہے - یہ نیم ہے اور اسکے خلاف کہیں دیکھنے میں نہیں آتا - منشیہ کو اس قدرتی اصول سے سبق لینا چاہئے اور دولت پاکر غرور کرنا اور اُٹھنا اُسکے گورو کو کم کرنا اور اپنی شرافت پر شبہ پیدا کرنا ہے - جیون کا اودیشیہ کتنا اونچیہ ہے -

۱ - ساتوں نصیحتوں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے انسان مکمل بنتے ہیں - انکو اپنے ہردے میں گرہن کرنے سے راجہ اپنی پرجا کا پالن اچھی طرح کر سکتا ہے - بھرت میں انکو گرہن کرنیکی شکتی تھی - آپ میں بھی یہ طاقت ہے - یہ باتیں بازار سے مول کو نہیں لائی جاتیں - آج دُنیا میں استقلال کہیں نہیں بکتا بہادری نہیں فروخت ہوتی - تمہارا من ان کا مرکز ہے - اسکے اندر یہ سب شکتیاں موجود ہیں - لیکن اُنکو نکالنا چاہئے گیہوں کے کھیت کے بیچ میں اکثر تمنے ایک پگڈنڈی سی بنی ہوئی دیکھی ہوگی وہ کیسے بنی ہے - لوگ چکر کاٹنے کی بجائے اُسکے بیچ میں سے گزرنے لگتے ہیں - پگڈنڈی کے دونوں طرف گیہوں اچھا اُگا کھڑا ہے - لیکن پگڈنڈی کے بیچ میں ایک انکر نہیں نظر آتا - کیا کسان نے اس جگہ بیج نہیں ڈالا گیا - بیج ڈالا گیا - لیکن اُس کے انکر کو راستہ چلنے والوں نے دبا دیا - اس طرح انسانوں میں سب طاقتیں موجود ہیں - لیکن بُری صحبت نے ان طاقتوں کو دبا دیا ہے - جو شخص تمہارے انتہ کرن کو ملین بناتا ہے اُسے متر - دوست سمجھنا غلطی ہے اور نہ اُس سے تم کو سُکھ مل سکتا ہے - ایک آدمی کی ایک پاگل سے محبت ہو گئی - وہ شخص اُس پاگل کے ساتھ ساتھ پھرا کرتا تھا - لوگوں نے کہا کہ بھائی تم پاگل کے ساتھ کیوں گھومتے پھرتے ہو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے اسکی حرکتیں اچھی لگتی ہیں - لوگوں نے سمجھایا کہ بھائی یہ دھوکہ ہے - کسی وقت بھی حرکتیں کہ جن کو تمنے اچھا سمجھا ہوا

ہے۔ ایسی مصیبت میں پھنسائیگی کہ نکلنا محال ہو جائیگا۔ ایک دن وہ پاگل کے ساتھ جا رہا تھا اور ایک مینار کی سیر کرنے کے لئے وہ اُسکی سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ جب اوپر پہنچے تو اُس پاگل کو خبط ہوا ہوا وہ اُس سے کہتا ہے کہ یہاں سے نیچے کود دو۔ وہ عقلمند ہچکچاتا ہے۔ تو پاگل کہتا ہے کہ کود دو نو کود دو ورنہ میں دھکا دیتا ہوں۔ پاگل اور بچہ کے اندر ایک خاصیت یکساں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ ان کا خیال اگر پلٹنا چاہو تو جھٹ پلٹ جاتا ہے اُس نے سوچا کہ اگر زبردستی کرتا ہوں تو فضول ہے۔ اسکا خیال کسی طرح پلٹنا چاہئے۔ اُس نے سوچکر کہا کہ بھائی اوپر سے نیچے کودنا کونسی بہادری ہے۔ آؤ نیچے چلو وہاں سے اوپر کو کود کر تمہیں دکھاؤنگا۔ اس چال سے وہ پاگل کے ساتھ نیچے چلا آیا اور جان بچ گئی۔ اس طرح سے جو اُنکے ساتھ پھرتے ہیں کہ جن کے من پاگل ہیں۔ بیہودہ ہیں۔ وہ دھوکہ کھاتے ہیں اور مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ ست سنگ سے اپنے من کو اچھا بناؤ تب یہ طاقتیں نشوونما ہونگی۔ سوادھیائے کرو۔ نیک بنو اور رام چندر جی کی بتائی ہوئیں اُن سات نصیحتوں کو اپنے جیون میں دھارن کرو۔ تمہارا کلیان ہوگا*

ست سنگ کی مہما

شری سوامی سروِدانندجی کا ویاکھیان

یہ لیکچر ۲۵ جون ۱۹۱۴ء کی

نِتیہ نیم میں درِڑھتا۔ سجن پُرشو! ہمارے شاستروں میں ست سنگ کی بڑی مہا ورنن کی گئی ہے۔ جب سے ہم لوگوں نے ست سنگ کو چھوڑا۔ طرح طرح کے دُکھ اُٹھا رہے ہیں۔ جتنے رشی مُنی اور مہاتما اس دیش میں ہو گذرے ہیں۔ وہ ست سنگ کے پرتاپ سے۔ ست سنگ کے نہ ہونے سے ہم چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں۔ ماتا پتا کا کہنا ماننا ہر ایک پُتر پُتری کا کرتویہ ہے۔ مگر آج اس میں بڑا مہتو سمجھا جا رہا ہے۔ جب رام چندر جی کی ماتا نے اُن سے پوچھا۔ کہ کیا آپ پتا کا کہا مانینگے؟ تو اُن کو بڑا غصہ آیا۔ اور اُنہوں نے کہا کہ کیا کوئی ایسا پُتر بھی ہے۔ جو پتا کا کہا نہ مانے۔ آج جو دو وقت سندھیا کرتا ہے۔ وہ اپنے میں پھولا نہیں سماتا۔ مگر یہ کوئی

خاص مہتو کی بات نہیں۔ جس طرح روٹی کھانا اوشیک ہے۔ اُسی طرح پرماتما کا سمرن بھی ضروری ہے
اپنے نتیہ نیم میں پراچین آریہ کس طرح تتپر تھے۔ اس کا ایک اداہرن دیتا ہوں۔ مہاراجہ رامچندر
کے بھیجے ہوئے ہنومان جب لنکا میں پہنچتے ہیں۔ اور اُنہیں جانکی جی نہیں ملتیں۔ تو وہ باٹکا کے
قریب ندی پر پہنچتے ہیں۔ اور من میں یہ بھاو ہے۔ کہ اگر جانکی جی جیتی ہیں۔ تو اوشیہ ہی وہ سائینگ
کے سمے ندی کے تٹ پر سندھیا کرنے آوینگی۔ موت میں تو شک ہے۔ مگر سندھیا میں شک نہیں۔
کوسنگ اور ست سنگ۔ اِن دنوں میں لوگ آم چوستے ہیں۔ مگر لذت نہیں آتی۔
کیونکہ اُن میں ابھی مٹھاس نہیں ہوئی۔ مگر جب بارش ہو جاویگی۔ وہ سوادشٹ ہو جاوینگے۔ یہی قاعدہ
منش جیون کا ہے۔ ست سنگ روپی امرت کو پاکر منش دھرماتما بن جاتا ہے۔ کوسنگ سے نہ صرف اپنا
آپ ہی خراب کرتا ہے۔ بلکہ جن سموہ کے لئے بھی ہانی کارک ہوتا ہے۔ جس طرح ہوا مٹی کو اوپر لے
جاتی ہے۔ مگر پانی اُسکو کیچڑ میں ملاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ست سنگ مُنش کو اوپر اُٹھاتا ہے۔
اور کوسنگ مٹی میں ملاتا ہے۔

کس طرح کوسنگ مُنش کو گراتا ہے۔ اسکا درشٹانت ابھی مجھے ریل میں ملا۔ ایک آدمی گاڑی میں
سگرٹ پینا چاہتا تھا۔ وہ دیا سلائی سگرٹ کو لگاتا۔ مگر ہوا سے بجھ جاتی۔ دو تین مرتبہ اُس نے
ایسا کیا۔ مگر کام نہ بنا۔ آخر وہ اُٹھکر پاخانہ میں چلا گیا۔ اور وہاں جاکر اُس نے سگرٹ کو جلایا۔
پاخانہ جاتے سمے تو مُنش ناک اور مُنہ پر کپڑا ڈالتے ہیں۔ مگر سگریٹ کا کوسنگ اُسکو پاخانہ میں لے گیا۔
شاستروں میں کہا گیا ہے کہ ست سنگ کوسنگ سے رہت ہو کر کرو۔ پندرہ سیر حلوہ میں اگر
ایک تولہ زہر ملا دیا جائے۔ تو سارا حلوہ زہر ہو جاویگا۔ مگر ایک تولہ زہر میں پندرہ سیر حلوہ ملا دینے
سے بھی زہر حلوہ نہیں بنے گا۔ کھوٹے کا کوسنگ نیک پر بھی آفت لے آتا ہے۔

ہنس اور کوا ایک برکھش پر اکٹھے رہتے تھے۔ کوا بڑا ہی کُٹل جانور ہے۔ وہ دل میں ہنس سے
دویش رکھتا اور بظاہر دوستی کا دم بھرتا تھا۔ ایکدن دوپہر کے سمے ایک مسافر برکھش کے نیچے
آکر سوگیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس پر دھوپ آ گئی۔ ہنس نے دیکھا۔ کہ تھکا ماندہ مسافر پڑا ہے۔
دھوپ کی گرمی سے وہ جلد جاگ اُٹھیگا۔ اس نے اپنے پر پھیلا کر اُس پر چھایا کر دی۔ مسافر کو آرام
مل گیا۔ کوے نے بھی اسکو دیکھا۔ اور من میں سوچا۔ کہ آج ہنس سے بدلہ لینے کا بہت اچھا موقعہ

ملا ہے۔ اُس نے ہنس کے نیچے ہوکر مُسافر کے مُنہ میں بیٹھ کردی۔ اور اُڑ گیا۔ گرم گرم بیٹھ کا پڑتا تھا۔ کہ مسافر کی نیند کُھل گئی اور اُسنے دیکھا۔ کہ ہنس پر پھیلائے درخت پر بیٹھا ہے۔ اُسے غصہ آیا۔ کہ اس نے میرے مُنہ میں بیٹھ کردی ہے۔ فوراً اُسے اپنی بندوق کا نشانہ بنایا۔ آپ نے دیکھا کہ کس طرح کوسنگ کے کارن نیکی کا بدلہ بدی ملا۔

سنسار میں ست سنگ کی بڑی کمی ہو رہی ہے۔ دلوں میں دھرم کے لئے شردھا نہیں رہی جو پراچین کال میں تھی۔ آپ اُپدیش سُن رہے ہیں۔ ذرا سی کہیں کھڑکھڑاہٹ ہو آپ بھاگنے کو تیار ہیں۔ مگر ایک سمے مہاتما بُدھ کا اُپدیش ہو رہا تھا۔ اتنے میں بھونچال آگیا۔ کئی مکان گر گئے۔ مگر جو لوگ اُپدیش سُن رہے تھے۔ اُنہوں نے ہلنے کا نام نہیں لیا۔

ایک کوی نے ست سنگ اور کوسنگ پر بہت اچھا کہا ہے ؎

ست سنگ اور کوسنگ میں بڑا انترا جان گاندھی اور لوہار کی دیکھو بیٹھ دوکان

لوہار کی دوکان پر بیٹھنے سے گرم لوہے کی چنگاریوں سے آپ بچ نہیں سکتے۔ اسی طرح گاندھی کی دوکان پر بیٹھنے سے چاہے آپ نے عطر نہ ہی لینا ہو۔ خوشبو اوشیہ ہی آپ کے دماغ کو معطر کریگی۔ یہی ست سنگ اور کوسنگ میں فرق ہے۔

ست سنگ سے لابھ - ست سنگ سے کیا کچھ لابھ ہوتا ہے۔ اسکو شاستر کاروں نے بڑے وستار سے ورنن کیا ہے۔ مگر یہاں ایک دو موٹی موٹی باتیں بتلا کر میں اپنے کتھن کو سماپت کرونگا۔ پہلی بات "جاڈیم دِھیو ہرتی" ست سنگ بُدھی کو نرمل اور سوکھشم بنا دیتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ پرماتما نظر کیوں نہیں آتا۔ اُپنشدوں میں بتلایا ہے کہ وہ نظر آتا ہے۔ مگر سوکھشم درشٹی سے کھانڈ مٹی میں مل گئی۔ اب آپ سے وہ الگ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپکے پاس اتنا سوکھشم اوزار نہیں۔ مگر چیونٹیاں اس کو ایک سمے میں علیحدہ کر دینگی۔ ایسی ہی ست سنگی پُرش کی بُدھی نرمل ہو جاتی ہے۔ دوسرا لابھ ست سنگ سے یہ ہوتا ہے:۔ "سنچتی واچیم ستیم" ست سنگ سے بانی میں سچائی آ جاتی ہے۔ اسی لئے کہا ہے ؎ جہاں سچ ہے وہاں آپ جہاں جھوٹ وہاں پاپ

آج کل مہاتما شبد کی بڑی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ پارٹیاں اور دھڑے بندیاں اپنے اپنے آدمیوں کو مہاتما کی اُپادھیاں دے رہی ہیں۔ مگر شاستر بتلاتے ہیں کہ جس پُرش کا من۔ بانی اور کرم

ایک ہے۔ وہ سچا مہاتما ہے جس کے من میں کچھ۔ دکھلاوے کے لئے کچھ اور بانی میں کچھ اور۔ اور اپنے فائدہ کے لئے کرم کچھ اور کرتا ہے۔ وہ دُشٹ آتما ہے۔ اب آپ سوچ لو۔ کہ ہم میں سے کتنے مہاتما ہیں؟ ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بول دیتے ہیں۔ سچ اور جھوٹ کی تمیز نہیں رہی۔ آج کل بہت سے جھوٹ پاپ سی کے نام پر بولے جاتے ہیں۔ یہ ساری خرابیاں ست سنگ سے دور ہو سکتی ہیں۔

تیسرا فائدہ "مانو نیتم درشیہ" لوہا پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر لکڑی کے ساتھ لگنے سے تیر جاتا ہے۔ اسیطرح برُے سے برُا پُرش ست سنگ سے نیک بن جاتا ہے۔ بالمیک کی مثال آپکے سامنے ہے۔ وہ بالمیک جو دن رات ڈاکے مارا کرتا تھا۔ ایک سادھو کے ست اُپدیش سے سُدھر گیا۔ اور جب تک سنسکرت کی ایک بھی پُستک باقی ہے۔ اُسکا نام امر رہے گا۔ کہا ہے "ست سنگی کم نہ کروتی پُنسا" اُپدیش کے اثر کا ہر ایک کے لئے کوئی سمہ ہوتا ہے۔ ہزاروں اُپدیش سُنے جاؤ۔ اثر نہیں ہوتا۔ مگر ایک وقت ایسا ہوتا ہے۔ جب سادھارن سی بات سے من پر چوٹ لگ جاتی اور اثر ہو جاتا ہے۔ ابھی میں منٹھا ٹوانہ میں گیا۔ اُپدیش کے دوران میں سادھارن ریتی سے بینے مانس بھکشن کا نشیدھ کیا۔ اور کہا کہ اسکا کھانا دھرم کے وِردھ ہے۔ اُسی سمہ وہاں کا ایک رئیس کھڑا ہو گیا۔ اور ہاتھ جوڑکر کہنے لگا۔ کہ مہاراج میں آج سے مانس کو چھوڑتا ہوں۔ اور ساتھ ہی حقہ کا پینا بھی چھوڑتا ہوں۔ مگر یہاں کتنا ہی مانس کے وِردھ کہا گیا۔ اثر نہیں ہوا۔ پرنتو سمہ آویگا۔ جب یہی اُپدیش اُنکے آتما پر بھی چوٹ لگا دیگا۔

ایک پُرش کی دوسری استری ہمیشہ اُسکو پہلی استری کے لڑکے کے خلاف بھڑکاتی رہتی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ اگر یہ مرجائے تو میرا لڑکا ایک دن ہماری ساری جائداد کا مالک ہوگا۔ ہر روز کے کہنے سُننے سے خاوند پر اثر ہو گیا۔ اور وہ ایک دن اپنے لڑکے کو مارنے کے لئے کھیت میں ساتھ لے گیا۔ اب اُسکا یہ حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ کہ اپنے لختِ جگر کو کسی چھُری یا تلوار سے مار دے۔ چاہتا یہ تھا کہ کسی طرح یہ ہل کے نیچے آجاوے۔ اور بغیر کسی بیرحمی کے مرجاوے۔ چھوٹا سا لڑکا اُسکے آگے پیچھے پھرتا۔ اور اُسکا باپ ہل کو بار بار اُسکی طرف لاتا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اسی طرح کرتا رہا۔ کہ اتنے میں اسکا ہل ایک چھوٹے سے پودے میں جا لگا۔ لڑکے نے شور مچایا۔ کہ پتا جی ہل کو اس طرف مت لاؤ۔ باپ نے سبب پوچھا۔ اُس نے بتلایا کہ ننھا سا پودا اُکھڑ جائیگا۔ باپ نے کہا پھر کیا ہوگا اور پیدا ہو جائیگا۔ لڑکے نے کہا دوسرے کا پیدا ہونا یقینی نہیں

مگر جو پیدا ہو چکا ہے۔ یہ تمہارے ہل سے اُکھڑ جائیگا۔ اِن شبدوں سے باپ کے دل پر بڑی گہری چوٹ لگی۔ اور اُس نے
اپنے پُتر کو اُٹھا کر گلے سے لگایا۔ اور گھر آکر اپنی استری کو ایسا ڈانٹا۔ کہ پھر اُسنے کبھی لڑکے کے خلاف نہیں کہا۔
ایک اور اُداہرن یکر پھر آگے چلتا ہوں۔ ایک ڈاکو ہمیشہ راہگیروں کو تنگ کرتا اور انکا مال اسباب لُوٹ
لیا کرتا تھا۔ ایکدن ایک مہاتما پُرش گھوڑے پر سوار وہاں سے گذرا۔ ڈاکو نے کہا کہ اپنا گھوڑا مجھے دیدو۔ اور اگر تم نے
اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے۔ تو میرا اونٹ تم لیجاؤ۔ مگر وہ نہ مانا۔ تب ڈاکو نے اسکو کہا اب تم ہوشیار رہنا۔ میں نے
یہ گھوڑا ضرور لے لینا ہے۔ یہ کہکر وہ دوسرے راستہ سے ہو کر بیمار سادھو کا بھیس بنا کر راستے میں پڑ گیا۔ اور آہ و زاری
کرنے لگا۔ گویا کہ وہ درد سے تڑپ رہا ہے۔ اتنے میں اُس مسافر کا وہاں سے گذر ہوا۔ سادھو کو اسطرح تڑپتے دیکھکر
اُس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے سادھو سے پوچھا کہ آپکو کیا تکلیف ہے؟ جواب ملا۔ میں پیٹ درد سے تڑپ رہا ہوں۔ مسافر نے
کہا کہ آپ میرے گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ میں آپکو ہسپتال میں پہنچا دیتا ہوں۔ سادھو نے کہا کہ مجھ سے ہلا
نہیں جاتا۔ مسافر نے اپنی کمر پر اُٹھا کر اسے گھوڑے پر سوار کرا دیا۔ جونہی وہ گھوڑے پر چڑھا۔ اُسکو ایڑی
لگائی اور مسافر سے پچاس قدم دور ہو اپنے اصلی بھیس میں آکر کہا۔ کیوں بھئی گھوڑا لیلیا یا نہیں۔ اُسوقت تو اونٹ
لیکر بھی گھوڑا نہیں دیتا تھا۔ اُس نے کہا۔ بیشک تم نے گھوڑا لیلیا۔ اور میں اُسے واپس بھی نہیں مانگتا۔ مگر ایک
بات میری ضرور ماننا۔ ڈاکو نے کہا وہ کیا؟ جواب دیا۔ کہ کسی سے ذکر نہ کرنا کہ تم نے سادھو کا بھیس بدلکر گھوڑا
لیلیا ہے۔ ورنہ نیکی کا دروازہ سب کے لئے بند ہو جاویگا۔ اچھے سے اچھے سادھو کے متعلق لوگ ڈاکو کا
شبہ کرینگے۔ بس ان شبدوں نے ڈاکو کے من پر چوٹ لگا دی اور وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ گھوڑا واپس دیدیا
اور کہا کہ مجھے کچھ اور بھی اُپدیش کر جاؤ۔ اسی لئے اُپدیش ہر موقعہ اور ہر جگہ پر دیا جاتا ہے۔ نا معلوم کس سمے
کس پر اثر ہو جائے۔ اِس طرف کے لوگوں سے تو ست سنگ بالکل دور ہو چکا ہے برہما میں ابھی تک دھرم پر بل ہے۔
وہاں ایک پُرش کا جوان لڑکا مر گیا۔ منو اتو تین چار دن تک اُنکو روتا پیٹتا دیکھکر اُنکے کچھ پڑوسی آئے اور
اُس سے اپنے روپیہ کا تقاضا بڑے زور سے کرنے لگے۔ وہ حیران تھا۔ کہ ایک لڑکے کی موت کی مصیبت۔ اور دوسرا
روپیہ کی طلبی۔ اُسنے وجہ پوچھی۔ جواب دیا۔ کہ تم لوگ امانت میں خیانت کرنیوالے معلوم ہوتے ہو۔ پرماتما نے تمہارے پاس وہ
لڑکا بطور امانت بھیجا تھا۔ اُسکو ضرورت ہوئی اُس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ اب تم تین چار دن سے واویلا
مچا رہے ہو۔ جب پرماتما کی امانت دینے میں تم نے اتنا واویلا مچایا ہے۔ تو ہماری امانت تم کیوں دینے لگے ہو؟
یہ کہنا تھا کہ سارا پریوار خاموش ہو گیا۔ اُنکے دل میں شانتی آگئی۔ یہ ہے ست سنگ۔ ضرورت ہے۔ کہ پھر تم لوگ بھی ست سنگ کو بڑھاؤ

آریہ سماج مصیبت کو بلا رہا ہے۔ آریہ سماج جس نے دنیا کو ست سنگ کے جھنڈے تلے لانا تھا۔ مگر یہ بدقسمت خود ہی خانہ جنگی میں پھنس گیا۔ جدھر جاؤ۔ اسکی خانہ جنگی کی خبر ہی سننے میں آتی ہے۔ مگر یاد رکھو آریہ سماج بڑی بھاری وپتی کو خود بلا رہا ہے۔ یقین رکھو کہ اسپر سخت مصیبت آئیگی۔ اور اس سمے آپس میں تمام ورودھی طاقتیں مل جاوینگی۔ مگر اس میل سے کچھ نہ بن سکیگا۔ بنگال میں ایکدفعہ سخت طغیانی آئی۔ بہت سے مکانات سینکڑوں منش اور جانور پانی میں بہ گئے۔ مگر پانی کے چاروں طرف ایک اونچی جگہ پر ایک نیولا۔ سانپ۔ بجائے بھیڑ بلی۔ کتا اور ایک سیاہ موذی اژدہا۔ ایک آدمی اور اس قسم کی اور کئی مخالف طاقتیں اکٹھی ہو گئیں۔ اب نیولا سانپ کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتا۔ بھیڑ بجائے کی طرف نہیں دیکھتا اژدہا آدمی کی طرف نہیں لپکتا۔ مصیبت کے سمے اور جب ودیش بھاد دور ہو چکا۔ مگر اس میل ملاپ سے کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ سب کی شکتی نشٹ ہو چکی گم نہ اسی طرح آنے والی وپتی کے سمے اگر آریہ سماج کی پارٹیاں آپس میں مل بیٹھیں۔ تو اس سے کیا لابھ۔ آؤ۔ اشر جنگیاں تو آریہ سماج کو پہلے ہی کمزور کر دینگی۔ اس لئے آؤ۔ اب بھی باز آجاؤ۔ اور اس وپتی کو نہ ہاتی اور اشر کیسی پستکوں سے سبت سنگ کیا جائے۔ ست سنگ مہاتماؤں کے بچنوں دوارا ہی ہو۔ اپنے مانس انکے نیکھ دوارا بھی ہو سکتا ہے۔ ایک راجہ کا وزیر چھ مہینے کی چھٹی لیکر جنگل میں چلا گیا۔ وہاں سے اس نے رئیس کھڑا راجہ کو پتر لکھا۔ کہ میں شانتی کی گنگا میں روز سنان کرتا ہوں اور مہا منی پتنجلی اور گوتم سے سنہی حقہ کا پینا راجہ حیران ہوا۔ کہ پاتنجلی اور گوتم کہاں؟ یہ وزیر نے جھوٹ لکھا ہے۔ وہ خود اسکے ملنے کے لئے آویگا۔ جب تو اسکا وزیر جنگل میں ایک جھونپڑی بنا کر داس کر رہا ہے۔ ایکدو دن اسکے پاس رہ کر راجا نے کہ یہ بات تو درست ہے۔ کہ آپ شانتی کی گنگا میں سنان کرتے ہیں۔ پرنتو پاتنجلی اور گوتم کا ست سنگ۔ اس کا وزیر نے جھٹ آلے میں سے یوگ اور نیائے شاستر نکال کر راجہ کے سامنے رکھدیئے اور کہا انسے مستے سے خاوندیر پاتنجلی اور گوتم رشی سے کیا پوچھتے ہیں؟ یہ ہے پستکوں کا س[illegible] سمجھ گیا۔ اب اسکا یہ حصلہ نہ پڑتا تھا۔ اسی قسم کی و[illegible] کوسی چھڑی [illegible] لیکر اپنے ہل [illegible] دسی طرح یہ ہل کے نیچے آجاوے۔ اور ایک [illegible] کے مہا [illegible] چھوٹا سا لڑکا اسکے آگے پیچھے پھرتا۔ اور اسکا باپ ہل کو بار بار اسکی طرف ست سنگ رشی [illegible] اسی طرح کرتا رہا۔ کہ اتنے میں اسکا ہل ایک چھوٹے سے پوٹے میں جا لگا۔ بہت تیز ہو جاتی [illegible]۔ کہ پتا جی ہل کو اس طرف مت لاؤ۔ باپ نے سبب پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ ننھا سا نہیں پتا۔ اس [illegible] ملنے کہا پھر کیا ہوگا اور پیدا ہو جائیگا [illegible] اپکا ایشن ہوگا۔ اور کہا [illegible]

ملنے کا پتہ:- میر چند آریہ سیوک وچھووالی بازار پلوڑیاں ہر چرن شہر لاہور (پنجاب)

Conscience is the highest of all courts.

دھرم اپدیش پھول مالا

سب سے اونچا اخلاق پرماتما کی محبت ہے

ایک دل کی ضرورت ہے

ماں سے زیادہ مہربان اور بادل سے زیادہ سخی پرماتما! میں بندھے ہوئے ہاتھوں اور جھکے ہوئے سر اور تپے ہوئے سینے کے ساتھ آپ کے دربار میں حاضر ہوتا ہوں۔ دولت کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ ناپائدار ہے اور بیشمار برائیوں کا مخزن ہے۔ طاقت کے لئے نہیں کیونکہ یہ بھی کمزوری میں تبدیل ہو جانے والی شے ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنا تو مشکل نہیں۔ مگر حاصل کر کے اُسے آدمیوں کی طرح استعمال کرنا بڑا مشکل ہے۔ خوبصورتی کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ بد صورتی میں بدل جانے والی چیز ہے۔ اور نیز اس لئے کہ یہ خوبصورتی ہی ہے۔ جو انسان کو ٹھوکر کھلانے کا موجب بنتی ہے۔ اونچے اونچے مکانوں کے لئے بھی نہیں۔ کیونکہ یہ آج کل میں ہی مٹی کا ڈھیر ہو جانے والے ہیں اور نیز اس لئے کہ ان اونچے مکانوں پر چڑھ کر انسان دوسری طرف نیچے گر جاتا ہے۔ یار دوستوں کے لئے بھی نہیں، کیونکہ اُن کی دوستی کا کوئی بھروسہ ہی نہیں۔ اور نیز اس لئے کہ یار دوست مجھے فائدہ پہنچا ہی کیا سکتے ہیں۔ مہربان باپ! میں ان چیزوں کے لئے آپ کے دربار میں حاضر نہیں ہوتا۔ دیں یا نہ دیں۔ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ یہ اشیاء معمولی ہیں۔ مگر جس چیز کے لئے میں پرارتھنا کرتا ہوں وہ غیر معمولی چیز ہے۔ سوامن! مجھے ایک دل کی ضرورت ہے۔ ایسا دل جو محض گوشت کا لوتھڑا نہ ہو۔ جو محض متحرک کرنے والی مشین نہ ہو۔ بلکہ مجھے ایسے دل کی ضرورت ہے جس میں احساس ہو اور سچا احساس ہو۔ جس میں بنی نوع انسان کے لئے پریم کا دریا لہریں مار رہا ہو۔ مجھے ایسے بیباہیانہ دل کی ضرورت ہے۔ جو سخت سے سخت تکالیف و مصائب کے دوران میں بھی دھڑکنے اور کانپنے نہ لگ جائے آسمان سے آگ کی بارش ہو۔ اور زمین سے گندھک کی ندیاں پھوٹ نکلیں۔ مصیبتیں۔ آفتیں۔ صعوبتیں آئیں۔ ایک طرف تلوار ہو۔ دوسری طرف بندوق ہو۔ آگے کنواں ہو۔

پیچھے کھائی ہو۔ مگر میرا دل مجھے جواب نہ دے۔ اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔ پتا مجھے ایسے سخی دل کی ضرورت ہے۔ جو لاکھوں کی پرواہ نہ کرے۔ اور اصول کو چھوڑنے کی جگہ ہزاروں پر لات مارنا پسند کرے۔ چنے چبا کر شریفانہ زندگی بسر کرنے کو پاپ سے امیرانہ ٹھاٹ باٹ سے رہنے پر ترجیح دے۔ پربھو مجھے ایسے بھگت دل کی ضرورت ہے جو آپ کے چرنوں میں ہی جھکا رہے۔ اور دُنیا کی طرف پیٹھ کر کے آپ کے قدموں کا سایہ ڈھونڈے۔ سوامن مجھے ایسے مستقل مزاج دل کی ضرورت ہے۔ جو ٹوٹ جانا پسند کرے۔ مگر جھکنا گوارا نہ کرے۔

بس ایسے دل کی مجھے ضرورت ہے۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ۔ اور چکراتے ہوئے سر کے ساتھ پرارتھنا ہے۔ کہ دُنیا کے خالق ایسا دل مجھے دے۔ اور زخم پر مرہم رکھ دے۔ ورنہ میری چھاتی میں دِل نہیں۔ پتھر کا ٹکڑا رکھ دے۔

When all the blandishments of life are gone, The coward sneaks to death. The brave live on.

ایشور وشواس

کشتی خدا پہ چھوڑ دو لنگر کو توڑ دو

انسان گھبرایا ہوا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو اور دل میں جلن ہے۔ اُسکے ہاتھوں میں رعشہ اور پاؤں میں کمزوری ہے۔ وہ دنیا پر نظر مارتا ہے۔ اور کلیجہ پکڑ کے رہ جاتا ہے۔ وہ چاروں طرف دیکھتا ہے اور ٹھنڈے سانس بھرنے لگ جاتا ہے۔ رات کی تاریکی اسے روتا ہوا پاتی ہے دن کی روشنی اُسے رنجیدہ دیکھتی ہے۔ گرمی میں اور سردی میں۔ بہار میں اور خزاں میں جنگل میں اور شہر میں۔ اُسکے رخساروں پر وہی آنسو بہتے رہتے ہیں۔ اگر اسکے ساتھ کسی نے مکاری کی ہے۔ تو وہ دنیا کو مکاری کا گھر سمجھ بیٹھا ہے۔ اگر اس کے ساتھ کسی نے بیوفائی کی ہے تو وہ تمام دنیا کو ہی بیوفا سمجھ بیٹھا ہے۔ اور سر پر ہاتھ رکھ کر رو رہا ہے۔

"کیا کروں؟ پتا میں کیا کروں؟ کیا کروں اور کہاں جاؤں" یہ الفاظ اس کی زبان پر رہتے ہیں

پرماتما کا دربار ہر کسی کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ مانگو اور تمہیں دیا جائیگا۔ کھٹکھٹاؤ اور تم پر کھولا جائیگا۔ دیا جاتا ہے اُسے جو مانگتا ہے۔ کھولا جاتا ہے۔ اس پر جو کھٹکھٹاتا ہے۔ پھر کیا یہ کبھی ممکن ہے۔ کہ انسان اس دل کے ساتھ جو سچے آنسوؤں سے ساتھ دھویا جا چکا ہے۔ پرارتھنا کرے اور پرماتما نہ سُنے۔ ہرگز نہیں۔ رنج کی گھٹا برسنے دو۔ پشچاتاپ کے آنسو بہنے دو۔ دل کی میل دُھلنے دو۔ آنے دو۔ تیز رفتار پہاڑی ندی کو جو چشم ندن میں مکاری کو اور ریاکاری کو فریب کو اور دوکانداری کو نمائش اور دنیاداری کو اپنے ساتھ بہا کر لیجاتی ہے۔ چھوڑ دو اپنی مرضی کو چھوڑ دو۔ تیاگ دو اپنی اہنکار کو تیاگ دو۔ بھول جاؤ اپنے آپ کو بھول جاؤ۔ اپنی مرضی کو پرماتما کی مرضی میں۔ اور اپنے آپ کو پرماتما کے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ اس طرح چھوڑ دو۔ جس طرح مریض اپنے آپ کو ڈاکٹر کی چھری کے آگے چھوڑ دیتا ہے۔ مریض چھری دیکھکر چلاتا ہے۔ تم ایسا نہ کرو۔ چپ چاپ پڑے رہو اور بے حس وحرکت پڑے رہو۔ کیونکہ یہ داناؤں کا راستہ ہے۔ یہی راستہ ہے۔ تیز چلنے سے حقیقت کا انکشاف ہوگا۔ اب تمہاری طبیعت ڈانواڈول نہیں رہے گی۔ بلکہ اس میں ایک استقلال ہوگا۔ تم دیکھو گے۔ اور محسوس کرو گے۔ کہ رنج کی جگہ راحت تکلیف کی جگہ خوشی اور شانتی کی جگہ امن نے لے لی۔ اب تم روؤ گے نہیں۔ بلکہ چنڈول کی طرح خرامے بھرو گے اور مزے سے خوشی کی سروں میں خوشی کے گیت گاتے پھرو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا۔ جب تمہیں آنے کی خوشی نہ ہوگی اور گئے کا رنج نہ ہوگا۔ تم پرماتما کی مرضی کے خوبصورت راستے میں چلو گے۔ اور تمہارا سینہ خوشی سے بھر جائیگا۔

مداری کا تماشہ

پُتلی کیا ہے؟ لکڑی کا کھلونا نہ وہ چل سکتی ہے۔ نہ ہل سکتی ہے۔ اُسے دھوپ میں کھڑا کرو وہ پڑی رہے گی۔ اُسے پانی میں پھینک دو۔ وہ نکلنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ اُسے کپڑے پہنا دو۔ وہ پہن لے گی۔ اُتار لو۔ وہ خاموش رہے گی۔ اُسے مارو وہ زبان نہیں ہلائیگی۔ توڑ ڈالو

اُسے عذر نہیں۔ پھر جوڑ لو۔ اُسے خوشی نہیں۔ نہ اس میں زندگی ہے۔ نہ حرکت ہے نہ طاقت ہے نہ ہمت ہے نہ خواہش ہے نہ مرضی ہے۔ وہ جڑ ہے وہ مردہ ہے۔ یہ حالت دن کی حالت ہے رات کو یہی بیجان پُتلی اُٹھتی ہے۔ بیٹھتی ہے۔ چلتی ہے۔ دوڑتی ہے۔ ہاتھ اُٹھاتی ہے۔ پاؤں کو حرکت دیتی ہے۔ منہ کھولتی ہے۔ آنکھیں میٹتی ہے۔ دوسروں پر چوٹ کرتی ہے۔ اپنی باری میں طرح دے جاتی ہے۔ ناواقف انسان یہ دیکھتا ہے اور حیران رہ جاتا ہے۔ مگر پردے کے پیچھے چلے جاؤ اور تم دیکھو گے کہ ایک زندہ انسان ہے جس نے اس مردہ پتلی میں زندگی پیدا کر رکھی ہے۔ یہ اسی کی طاقت ہے۔ جو اسے حرکت دیتی ہے۔ یہ اسی کی مرضی ہے۔ جو اسے چلاتی ہے۔ یہ اسی کی خواہش ہے۔ جو اسے دوڑاتی ہے۔ یہ اسی کے ہاتھ کا اشارہ ہے۔ جو اسے لڑاتا ہے۔ یہ اسی کے پاؤں کی حرکت ہے۔ جو اسے لٹا دیتی ہے۔ یہی تماشہ ہے جس پہ نادان انسان لٹو ہو جاتے ہیں۔ اے کاش! وہ اس سے بھی زیادہ عجیب مداری کی طرف متوجہ ہوتے جس نے ہمارے مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک رکھی ہے۔ جو مٹی کے پتلے کو رلاتا ہے۔ ہنساتا ہے۔ چلاتا ہے۔ سلاتا ہے۔ جگاتا ہے۔ بٹھاتا ہے۔ وہ ہماری آنکھوں میں بیٹھا دیکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے کانوں میں بیٹھا سُن رہا ہے۔ وہ ہماری زبان میں بیٹھا چکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے ناک میں بیٹھا سونگھ رہا ہے۔ وہ ہمارے دل میں بیٹھا دھڑک رہا ہے۔ وہ ہمارے منہ میں بیٹھا بول رہا ہے۔ وہ ہمارے دانتوں میں بیٹھا کاٹ رہا ہے۔ اگر وہ اپنی تار کا رشتہ ہمارے جسم سے کاٹ ڈالے۔ تو ہم مردہ ہو جائیں۔ نہ ہم کھا سکیں۔ نہ پی سکیں۔ نہ چل سکیں۔ نہ دوڑ سکیں۔ آنکھیں ہوں مگر دیکھ نہ سکیں۔ زبان ہو۔ مگر بول نہ سکیں۔ ہاتھ ہوں مگر ہل نہ سکیں۔ ناک ہو۔ مگر سونگھ نہ سکیں ہمارا سر ہو۔ مگر سوچ نہ سکیں۔ ہمارا پیٹ ہو مگر کسی چیز کو ہضم نہ کر سکے۔ ہمارے ہاتھ میں لاٹھی ہو مگر اُٹھ نہ سکے۔ پاؤں میں جوتا ہو۔ مگر اتارا نہ جا سکے۔ بیوقوف ہے۔ وہ انسان جو متحرک پتلی کو دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ اپنے آپ حرکت کرتی ہے۔ مگر اس سے بھی بیوقوف وہ انسان ہے۔ جو جیتے جاگتے انسان کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اس میں کوئی روح نہیں اور کہ اسکا تناسب ہی اسمیں حرکت پیدا کر دیتا ہے۔

امانت میں خیانت

روپے کی ضرورت نے مجھ سے میرا وطن چھڑا دیا۔ محبت کی نظروں سے در و دیوار کو دیکھتا ہوا۔ میں کلیجے کو ہاتھوں میں لئے ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے چل نکلا۔ میں مشرق کو گیا اور مغرب کو گیا۔ شمال کو گیا اور جنوب کو گیا۔ مگر مجھے روپیہ نہ ملا۔ میں نے امیروں سے روپے کی التجا کی۔ اور رو رو کر التجا کی۔ جواب میں انہوں نے مخول کئے۔ قہقہے لگائے۔ پھبتیاں اڑائیں۔ مگر کسی نے روپیہ دینے کا حوصلہ نہ کیا۔ میں نے شہر چھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا۔

روپے کے لئے میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ جلانے والی دھوپ اور تڑپانے والی سردی کی پرواہ نہ کرتا ہوا میں آگے بڑھا جاتا تھا۔ کبھی زمین آگ اگلتی تھی۔ اور کبھی آسمان سے اولوں کی بارش ہوتی تھی۔ تمام تمام صعوبتوں کو اٹھاتا ہوا۔ اور تمام تکالیف کو برداشت کرتا ہوا میں آخر باوا رام گر سنیاسی کے پاس پہنچا۔ دل میں روپے کا خیال اور لب پر روپے کا سوال تھا۔ فوراً خواہش کا اظہار کر دیا۔ سنیاسی نے کہا مشرق کا رخ کرو۔ اور ناک کی سیدھ میں چلے جاؤ۔ سچا گاؤں ملے تو اس میں داخل ہو جاؤ۔ جتنا روپیہ جس سے چاہو لے لو۔ اور دینے کا زبانی اقرار کرو۔

روپے کی کشش نے مجھے مشرق کی طرف کھینچا۔ اور میں اِدھر دوڑا۔ معلوم نہیں کتنا عرصہ میں چلتا گیا۔ اور آخر ایک دن دیکھا۔ کہ ایک گاؤں ہے جس پر ایک جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اس پر جلی حروف میں لکھا تھا سچا گاؤں۔ یہ دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھلا۔ اور میں نے ادھر کا رخ کیا۔ راستہ میں باپ بیٹا ہل چلا رہے تھے۔ اتنے میں ایک سانپ نکلا اور اس نے لڑکے کو کاٹ کھایا۔ باپ نے لاش کو پرے ہٹایا اور بدستور ہل چلاتا رہا۔ سامنے لڑکے کی عورت بیٹھی تھی اس نے بھی رنج و الم کا کوئی

روپے کی تھیلی محض زبانی اقرار پر لے کر چلتے وقت میں نے کہا شاہ جی اس گاؤں کے لوگ ایسے ظالم ہیں کہ بیٹے کی موت پر باپ اور خاوند کی موت پر بیوی آنسو تک نہیں بہاتی۔ ہمارے ہاں سالوں تک ماتم رہتا ہے۔ اس نے تھیلی مجھ سے چھین لی اور کہا تم بچے کی پیدائش کے وقت خوشیاں مناتے ہو مگر جب داتا تم سے اپنی امانت واپس لیتا ہے اور تم روتے پیٹتے ہو۔ سمجھتے ہو کیا یہ امانت میں خیانت کرنا نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے سے روپیہ لیتے ہیں اور دیتے وقت کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ مگر تم سے جو بچے کی پیدائش پر خوشی اور موت پر رنج کرتے ہو مجھے یہ امید نہیں۔ جاؤ روپیہ تمہیں نہیں مل سکتا۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔

پتاجی! تم مرجاؤ تو اچھا!

ایک سچی داستان

"کیسی دلکش آواز ہے؟ کتنی باریک اور پیاری ہے؟"

"ہاں! راجیندر! بلا کی آواز ہے"

راجیندر - چلو موہن ادھر ہی چلیں۔

راجیندر اور موہن نربدا ندی کے خوبصورت کنارے پر سیر کرتے ہوئے اسی دلکش اور من ہرن پیاری آواز کی طرف جانے لگے۔ گنجان درختوں میں دور سے اُنہوں نے ایک گروہ دیکھا اور وہ بھی اسی طرف جانکلے۔ دیکھا۔ ایک مہ پارہ اپنے غیر معمولی ناز و ادا سے ایک غزل گا رہی ہے

الٰہی! دیدۂ و دل بھی نہ ٹھہرے رہگذر ٹھہرے

کبھی حسرت گذرتی ہے کبھی ارماں گذرتے ہیں

راجیندر اور موہن نے ایک ہی شعر سُنا اور وہاں سے آگے چل دیئے۔ لیکن جاتے جاتے سرسری نظر سے اہل جلسہ پر بھی ایک نگاہ ڈالی۔ اور راجیندر نے کہا۔

"موہن! جانتے ہو! یہ کیا ہے؟"

موہن - ہاں! جانتا ہوں۔ کہ ایک ویشیا گا رہی ہے۔

راجیندر - یہ وہی ویشیا ہے۔ جس نے سردار چند زمیندار کو قبضہ میں کر رکھا ہے۔ کیا دیکھا نہیں۔ سردار چند داہنی طرف شراب سے مدہوش پڑا تھا۔

موہن - خوب یاد آیا۔ کیا وہی سردار چند جس کے متعلق پرسوں بات چیت ہو رہی تھی۔

راجیندر - ہاں وہی! دیکھو یہ کس طرح سے اپنی عزت برباد کر رہا ہے۔ اسکا باپ بہت ہی دولتمند تھا۔ اور اس نے بھی بڑا روپیہ کمایا تھا۔ اسکے سوا گاؤں بھی ہیں۔ اسوقت بھی آٹھ ہزار

سالانہ سے کم آمدنی نہ ہوگی۔ لیکن اس ویشیا نے ایسا رام کیا ہے کہ اب اسی کا وظیفہ پڑھتا ہے۔ سارا کاروبار نوکروں پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور خود یا تو شراب سے بیہوش پڑا رہتا ہے۔ یا جنگل میں شکار کھیلنے چلا جاتا ہے۔ یا اسی طرح سے راگ رنگ کے جلسے رچائے رکھتا ہے۔ دن رات طرح طرح کے گوشت پکتے رہتے ہیں۔ اور شراب کی بوتلوں پر بوتلیں خالی ہوتی رہتی ہیں۔

موہن۔ افسوس! یہ شخص کس طرح آٹھ ہزار روپے کی آمدنی کو تباہ کر رہا ہے۔

راجیندر۔ صرف آٹھ ہزار پر ہی اکتفا نہیں۔ یہ تو اب بیس ہزار روپے کا مقروض ہو گیا ہے۔ اور اگر یہی لیل و نہار ہے۔ تو پھر دیکھنا کہ رہنے کو مکان بھی نہ رہیگا۔

موہن۔ لیکن کیا اِسے کوئی بھی سمجھانے والا نہیں؟

راجیندر۔ کئی سمجھا چکے۔ بہتیری دفعہ میرے پتاجی نے اونچ نیچ دکھلایا ہے۔ لیکن اُس کو نصیحت چھوتی تک نہیں۔ اور جب یہ شراب میں مدہوش ہوتا ہے۔ تو سمجھانے والوں کو عجب بے نقط سُناتا ہے۔ اور اکثر کہا کرتا ہے۔ ع "ناصحا آگ لگے اس تیرے سمجھانے کو"

موہن۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سردار چند اور اسکے باپ کا بڑا رعب ہوتا تھا۔ اِنکے دروازے پر ہاتھیوں کی جوڑی بندھی ہوئی میں نے خود دیکھی ہے۔

راجیندر۔ اجی بڑی شان و شوکت تھی۔ دولت کی پرواہی نہیں تھی سینکڑوں کو قرض دیتے تھے۔ ایشوریہ بھوگتے تھے۔ جب انکے وہ دن یاد آتے ہیں۔ اور میں اُنکی آجکل کی حالت دیکھتا ہوں۔ تو آنکھوں میں بے اختیار آنسو آجاتے ہیں۔ یہ جو اب انکے جلسے دیکھتے ہو۔ کیا انکی کوئی اصلیت ہے۔ یہ تو لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے والی مثال ہے۔ در اصل اب انکے پاس کچھ نہیں رہا۔ افسوس انکا وہ پہلا وقت اب گذر گیا۔ اور سائے کی طرح گذر گیا۔ اب جو باقیماندہ دولت ہے۔ اُسے یہ ویشیا کھینچ رہی ہے۔ اور آثار بتلاتے ہیں۔ کہ پورا کنگال کر کے چھوڑیگی۔

(۲)

گاؤں بھر میں آج یہی باتیں ہو رہی ہیں۔ کہ سردار چند اب ایک کوڑی بھی نہیں رہنے دیگا۔ ہائے! اِسے اپنی عورت پر بھی رحم نہیں آتا۔ اپنے اکلوتے بیٹے کی بھی اِسے فکر نہیں۔ اب تو یہی بہتر ہے

کہ سردار چند مرجائے۔ تاکہ جو کچھ تھوڑا بہت ہے وہ تو بچ جائے۔

"سچ مچ اب تو حد ہوگئی"

"ہاں! مہندر کا باپ مہندر کے لئے کچھ بھی رہنے نہ دیگا"

"مہندر کا باپ اب مرہی جائے تو اچھا"

"سُنا ہے پانچ ہزار اور قرض لے کر اس راکھشنی کے لئے زیور بنوائے گئے ہیں۔ اور مہندر کی ماتا کی اُنگلیوں میں قسم ہے جو ایک چھلا بھی ہو"

"ہمارا دل تو اب یہ باتیں برداشت نہیں کرسکتا"

اِس قسم کی باتیں ایک جگہ ہو رہی تھیں۔ سردار چند کا خوبصورت چھوٹا لڑکا مہندر پاس ہی کھڑا یہ باتیں سُن رہا تھا۔ لوگوں نے جو بار بار یہ کہا کہ "مہندر کا پتا مرجائے تو اچھا" تو مہندر کو یہ فقرہ یاد ہوگیا۔ اور اِسی کو دوہراتا ہوا گھر میں داخل ہوگیا۔ برآمدے میں ہوتا ہوا مہندر بیٹھک میں پہنچا۔ آگے سردار چند حقہ پی رہا تھا دن ڈھل رہا تھا۔ سورج کی گرمی کم ہوگئی تھی۔ ہوا کے جھونکے رہ رہ کر آتے تھے۔ اور دل کو فرحت دے جاتے تھے سردار چند اسوقت ایک عجیب سوچ میں بیٹھا تھا۔ مہندر نے آتے ہی سردار چند کو مخاطب کر کے کہا:۔

"پتا جی! تم مرہی جاؤ تو اچھا"۔

سردار چند۔ "کیوں بیٹا! ایسا کیوں کہتے ہو"

مہندر۔ پتا جی! لوگ ہی کہتے ہیں۔

سردار چند۔ پُتر! لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں؟

مہندر۔ پتا جی! کہتے ہیں کہ مہندر کا باپ مہندر کے لئے کچھ نہیں چھوڑیگا۔

سردار چند نے اپنی عورت کو اندر سے بُلایا۔ اور کہا۔ "اپنے لڑکے سے پوچھو۔ یہ کیا کہتا ہے"

ماتا نے اپنے پُتر مہندر سے پوچھا "کیوں لال کیا کہتے ہو؟"

مہندر نے کہا۔ "ماتا! کہتا ہوں کہ پتا جی مرجائیں۔ تو اچھا ہے"۔

ماتا نے یہ فقرہ سُنتے ہی چھڑی اُٹھائی۔ اور مہندر کو اس زور سے ماری کہ وہ چلا اُٹھا۔

سردار چند نے چھڑی پکڑ لی اور کہنے لگا۔ "اسے کیوں مارتی ہو۔ جو مہندر نے کہا ہے۔ کیا یہ اسکی آواز ہے؟ نہیں! یہ کسی اور طاقت کی آواز ہے۔"

یہ کہکر سردار چند نے چلاتے اور روتے ہوئے مہندر کو گود میں اُٹھا لیا۔ سردار چند کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ مہندر کے خوبصورت بے لوث اور پاک چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرا ناپاک مُنہ اور ہونٹ اس قابل نہیں کہ ان پاک اور پوتر ہونٹوں کو چُومیں۔ لیکن آج مدت کے بعد اِن پوتر ہونٹوں کو چُومتا ہوں۔ شائد میں بھی پوتر ہو جاؤں۔"

یہ کہکر سردار چند نے اپنے لخت جگر کو چھاتی سے لگا کر اُسے چُوما۔ آنکھوں سے چھم چھم آنسو برسنے لگے۔ آنسو رُکتے ہی نہیں۔ مہندر کی ماتا بار بار چُپ کراتی ہے۔ مگر آج تو بقول

غیر ممکن ہے جو موقوف ہو رونا اے جوش   کس نے دیکھا ہے کہ بہتا ہُوا دریا ٹھہرا

آنسو بند ہی نہیں ہوتے۔

سردار چند اب زار زار رو رہا ہے۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی ہے شفق اُڑ گئی ہے۔ اب تاریکی کا دور دورہ ہے۔ لیکن مشرق سے ابتدائی دنوں کا ننھا سا چاند نکل آیا ہے۔ اس کی کرنوں نے جہاں تاریکی کو دور کر دیا ہے۔ وہاں خُنکی بھی پیدا کر دی ہے۔

سردار چند کو روتے روتے ایک سا دو گھنٹے بیت گئے۔ اِس وقت اسکے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہُوا اُس نے مہندر کو پھر چھاتی کے ساتھ لگایا۔ مہندر باپ کو روتا دیکھکر سہما بیٹھا تھا۔ اسکی پاک اور پوتر آنکھوں نے نہ معلوم سردار چند کے اندر کیا جادو کیا۔ کہ سردار چند بالکل پلٹ گیا۔ مہندر کو چُوم کر سردار چند نے کہا۔ "بیٹا! لو آج ... پرن کرتا ہوں۔ کہ مرنے سے پہلے تمہارے لئے پہلے سے دوگنی جائداد بناؤں گا۔ اور میں مقروض نہیں مرونگا۔"

(۳)

اگلے روز گاؤں میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ سردار چند نے ویشیا کو نکال دیا ہے اور کُل زیورات اس سے واپس لے لئے ہیں۔ کچھ عرصہ اور گذر گیا۔ تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ سردار چند نے اب کبھی شراب نہیں پی۔ وہ تو اب شکار کھیلنے بھی کبھی نہیں گیا۔ اُسکا قرضہ بھی اُتر گیا ہے۔ اور

ایک گاؤں بھی خرید لیا ہے۔

لوگوں کی زبانوں پر اب سردار چند کے لئے واہ واہ تھی۔ سبھی اُسے دیوتا خیال کرنے لگے۔ ایشور بھگتی کے لئے دونوں وقت حاضر ہونے لگا۔ اسکے پُرانے دوست اب اس سے جُدا ہو چکے تھے۔ اور اب وِدوان پنڈت اور ایشور بھگت اسکے دوست تھے۔

وقت گذرتے دیر نہیں لگتی۔ تمام لوگ سردار چند کی پُرانی باتیں بھُول گئے۔ اِرد گِرد کے علاقہ میں وہ بڑا بھگت۔ ایماندار اور دیوتا مشہور ہو گیا۔ لوگ اب اس پر مست ہو چکے تھے۔ انہی دنوں میں سردار چند اچانک بیمار ہو گیا۔ جوق در جوق لوگ اس کی تیمار داری کو آنے لگے۔

ایک دن جبکہ ابھی پو پھٹی تھی۔ روشنی پھیل رہی تھی۔ کہ بستر پر پڑے ہوئے سردار چند نے اپنے بیٹے مہندر کو بُلایا۔ بہت سے تیمار دار اور بہت سے دوسرے لوگ چار پائی کے اِرد گِرد بیٹھے ہوئے تھے۔ مہندر دوڑتا ہُوا آیا۔

سردار چند نے کہا "مہندر! آگے آؤ۔ میرا مُنہ چومو۔ مہندر نے بڑھ کر مُنہ چُوما۔ سردار چند نے کہا۔ پُتر! ایک بار اور" مہندر نے پھر بوسہ لیا۔ سردار چند نے کہا۔ "ایک دفعہ پھر" مہندر نے ایک بار اور چُوما۔

سردار چند اب اُٹھ بیٹھا۔ اور کہنے لگا۔ بیٹا! تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ میرے لئے دیوتا ہے تو نے ایک فقرہ کہکر میری زندگی پلٹ دی۔ اب میں مرتا ہوں۔ لیکن اپنا پرن پُورا کر کے۔ اِسوقت پندرہ ہزار کی آمدنی ہے۔ اور بیس ہزار روپیہ نقد ہے۔ یہ تمہارے حوالے کرتا ہوں"

سردار چند نے اب آنکھیں بند کر لیں۔ اور شانتی سے پران دے دیئے۔

سردار چند بچّے کے ایک فقرے سے بدل گیا۔ ہائے! کتنے ہی سردار چند ابھی دُنیا کے اندر موجود ہیں۔ اُنکے دل پر کب چوٹ لگے گی۔ کب وہ سنبھلیں گے۔ کِس دن کوئی مہندر اُنہیں تبدیل کریگا۔

اِرد گِرد دیکھتا ہوں۔ کہ بے شمار سردار چند بکھرے پڑے ہیں۔ یہ کب آنسو بہا کر اپنے پاپوں کو دھوئیں گے؟ کون کہہ سکتا ہے؟ شراب کبھی مت پیو ورنہ آخیر میں افسوس کرو گے۔ اچھے کام آنکھ ہر گز

دھرموپدیش

God is true, pure and just, and he who loves these things out of God, may love them in God.

ودوان لوگ اُس سب سے بڑے عقلمند اور اچھے سے اچھے کرموں کے جاننے والے پرماتما میں اپنے من اور من کی برتیوں کو لگاتے ہیں - وہ پرماتما جس میں کہ عالم لوگ اپنے من کو لگاتے ہیں پرکاش سروپ ست جگت کے پیدا کرنے والا ہے - جس کی تعریف بہت سی ہے۔ شرتی بتلاتی ہے کہ جو لوگ اچھے عالم اور سمجھدار ہیں وہ اپنے من کو سروانتریامی پرمیشور میں لگاتے ہیں - اور جو لوگ اپنے من کو پرماتما میں نہیں لگاتے وہ دکھی ہوتے ہیں - کیونکہ اچھی بدھی کا پھل یہ ہونا چاہئے کہ اُس سے اپنے آپ کو سکھ ملے اور دوسروں کو بھی یہ بات بنا ایشور میں بھگتی کے ہو نہیں سکتی - کیونکہ آنند کا بھنڈار کیول ایشور ہی ہے - اس جگت میں جو سادھارن آنند ہے - وہ بھی پرماتما کا دیا ہوا ہے - پرمیشور کے آنند کو پاکر کبھی کسی کو ڈر نہیں رہتا - کیونکہ پرماتما ڈرنے والی شکتی نہیں ہے - یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اِس نہ ڈرنے والے پرماتما سے من لگاتے ہیں - وہ بھی ڈر سے اوپر ہو جاتے ہیں - جو تھوڑی چیز ہے - وہ ناش ہونیوالی ہے اور جو ناش ہونے والی چیز ہے اُسمیں سکھ نہیں ہے - لیکن جو سب سے بڑا ہے - اُسی میں سکھ ہے - چونکہ پرماتما سب سے بڑا ہے اس لئے وہ ہی سکھ سروپ یا مجسم سکھ ہے - پس سمجھدار گیانی لوگوں کو جو سکھ کی اچھیا رکھتے ہیں اِس سکھ سروپ پرماتما میں دھیان لگانا چاہئے - کیونکہ جو وستو جس کے پاس ہوتی ہے - اُسی سے وہ ملتی ہے - پرماتما آنند والے ہیں - اُس میں من لگانے سے جیو کو آنند پراپت ہوتا ہے - سچ تو یہ ہے کہ اگر جیو کو سکھ سروپ پرماتما میں دھیان لگانے سے ہی سکھ پراپت نہ ہو تو پھر ہوگا کہاں سے کیا سنسارک پدارتھوں سے؟ نہیں ہرگز نہیں - بڑے بڑے

راجہ مہاراجہ اور بادشاہ سنسارک پدارتھوں میں پڑ کر مر گئے - انہوں نے اپنی ساری عمر جذبات میں سُکھ ڈھونڈھنے کے لئے گنوا دی - لیکن اُن کو سُکھ پراپت نہیں ہوا - شرتی بتاتی ہے کہ جذبات کی لہر ہی انسان کو دُکھ میں ڈالتی ہے - اس لئے انسان کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے جذبات کی لہر سے بچے

Earthly Arithmetic says: Give and grow rich.
Heavenly Arithmetic says: Give and grow rich.

رفتارِ زندگی

کلرک بیچارہ مصیبت کا مارا صبح دم اُٹھتا ہے - اُٹھنے کے ساتھ ہی اسکو سب سے پہلا خیال اپنے مسلوں کے بستہ کا آتا ہے - نہاتا ہے - دھوتا ہے - کچھ کھانا کھاتا ہے - بستہ بغل میں دبا دفتر میں پہنچتا ہے - اگر کلرک خوش قسمت ہے - اور اسکو ایک مہربان حاکم ملتا ہے - تو کچہری کے گھنٹے ذرا آرام سے گذر جاتے ہیں - ورنہ ہر وقت لعنت - ملامت - جھڑکی دشنام برداشت کرنی پڑتی ہے جس خون کو قائم اور گرم رکھنے کے لئے وہ روٹی کماتا ہے - حاکم کی جھڑکیوں سے وہ خون دن بھر خشک ہوتا رہتا ہے - شام کو گھر پر آتا ہے - تھکا ماندہ چارپائی پر لیٹ جاتا ہے گھر میں آ کر اسکو دوسرے حاکم کی پیشی بھگتنی پڑتی ہے - جو کہ اس کی بیوی ہے - اگر بیوی نیک نہاد ہے - فرمانبردار ہے - خدا ترس ہے - نیک دل ہے - تو کلرک کو کچھ غم غلط کرنے میں مدد دیتی ہے - اور وہ دن بھر کی کلفت کو اپنی نیک بیوی کی سنگت میں بھول جاتا ہے - لیکن اگر بیوی خدانخواستہ بدمزاج - بدفطرت - خود غرض - دل آزار ہے - تو دل جلے خاوند کے لئے پہلے ہی چمٹا تیار رکھتی ہے - ایک طرف تو وہ غریب دفتر سے جلا بھنا آتا ہے - دوسری طرف اس کی بیوی شکایتوں کا بستہ کھول بیٹھتی ہے - خاوند کا دل جل کر کوئلہ ہی ہو جاتا ہے - اور وہ خدا سے دعا کرتا ہے - کہ وہ اس سے چھٹکارا پاوے - رات دن لڑائی دنگہ - فساد - جھگڑا رہتا ہے - دونوں کی جان عذاب میں رہتی ہے - یہ ایک کلرک کی زندگی ہے - دُنیا میں اب تک انسان اِسی قسم کی مصیبت زدہ زندگی بسر کر رہے ہیں -

یہ سب کچھ کیوں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انسان زندگی کے مقصد سے دُور ہے۔ وہ روپیہ کماتا ہے۔ مکان بنواتا ہے۔ بیاہ کرتا ہے۔ بچے پیدا کرتا ہے۔ سب ہی کچھ کرتا ہے۔ مگر اس کے آتما کو اتنی بھی شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ جتنی کہ موسم بہار میں اُڑنے والی تتری کو نصیب ہوتی ہے۔ اسے جب دیکھو دُکھی ہے۔ رو رہا ہے۔ شاکی ہے۔ یقیناً زندگی میں شانتی کے مکھے وہی لُٹے ہیں۔ جو دُنیا اور دُنیا والوں سے الگ آنند کے بھنڈار روشنی کے منبع پرماتما کے حضور میں گذرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی زندگی میں دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کسی گھنٹہ کو اس مقصد کے لئے مقرر کر رکھا ہے کہ اِس وقت سوائے اِس کے اور اس کے جیون ادھار کے کوئی دوسرا مخل نہ ہو وہ اس اشانتی بھری دنیا میں بھی شانت ہی رہتا ہے۔ اس کے اردگرد آگ جل رہی ہے۔ مگر اس کے آتما میں شانتی کا ساگر موجیں مار رہا ہے۔ وہ اس میں غوطہ لگاتا ہے۔ اور ایک ٹھنڈی زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ دُنیا کے میدان کارزار میں کھڑا رہتا ہے۔ مگر اِس جنگ و جدل میں بھی وہ کرشن بھگوان کی طرح شانت رہتا ہے اور شانتی دیتا ہے۔

The nobler the blood, the less the pride.

روتے کیوں ہو؟

تم کیوں روتے ہو؟ اس لئے کہ تم غریب ہو۔ اور تمہارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ گلاب کا پھول کیونکر مسکرا رہا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس مال و زر نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ باغ میں بلبل کیسے چہچہا رہا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس ایک کوڑی تک نہیں ہے۔ تم کیوں روتے ہو؟ اس لئے کہ تم دُنیا میں بے یار و مددگار ہو۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ گھاس کا سرسبز تنکا صحرا میں کھڑا ہے۔ لیکن وہ کوئی سرد آہ نہیں بھر رہا۔ بلکہ جس مقصد کو پورا کرنے کے لئے پرماتما نے اسکو پیدا کیا ہے۔ وہ اسکو پورا کر رہا ہے۔ تم اس لئے روتے ہو۔ کہ تمہارا عزیز بیٹا یا تمہاری پیاری بیوی تم سے جُدا

ہوگئی ہے۔ مگر کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا۔ کہ تمہاری زندگی کا بہترین زمانہ وہ تھا۔ جبکہ نہ تم بچہ رکھتے تھے۔ اور نہ بیوی بلکہ تم ایک بےغم بادشاہ تھے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ گوتم بدھ کے جب بچہ پیدا ہوُا۔ تو اس نے سرد آہ بھری اور کہا۔ "آج ایک بندھن اور بڑھ گیا"۔ چنانچہ اِسی رات اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچہ کو چھوڑ کر روشنی کی تلاش میں راج بھون سے جنگل کو چل دیا۔ نوٹ کرلو۔ جس چیز کی آمد سے تم خوشی حاصل کرتے ہو۔ اس کے چلے جانے پر تم ضرور صدمہ اُٹھاؤ گے۔ بچہ کی آمد پر تم نے خوشی منائی اِس کی موت پر تم کو رنج ہونا ضروری ہے۔ یار دوستوں کی محفل میں تم نے قہقہہ لگائے ان کی جدائی میں تم کو ضرور رونا پڑیگا۔ بیوی کی محبت میں تم نے راحت حاصل کی۔ اس کی موت پر راحت تم سے چھینی جائیگی۔ اور تم دُکھ اُٹھاؤ گے۔ کہنے کا مطلب صرف اِسی قدر ہے۔ کہ جو شخص آمد پر خوشی کرتا ہے وہ برآمد پر روتا ہے۔ اگر تم اپنی زندگی ایسی بنالو کہ نہ تم کو کسی کی آمد پر خوشی ہو۔ نہ برآمد پر رنج۔ تو تمہارے آنسو یک لخت خشک ہو جائینگے۔ اُپ نشد میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے آپکو سب میں اور سب کو اپنے آپ میں دیکھتا ہے اسکو نہ آئیگی خوشی نہ گئے کا رنج۔ یہ ایک صداقت ہے اور نہایت ہی اعلےٰ صداقت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں روز روپیہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ مگر تمہارے ہاتھ کو کوئی دُکھ سُکھ نہیں ہوتا۔ تمہارے منہ میں اچھے اور بُرے ہر ایک قسم کے کھانے جاتے ہیں۔ مگر تمہاری زبان چند منٹ کے بعد ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے۔ تمہارے پیٹ میں خوش ذائقہ اور بد ذائقہ ہر ایک قسم کی چیز پہنچتی ہے۔ مگر معدہ نہ کوئی خوشی کرتا ہے اور نہ افسوس۔ بلکہ اپنے فرض کو پورا کئے جا رہا ہے۔ تم اپنے فرض کو پورا کرو۔ گھاس کے تنکے کی طرح پورا کرو۔ جو کہ ہوا کو صاف کر رہا ہے۔ پھر تم نہیں روؤ گے۔ بلکہ دوسرے اشخاص شبنم کی طرح تم پر آنسو بہائیں گے۔ جبکہ تم اس دنیا میں نہیں ہوگے۔ احمق ہے وہ انسان جو دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کے لئے روتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جن کے لئے وہ روتا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی اسکا ساتھ نہیں دیگی۔

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خنداں بودند تو گریاں
خیال زی کہ وقت مُردن تو ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

پرماتما جو کچھ کرتا ہے ہمارے بھلے کیلئے کرتا ہے جو کچھ اُس نے کیا اسمیں ہمارا بھلا تھا۔ اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اسمیں بھی ہمارا بھلا ہے اور آئندہ میں بھی پرماتما کا ہر ایک کام ہمارے بھلے کیلئے ہی ہوگا

روایت ہے کہ ایک بادشاہ کا وزیر ہر ایک کام کو خواہ بُرا ہو یا اچھا پرماتما کی مرضی ظاہر کیا کرتا تھا۔ چند ناموافق واقعات کے باعث رعایا بادشاہ سے باغی ہوگئی اور جنگ کے بدلے بادشاہ کی ایک انگلی زخمی ہوگئی۔ جب امن ہوگیا اور شانتی سے بادشاہ اپنے کام کاروبار میں مصروف ہوا تو ایک دن زخمی اُنگلی کی طرف اشارہ کرکے بادشاہ نے وزیر سے فرمایا کہ اُنگلی جو زخمی ہوئی کیا اس میں بھی وہ بادشاہ عالی یعنی پرماتما کی رضامندی ظاہر کرسکتا ہے وزیر نے کہا کہ ہاں بادشاہ سلامت اس میں بھی پرماتما کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔ وزیر کی اس بات پر بادشاہ نے ناراض ہوکر وزیر کو دارالخلافہ سے باہر نکالدیا۔ جلدی میں وزیر بیچارا نکال تو دیا گیا مگر بادشاہ اسکے غم میں سخت لُوس ہوا کرتا تھا تو ایکدن شکار کھیلنے نکلا رات تاریک ہونیکے سبب سے راستہ بھول گیا کیوں کہ رات آجانیسے اول محل میں نہ پہنچ سکا جنگل میں سے چوروں نے بادشاہ کا گھوڑا اور پوشاک اُتار لی اور اپنے ایک دیوتا کی قربانی دینے کا ارادہ کرلیا مگر ملاحظہ کرنے پر زخمی انگلی دیکھکر ایک اندھے کوئیں میں جسمیں کہ پانی بہت ہی کم تھا۔ دھکا دیکر چلتے بنے۔ دن نکلنے پر اتفاق سے وزیر کوئیں پر آبیٹھا۔ بادشاہ کو پہچان کر وزیر نے باہر نکالا۔ وزیر کی بات کو یاد کرکے بادشاہ وزیر کے پاؤں گر پڑا۔ اور کہا کہ انگلی زخمی نہ ہوتی تو میں ضرور قربانی دیا جاتا۔ وزیر نے بادشاہ کو پاؤں پر سے اُٹھایا اور خود بادشاہ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا آپ تو انگلی زخمی ہونیسے بچ رہے تھے۔ میں جو سب طرح سے تندرست ہوں اگر ساتھ ہوتا تو ضرور قربانی دیا جاتا پرماتما نے آپکی اُنگلی زخمی کرکے آپکی جان بچائی اور آپ نے میری جان بچائی۔ کیونکہ بوجہ ملک بدر ہونیکے آپکے ساتھ نہ تھا پھر بادشاہ اور وزیر دارالخلافہ کو آگئے۔ اور خوشی سے رہنے لگے۔

ملنے کا پتہ۔ امیر چند آریہ سیوک سبز منڈی پوریاں ہزاری ... چھپا ... لاہور
... ابوجی گئے دفتر ...

آج کل کے زن مرید گھرستی بھائی

اور اُنکا ضمیر

اور ان کے بگڑے ہوئے بائسکل

بہ ترن مرد کی دھرم پتنی

بار اوّل — تعداد — قیمت ۱ر

آجکل کے زن مرید گھرہستی بھائی اور ان زن مریدونکی قسمت کے کرچھے

یہ دھرم پتنی ہے یا دھرم پٹنی یا بگڑا ہوا بائیسکل

لاہور شہر میں انار کلی بڑا مشہور بازار ہے۔ اسے گویا کہ دہلی کا چاندنی چوک بازار کہنا چاہئے جو رونق دہلی میں چاندنی چوک بازار کو حاصل ہے۔ وہی لاہور میں انارکلی بازار کو حاصل ہے۔ اس قسم کے بازاروں میں ہزاروں نوجوان بائیسکلوں پر سوار چلے جارہے ہیں۔ وہ سامنے سے یوں چٹ پٹ گذر جاتے ہیں کہ پتہ نہیں لگتا کہ ابھی وہ ہمارے پاس تھے۔ اگر بائیسکل اچھا ہو تو ۳۰ میل فی گھنٹہ چلتا ہے۔ میرے ایک دوست کا دعوےٰ ہے کہ وہ بائیسکل پر سوار ہو کر کلکتہ میل کے ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔ اگر بائیسکل عمدہ ہو اور سوار تجربہ کار ہو تو وہ بائیسکل پر سوار بیٹھتا ہے۔ اگر سوار ناتجربہ کار ہو یا بائیسکل بگڑ جاوے تو مینے اکثر شوقین بائیسکل ایسے دیکھے جو کہ بائیسکل کو مونڈھے پر اُٹھائے چلے آتے ہیں۔ یہی حال استری کا ہے۔ اگر استری نیک ہے دھارمک ہے اچھے خیالات والی ہے تو وہ دھرم پتنی کہلانے کے یوگیہ ہے ورنہ دھرم پٹنی یا بگڑا ہوا بائیسکل ہے۔ میرے ایک دوست جو کہ ہزاروں آدمیوں کو اپنی فصیح الزبانی سے بُت بنا دیا کرتے ہیں۔ اپنی جنگجو استری کو بگڑا ہوا بائیسکل کہا کرتے ہیں۔ اُنکے خیال میں بائیسکل کا بگڑنا بھی سوار کی ناتجربہ کاری ہی ہوا کرتی ہے جیسے کہ خراب بائیسکل سے سوار کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اپنے بائیسکل کو مونڈھے پر اُٹھائے پھرتا ہے ویسے ہی زن مرید کو اسکی استری قابو رکھتی ہے۔ زن مرید اپنی استری کے حکم کے اندر ہی رہتا ہے۔ ذرا اِدھر اُدھر اُس نے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کام کیا نہیں کہ استری نے بگڑے ہوئے بائیسکل کی طرح سے اُسکے مونڈھے پر چڑھکر اُسے کان سے کھینچا نہیں۔ بگڑا ہوا بائیسکل اور سقراط کی بیوی کی سی خصلت والی عورت ایک ہی بات ہے۔ زن مرید کے ہاں باپ بھائی بہن چولہے میں جائیں وہ اپنی ساری آمدنی ہاتھ جوڑ کر استری کے حوالہ کر دیتا ہے۔ بلکہ ۹۹ فیصدی زن مریدوں کی استریاں اپنے پتی کے پارچات کی تلاشی لیتی ہیں

کیا مجال کہ بابو صاحب ایک کوڑی پاس رکھ سکیں۔ ایسی استریاں بگڑے ہوئے بائیسکل ہیں اگر آپ گرہست کا سکھ بھوگنا چاہتے ہیں تو زن مرید نہ بنیں ورنہ جیسے کہ بگڑا ہوا بائیسکل مونڈھے پر سوار رہتا ہے ویسے ہی آپ کی استری آپ کو قابو کر کے ہر دم آپکی زبان و مُنہ کے لبوں پر گوند اور عقل پر تالا لگائے رکھے گی جہاں کہ استری چڑیل ہے یا دوسرے معنوں میں بگڑا ہوا بائیسکل ہے وہاں گرہستی گاڑی کے سوار جو آپ ہیں اور وہ ناتجربہ کار ہیں۔ بالکل بھوت بن جاتے ہیں۔ اور تب چڑیل کا ساتھی خاوند بھوت ہی ہوگا۔ اور جس گھر میں بھوت و چڑیل ہونگے وہاں مہمان کیوں آنے لگے۔ گاڑی کے دونوں پہیے ایک جیسے درست ہونگے۔ تو گاڑی منزل مقصود تک پہنچے گی۔ اس لئے آپکو چاہیے کہ استری کو اپنے قابو میں رکھو زن مرید مت بنو۔ اپنے ماتا پتا بہن بھائیوں کا حق اس سے مقدم خیال کرو۔ سوچ سمجھ کر عقل سے کام کرو۔ بائیسکل کو بگڑنے مت دو ورنہ آپکو اُسے مونڈھے ہی پر اُٹھائے رکھنا ہوگا اور آپ کی زندگی تلخ ہو جاوے گی۔ دھرم کے اصولوں سے گر جاؤ گے۔ اگلے صفحہ پر جو ایک سچا واقعہ درج ہے اُسے غور سے مطالعہ کرو اور اس سے عبرت پکڑو آپ استری کو دھرم کے راستہ پر لاؤ ورنہ خود ادھرم کے راستہ پر چلے جاؤ گے۔ سوچو سمجھو غور کرو۔

راقم امیر چند آریہ سیوک

Life does not consists in money and clothes, in motor cars and invitations to the rich man houses. Life consists to follow the voice of the conscience, in self respect, in honour, in right ambition, in the patriotism, and in noble living. Where these are absent, life is not worth living. It is not the life of a man, in the image of God, but of a brute well [illegible]

سرلا کی کہانی یعنی داستانِ عبرت انگیز

امورِ خانگی کی نصیحت

غرض اور فرض

دنیا میں قدم قدم پر غرض اور فرض کی جنگ ہو رہی ہے۔ جہاں جاؤ۔ جدھر جاؤ یہ جنگ دکھائی دیگی۔ مزے کی بات ہے کہ غرض اور فرض دونو ہم وزن ہیں۔ دونو ہم شکل ہیں۔ اور دونو پر دو دو نقطے ہیں۔ غین پہلے آتی ہے اور ف بعد ہیں۔ چنانچہ پہلے کی فتح ہوتی ہے۔ اور فرض پر غرض غالب آجاتی ہے۔ دُنیا میں چاروں طرف غرض کے ہی تو کرشمے ہیں۔ اگر غرض نہ ہو تو دنیا میں ہر طرف مٹی اُڑتی ہوئی دکھائی دے۔ انسان بھی تو ایک خود غرض حیوان ہی ہے۔ مگر جو انسان اپنی غرض نہیں دیکھتا۔ وہ حیوان ہی ہے۔ مگر جو انسان اپنی غرض نہیں دیکھتا وہ حیوان ہے۔ بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر۔ حیوانوں میں بھی یہ مادہ ہے۔ کہ اپنی غرض کا خیال رکھتا ہے۔ کیا ماں اپنے بیٹے کو نشکام بھاؤ سے پال رہی ہے۔ کبھی نہیں۔ اُس کے دل میں یہ خیال تو پہلے سے موجود ہے۔ کہ یہ بچہ کب بڑا ہوگا۔ آپ کمائیگا ہمیں کھلائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ مسکراتا ہے تو ماں کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ اور جب ننھے سے ہونٹ نکال کر رونی صورت بناتا ہے۔ تو بے چین ہو جاتی ہے۔ اگر ماں کو یقین ہو جائے۔ کہ بچے کا بوسہ لینے سے اسکے ہونٹوں پر چھالے پڑ جائینگے۔ تو وہ کبھی بھی اُس کے نزدیک نہ جائے۔ جو سادھو جنگلوں میں بیٹھے ہوئے رام رام کا جاپ کر رہے ہیں۔ کیا وہ نشکام کرم کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اُن کی غرض تو پہلے ہی موجود ہے کہ ہمیں مکتی مل جائے۔ اگر اُنہیں یقین ہو جائے۔ کہ رام کا نام جپنے سے وہ دوزخ میں پھینکے جائینگے۔ تو وہ کبھی بھی سندھیا گاتری کے نزدیک نہ پھٹکیں۔ غرض ہی دنیا میں سب سے پیاری چیز ہے۔ بیربر جب غریبی کی حالت میں تھا۔ اُسکے پاس ایک وزیر آیا۔ اور

کہنے لگا۔ تجھے پتہ ہے۔ دنیا میں سب سے پیاری چیز کون سی ہے۔ بیربر نے کہا۔ ہاں مجھے پتہ ہے۔ وزیر نے کہا۔ اکبر مجھے مروا دیگا۔ اگر تو ٹھیک جواب بتا دے۔ تو میں شائد بچ جاؤں۔ بیربر نے کہا۔ بہتر ہے۔ کل دوپہر کو آنا۔ وزیر دوسرے دن وقت مقررہ پر آ گیا۔ بیربر نے کہا میری چارپائی اُٹھا کر فلاں جگہ لے چل۔ وزیر نے اُٹھائی اور وہاں پہنچا دی۔ سخت گرمی تھی۔ بس آجکل کے ہی دن تھے۔ بیچارے کا کچومر نکل گیا۔ بیربر نے کہا جاؤ جواب لے لیا ہے۔ اور وزیر نے کہا۔ آپ نے بتایا تو ہے نہیں۔ بیربر نے کہا بھلے آدمی تجھے اپنی غرض تھی تبھی تو نے میری چارپائی اتنی گرمی میں اُٹھانی منظور کی۔ ورنہ تو مجھ جیسے کنگال کی پرواہ ہی کب کرتا تھا۔ یہ غرض ہے جس نے تجھے میری چارپائی اُٹھا کر چلنے پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ تو نے کبھی چار پھول بھی نہ اُٹھائے ہونگے۔ پس جا! جا کر اکبر سے کہہ دے کہ شاہا! دُنیا میں سب سے پیاری چیز غرض ہے۔ اور وہ تجھ سے خوش ہو جائیگا۔ جو سطور آگے درج ہیں اس میں غرض ہی کو مقدم سمجھ کر ایک زن مرید نے اپنے بھائی کو تباہ کر دیا۔ ضرورت ہے کہ انسان غرض کو چھوڑ کر فرض کو سمجھے۔ جو لوگ زن مرید بن جاتے ہیں ان کی استری دھرم پتنی نہیں رہتی بلکہ دھرم کُٹنی بن جاتی ہے۔ اپنے خاوند کو خوب ہی چنے چباتی ہے۔ ماں باپ بھائیوں سے بالکل چھڑوا دیتی ہے۔ ہر طرح سے بدزبان اور تیز طرار بن جاتی ہے۔ جو لوگ زن مرید بن کر اپنی عقل کو تالا اور زبان و مُنہ پر گوند لگا لیتے ہیں۔ وہ آخیر میں بہت ہی پشیمان ہوتے ہیں۔ میں نے اگلے صفحوں میں ایک زن مرید کا حال لکھا ہے۔ گھرستی لوگ اسکو خوب پڑھیں۔ اور غور سے سوچیں۔ کئی بار پڑھیں اور پھر غور گہرا غور کریں اور سارے پریوار کی مستورات کو بھی غور سے سناویں اگر ناظرین اس کہانی کو پڑھکر عبرت پکڑینگے اور مستورات کے کان بھی پکڑاوینگے تو انکے گھر سورگ کا نمونہ ہو جاوینگے ورنہ عورتوں کی لڑائی سے ہر وقت گھر میں اشانتی رہے گی اور یہ مسلمہ امر ہے کہ جس گھر میں ہر وقت عورتوں کی چالاکی سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے وہ گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ فساد عورتوں کی طرف سے شروع ہوتا ہے اور وہ فساد بہت ہی بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ زن مرید مردان لڑائی جھگڑے کے معاملہ میں عورتوں کے پورے مددگار ہو جاتے ہیں۔ اس کہانی سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کس طرح سے

بڑے بھائی کی عورت نے مکاری سے اپنے خاوند کو اس کے چھوٹے بھائی اور اسکی عورت کی طرف سے بدظن کر کے اپنی ساس اور بھائی کو گھر میں دخل دے دیا اور پھر کس طرح سے اپنے خاوند یعنے بڑے بھائی کی بے عزتی کرنے لگی۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے گھر میں ایسی نیک مستورات ہیں۔ پیارے ناظرین اس کہانی کو خوب ہی غور سے پڑھیں اور مستورات کو بھی سنا دیویں۔ پھر عمل کرنے پر آپ کے گھر سورگ کا پورا نمونہ بن جاویں گے۔ وہ کہانی یہ ہے۔

ایک گھر میں دو بھائی رہتے ہیں۔ بڑا بھائی کماؤ ہے بذریعہ تجارت وغیرہ روپیہ کماتا اور اچھا مالدار ہے چھوٹا بھائی غریب ہے اور ابھی کچھ کما نہیں سکتا وہ یہی خیال کرتا ہے کہ باپ کی کمائی کی دولت بڑے بھائی کے ہاتھ میں ہے جس کے ذریعہ وہ مالدار ہے اور اس بڑے بھائی کو ہی وہ سچے دل سے بجائے والد کے سمجھتا ہے۔

شادی دونوں کی ہو چکی ہے اور ایک ایک لڑکا بھی دونوں بھائیوں کے ہے بدقسمتی سے بڑے بھائی کی جورو دل سے کینہ صفت اور خود غرض ہے وہ خود اچھے اچھے زیوروں سے آراستہ رہتی ہے اور چھوٹی دیورانی کو پھٹے پرانے چیتھڑے پہناتی ہے اور کبھی اسکے جی میں رحم نہیں آتا کہ اسکو زیور نہیں تو سفید کپڑا تو دیوے چھوٹا بھائی جیسا بھولا اور اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کرتا ہے۔ اسکی جورو بھی ویسی ہی فرمانبردار ہے اور ایسا سلوک کئے جاتے پر بھی کبھی شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتی اسی طرح دونوں بھائیوں کے لڑکوں کا حال ہے بڑے بھائی کا لڑکا صاف ستھرے کپڑے اور زیور پہنتا ہے اور چھوٹے بھائی کا لڑکا چیتھڑوں میں ملبوس ہے۔ بڑا بھائی خود بھی مصفا کپڑے رکھتا ہے اور چھوٹے بھائی کو پھٹی دھوتی اور ایک دوپٹہ ہے بڑے بھائی کو یہ حالت دیکھکر بالکل خیال نہیں آتا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی چھوٹی بھاوج اور برادر زادہ کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔ وہ اتنے ہی پر بہت اتراتا ہے کہ چھوٹے بھائی اور اسکی جورو بچے کو پس ماندہ کھانا دیتا ہے اور اُسے پالتا ہے

چھوٹا بھائی اولا مولا سادہ لوح ہے نیک دل ہے۔ ستار بجانے اور گانے کا اسے شوق ہے اور میلے کچیلے کپڑے پہنکر دوستوں میں خوش رہتا ہے۔ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے اور بھولی بیوی بھی اس سے بہت مانوس ہے۔ اس بیوی کا نام سرلا یعنے سادہ لوح جسکے نام پر یہ کھیل مشہور ہے۔ سرلا کے خاوند کو اسکے یار دوست کبھی کبھی سمجھاتے ہیں کہ مکان آپکے باپ کا بنایا ہوا ہے۔

مالی وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں محل خانے میں بڑا بھائی رہتا ہے تم اس گندے کمرے میں رہتے ہو وہ تمہارے تن پر کپڑا ہے نہ تمہاری جورو بچے کی حالت اچھی ہے۔ بڑے بھائی کو دیکھو کسطرح باپ کی مشترکہ دولت پر چین کرتا ہے۔ تم اور نہیں اتنا تو اسے سمجھاؤ کہ تمہاری جورو بچے کو اچھی سے رکھے۔ سرلا کا خاوند کچھ نہیں سنتا کہتا ہے کہ بڑا بھائی اب میرے والد کی بجا ہے وہ جو کرتا ہے اچھا سمجھکر کرتا ہے مجھے یہ کوٹھڑی اچھی ہے میری جورو نادان ہے۔ وہ زیور کپڑوں کی سنبھال نہیں کرسکتی۔ بڑے بھائی نے بہت اچھا کیا ہے کہ اسے اسی حالت میں رکھا ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ بیفکر رہتا ہوں اور مزے سے بسر کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت ہوگی تو وہی بڑا بھائی بہم پہنچاویگا۔ باپ کی دولت اسکے ہاتھ رہی تب گیا میرے ہاتھ رہی تو کیا؟ بڑے بھائی کی جورو اس پر بھی بہت کڑھتی رہتی ہے کہ اس تنگ حالی میں رکھے جانے پر بھی اسکا دیور اور اسکی جورو ہمیشہ خوش نظر آتے ہیں اور کبھی شکایت کا لفظ زبان پر نہیں لاتے گو اسکو انکی طرف سے کوئی موقعہ نہیں ملتا کہ وہ انکے ساتھ لڑے یا جھگڑا برپا کرے تاہم وہ اکیلے بیٹھے ہوئے سوچا کرتی ہے کہ اگر اپنے دیور کو معہ اسکی جورو اور بچے کے خاوند کے گھر سے نہ نکلا تو میرا نام نہیں۔

چھوٹے بھائی کی جورو کو خدا نے نیک مزاجی کے ساتھ ہی خوبصورتی بھی بخشی تھی جس کے ساتھ بھولا پن ایسا اعلےٰ تھا کہ سادے کپڑوں میں بھی اُسکا حسن ایسا چمکتا تھا کہ بڑے بھائی کی جورو بناؤ سنگار کے باوجود اسکے مقابلہ میں گرد معلوم ہوتی تھی اسی سے سرلا کی جٹھانی بوجہ بدمزاجی اور جلتی اور کڑھتی تھی۔ جب وہ بیچاری میلے کپڑے پہنے ہوئے بھی سامنے آتی تھی لیکن چہرہ اسکا بشاش دکھائی دیتا تھا تو بڑی بی جلکر کوئلہ ہو جاتی تھی کہ اسکا ناداری میں بھی یہ خوش کیسے ہے اور میرے پاس اتنا خزانہ ہونے پر بھی میں ایسی کیوں نہیں ہوں۔ ہو نہ ہو چھوٹے بھائی کے پاس کوئی خزانہ علیحدہ ہے جو اس نے چھپا رکھا ہے۔ میں بھی باپ کی بیٹی تب ہوں کہ اسکو دربدر نہ کیا!

یہ کمبخت عورت اپنے بیوقوف ملعار خاوند کے دن بدن کان بھرتی ہے اور چھوٹے بھائی اور بھاوج کی طرف سے اسے بدظن کرتی رہتی ہے کہ یہ ایسے مفرور رہیں ان دونوں مٹھوں کمٹوں کی چیٹی تو نے اپنے پیچھے کیوں لگا رکھی ہے۔ ایک تو تیرا ہی کھاتے ہیں خود کچھ کام نہیں کرتے اور تجھ کو ہی سب غیروں میں بدنام کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں دیتا ادھر تو ہے کہ دن بھر کام کرتے کرتے تھک جاتا

ہے اور مشکل سے ایک روٹی بھی ہضم نہیں کر سکتا ادھر تیرا چھوٹا بھائی ہے کہ دن بھر سیر و تماشہ میں مشغول رہتا ہے اور تجھ سے چوگنا کھانا کھاتا ہے۔ اسکی جورو ہے کہ اپنی خوبصورتی کے گھمنڈ میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتی اور میں ہوں کہ دن بھر گھر کے دھندوں میں مر رہی ہوں۔ مجھ سے ایسا برداشت نہیں ہو سکتا بھائی ہوگا تو تیرا ہوگا میرا یہ کون لگتا ہے۔ میں اسکی اور جورو کی صورت سے بیزار ہوں۔ جس نفرت کے ساتھ وہ مجھے دیکھتے ہیں میں ایک دن زندہ نہیں رہ سکتی اگر تم نے جلد اسکا بندوبست نہ کیا تو مجھے زہر دے ڈالو یا میں خود زہر کھالونگی۔

بڑا بھائی جورو کا غلام ہو کر اس پیچ کو نہیں سمجھ سکتا اور اگر اسے کہتا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی مفت کا نہیں کھاتا اس کمائی میں اسکا بھی حصہ ہے لیکن وہ ایسا سعادتمند ہے کہ میری خدمت نوکروں سے بھی زیادہ کرتا ہے اور جس طرح غریبی میں رہتا ہے اسمیں خوش ہے کبھی شکایت نہیں کرتا مگر اسکی بدبخت جورو اسے خوب دھمکاتی ہے کہ تو بالکل بیوقوف ہے۔ اب میں یہاں نہیں رہونگی۔ رونے لگ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں زہر کھالونگی۔ اب اس دنیا میں کسی کام کی نہیں رہی تیرا چھوٹا بھائی تجھے دھوکا دیتا ہے کہ وہ غریب ہے۔ اس نے علیحدہ دولت چھپا رکھی ہے فقط ظاہر داری میں ایسا رہتا ہے تو ایسا نادان ہے کہ اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ اگر اس کے پاس چھپی ہوئی دولت نہ ہوتی تو تیرے ٹکڑوں پر وہ کبھی اس طرح خوش خوش رہتا ؟ بس مجھے معلوم ہوگیا کہ تو بھائی کی طرفداری کریگا چاہے میں مر بھی جاؤں میری خاک بھی محبت تیرے دل میں نہیں ہے اگر ایسا سلوک میرے ساتھ کرنا تھا تو مجھ سے شادی کیوں کی تھی۔ میں اس گھر میں اس ذلت کی حالت میں نہیں رہونگی۔ میں ماں باپ کے پاس چلی جاؤنگی اور زہر کھا کر مر جاؤنگی۔ اوں اوں اوں ٹھوں ٹھوں ٹھوں بس وہ رونے اور دھاڑیں مارنے لگ گئی۔ اس کا خاوند اسکو گلے لگا کر اسے بہت سی تسلی دیتا ہے۔ آنسو پونچھتا ہے اور آخرکار اسے اقرار دیتا ہے کہ میں جلد اس نالائق کو کوئی موقعہ ہاتھ آنے پر نکال دونگا۔

اس کے اگلے روز سے بڑے بھائی کی نظر چھوٹے بھائی پر بالکل بدل جاتی ہے وہ جب اسے دیکھتا ہے وہ بھی جی میں کڑھنے لگ جاتا ہے کہ حرامخور مفت کا کھا کھا کر کیسا موٹا ہوتا جاتا ہے میری جورو سچ کہتی ہے کہ یہ بے پرواہ اور مغرور ہے غریب چھوٹے بھائی کو کچھ خبر نہیں وہ اسی طرح

شگفتہ پیشانی ملنے کے بڑے بھائی سے ملتا ہے۔ مگر بڑا بھائی اس سے اور بگڑتا ہے اور جورو کا منتر اسپر
چل گیا ہے اور اس منتر کے بس میں آکر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ اس بھائی کا برا چاہتا ہے کہ جو ایک
ماں اور باپ کے ذریعہ پیدا ہوا اور دنیا میں اس سے زیادہ عزیز اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اُدھر جورو نابکار
اپنے منتر کو چلتا ہوا دیکھکر موقع کی تلاش میں رہتی ہے کہ اپنے خاوند کو بھڑکا کے اور اپنے دیور
اور دیورانی کو اسکے آبائی گھر سے نکال دے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ دھوبی کپڑے دھوکر بڑی بی کے یہاں لاتا ہے اور دھوئے کپڑوں کا ڈھیر
اسکے سامنے رکھکر اسکے یہاں سے بہت سے میلے کپڑے دھونے کے لئے لے جاتا ہے۔ "سرلا" بھی وہاں
کھڑی ہے وہ بڑی بی سے عرض کرتی ہے کہ یہ میری چادر دو ماہ سے نہیں دھوئی گئی۔ اگر آپ
حکم دیں تو میں بھی اسے دھونیکے لئے دیدوں۔ بڑی بی اسپر لال لال ہو جاتی ہے اور دھوبی کے
سامنے اسکو گالیاں دیکر کہتی ہے کہ او حرام زادی نابکار تو ہمارے کپڑوں کو دیکھکر جلتی ہے! تو نے
خود کو گھر میں کیا خیال کر رکھا ہے تو کیا گھر کی حصہ دار خود کو سمجھتی ہے۔

اتنا غنیمت نہیں سمجھتی کہ میں تجھ پر رحم کرکے تجھے گھر میں رہنے دیتی ہوں اور تجھے کھانا دیتی
ہوں بدذات کہیں کی میری لونڈی ہوکر برابری کرتی ہے۔ میرے خاوند کا بہت سا مال چرا چرا کر
تم نے گھر میں جمع رکھا ہے۔ اسی سے اب تو حرامزادی میری برابری کرتی ہے۔ دیکھ تو تیرے
خاوند کا بھی شکم چاک کرتی ہوں کہ نہیں اور سارا حرام کا مال نکلواتی ہوں کہ نہیں۔

اپنی ایسی توہین دیکھکر اور اپنے جان سے پیارے خاوند کی نسبت ایسا سخت کلمہ سنکر بیچاری
سرلا بیہوش ہوکر گر پڑتی ہے بڑی بی نہایت بیرحمی سے اسے ٹھوکر مارتی ہے اور پھر گالیاں دیکر کہتی
ہے کہ بے شرم کمینی کی کتیا میرے سامنے یہ محبت کا اظہار تیرے خاوند کی گردن کاٹوں اور اسکے
خون سے اپنے پیر دھوؤں ایک اور ٹھوکر مارکر اسے کہتی ہے کہ چل ہٹ یہاں سے چلی جا میرے سامنے مت رہ!!
غریب سرلا یکلخت اس سے زیادہ سخت باتیں سنکر روتی ہوئی اپنی کوٹھری میں چلی آتی ہے اور
پھوٹ پھوٹ کر زار زار روتی ہے۔ بیٹا اس کا کھیلتا ہوا چیتھڑوں میں ملبوس اسکے پاس آتا
ہے اور گلے لگ لگ کر پوچھتا ہے کہ ماں روتی ہے کیا بات ہے۔ میں ابھی باباکو بلا لاؤں گا کیوں
تو روتی ہے؟ بیچاری سرلا اس بچے کی حالت دیکھکر اسوقت اور روتی ہے۔

جس دھوبی کے سامنے یہ وقوعہ ہوا وہ منگلے باپ کے وقت کا دھوبی تھا وہ نہایت ششدر ہو کر
اوپر سے کپڑے لیکر نیچے سرلا کی کوٹھری کے پاس آتا ہے - اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہے کہ میں نے
بہت نمک آپکا کھایا ہے - مجھے تمام خبر ہے میں غلام ہوں مجھے اپنا کپڑا دیجئے میں دھولاؤنگا
سرلا ابھی جواب بھی نہیں دینے پائی کہ بڑی بی کوٹھے پر سے دیکھکر چلاکر کہتی ہے کہ او حرامخور
خانہ خراب اب تو دھوبی کے ساتھ یارانہ گانٹھنے لگی ہے اور ہمارے گھر کی عزت کو ڈبونے لگی ہے !!
دھوبی یہ کلمہ سنتے ہی روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور سرلا اکیلی بچے کو گود میں لیکر زار زار روتی
ہے - دلمیں سوچتی ہے کہ خاوند سے کہوں یا نہ کہوں خیال کرتی ہے کہ میرا خاوند میری آنکھوں کا تارا میرا
سرتاج بہت بھولا اور سادہ دل ہے وہ اپنے بڑے بھائی اور بھاوج کا ایسا گرویدہ ہے کہ میری بات کا
یقین نہیں کریگا - مجھے جھوٹا سمجھیگا - اگر اسنے سچ بھی سمجھا تو اسکے شگفتہ چہرہ پر بہت اداسی آجاویگی
آخر کار وہ فیصلہ کرتی ہے کہ میں کچھ نہ کہونگی اور دل کو تسکین دیکر مکان کی صفائی میں لگ جاتی ہے -
ادھر سے بڑی بی اس وقوعہ کو نہایت نمک مرچ لگا لگا کر اپنے خاوند کو سناتی اور اسکے کان بھرتی ہے
کہ تیرے بھائی کی جورو نے اس طرح مجھے گالیاں دیں مقابلہ کیا اور پھر دھوبی سے یارانہ گانٹھا جو میں نے
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے - بڑا بھائی اپنی جورو کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اسکو اپنا خیرخواہ سمجھنے
لگتا ہے اور چھوٹے بھائی کی طرف سے اور بدظن ہو کر جورو کے پیر پکڑ لیتا ہے کہ تو ہی میرے خاندان
کی عزت رکھنے والی ہے - میں بھائی بھاوج کو نکال تو دونگا - مگر مجھے یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ
دونوں زن و مرد گھر کے کام دھندے کی بہت خدمت کرتے ہیں - اگر انکو نکال دونگا تو دو ملازم
ضرور رکھنے پڑینگے - اس کی جورو کہتی ہے کہ اس بات کی کچھ فکر نہ کرو میں اپنی ماں اور بھائی کو
یہاں بلوالونگی وہ یہیں رہینگے - اور ان نابکاروں سے زیادہ تیری خدمت کرینگے - اس دن کے بعد سے
چھوٹے بھائی کو ہر وقت بڑے بھائی کی طرف سے جھڑکیاں پر جھڑکیاں پڑتی رہتی ہیں لیکن وہ بیچارہ
پھر بھی خیال نہیں کرتا + چند روز کے بعد ایک وقوعہ یہ ہوتا ہے کہ اس مکان میں خونچے والا سودا
بیچنے آتا ہے - دونوں بچے اور دونوں کی والدہ وہیں ہیں - بڑی بی اپنے بچے کو دو ایک پیسہ کا
سودا لے دیتی ہے وہ اکیلا کھانے لگتا ہے اور چھوٹے بھائی کا بچہ سامنے ترستا ہے - اسکی ماں یعنی
سرلا کے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے - بچہ اسے کہتا ہے ماں میں بھی یہ لونگا - میرا بھائی مٹھائی

له ہائے افسوس ابھی سگا بھائی اور بھاوج زن و مرد کے نام سے پکارے جانے لگے سچ ہے عورت کے ہاتھ گھر کی بہت
کچھ چابی ہے - چاہے تو آباد خانہ کو برباد کر دے چاہے تو ویران کو خانہ آباد بنا دے

کھا رہا ہے۔ مجھے نہیں دیتا مجھے بھی لے دے اور روتا ہے سرلا بہت نادم ہوتی ہے۔ اسکے آنسو پونچھتی ہے۔ مگر بڑی بی کا دل نہیں پگھلتا کہ اسے بھی کچھ دیوے۔ آخر بچے کے رونے سے لاچار ہوکر سرلا بڑی بی سے عرض کرتی ہے۔ کہ ایک پیسہ مجھے بھی دیجئے۔ بچہ رو رہا ہے۔ یہ بھی تمہارا ہی بچہ ہے۔ میں اسے کچھ لیکر راضی کروں۔ بڑی بی کو پھر موقع ہاتھ لگا سوہ کہتی ہے ہے ہے تیری آنکھیں پھوٹیں تو میرے بچے کو دیکھکر جلتی ہے تو ڈائن کہاں سے اس گھر میں آگئی تیرے بچے کی بوٹیاں نوچوں چیلوں کو کھلا دوں تو بھکارن میری لونڈی اپنے بچہ کو میرا بچہ کہکر میری ہتک کرتی ہے۔ چنڈالنی نکل میرے گھر سے باہر بس اب حد ہوگئی ہے۔ اب ایک منٹ نہ تجھے رہنے نہ دونگی۔

سرلا روتی ہوئی اور اپنے روتے بچے کو ساتھ لیتی ہوئی اسکے سامنے سے چلی جاتی ہے۔ اور پرمیشور سے دعا مانگتی ہے کہ اس دنیا سے اُٹھا لیوے۔ مگر جب چھوٹے بچے کو دیکھتی ہے۔ کہ اسکے سر پر کون ہے تو اور روتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے پھول سے بچے تو اس لائق نہ تھا کہ یہ تکلیف بھوگے۔ کیوں تو مجھ بدقسمت کے گھر میں پیدا ہوا میری بدنصیبی تجھے تکلیف دے رہی ہے۔ اگر تو کہیں دوسرے گھر میں پیدا ہوتا تو اچھا تھا اب کیا کروں۔

رات کو سرلا کا خاوند آتا ہے۔ اسکے سامنے یہ ڈر ڈر کر سب حال کہتی ہے۔ اسکے دل پر تناہی اثر ہوکہ بڑی بھاوج کی غلطی ہے۔ اس نے غصہ سے اتنا کہہ دیا ہے لیکن بڑے بھائی کی طرف سے اس کے دل میں کوئی میل نہیں بیٹھتا۔ وہ سرلا کو سمجھاتا ہے کہ رنج دور کرو میں کل بڑے بھائی کو کہدونگا۔ وہ سب معاملہ ٹھیک کر دیگا۔ اسکی میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

جب بڑی بی کا خاوند گھر آتا ہے۔ تو بڑی بی نے آسمان زمین کو ایک کر ڈالا کہا کہ میں اب اس گھر میں نہیں رہونگی۔ چولہے میں جائے تیرا بھائی اور بھاوج روز روز کی لعنت ملامت کون برداشت کرے۔ دیکھتا نہیں کہ آج تیری چھوٹی بھاوج نے بیچ محلے کے میری عزت برباد کر ڈالی مجھے کہنے لگی کہ مجھے پیسے دے میں تجھ کو سود کے ساتھ واپس کرونگی۔ ہاں یہ مجھکو سود دینے والی ٹھہری اور میں اس سے سود کھانے والی ٹھہری جبھی تو تم سے کہتی ہوں کب تک لوٹ لوٹ کر دولت انہوں نے جمع کر رکھی ہے۔ جو آج اس نے سود دینے کا نام لیا۔ اب یا یہ گھر میں رہے

اور یا میں رہوں۔ ابھی اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہئے۔ بڑا بھائی زن مرد اور بدبخت اپنی جورو کو وعدہ دیتاہے کہ اب رات ہوگئی ہے کل سویرے ہی دونوں کو گھر سے نکالدونگا۔

صبح ہوتی ہے چھوٹا بھائی اس نیت سے بڑے بھائی کے سامنے جاتاہے کہ اس سے عرض معروض کرے۔ وہ اپنے منہ سے بات بھی نہیں کہنے پاتا کہ بڑا بھائی نہایت بیرحمی کے ساتھ بجلی کی طرح اس پر ٹوٹتاہے اور ایسی ایسی سخت گالیاں اور دل میں سوراخ کر دینے والے فقرے کہتاہے۔ کہ اس وقت تماشہ دیکھنے والے بھی دل کو تھام نہیں سکتے۔ تجھ کو مینے پلا۔ تجھ کنگال کے بچے کو مینے آدمی بنایا میرا مال لوٹ لوٹ کر تونے کھایا حرام خور بن گیا دولت تونے علیحدہ جمع کرلی مجھے کیا معلوم تھا کہ سانپ کو میں دودھ پلاتا رہا۔ اب تیری جورو مجھے سود دینے والی بن گئی تیری چھنال جورو نے گھر کی عزت برباد کرڈالی دھوبی کے ساتھ یارانہ لگاتی ہے دوکاندار کوئی اس نے نہ چھوڑا۔ بے شرم پاجی نکل میرے گھر سے میں تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔ تجھے گھمنڈ ہوگا کہ اس مکان میں تیرا بھی حصہ ہے۔ کہ باپ کا مکان ہے۔ باپ پہلے ہی تجھکو حرامزادہ سمجھتا تھا تو اس کا بیٹا ہی نہیں ہے۔ تیرا کچھ واسطہ یہاں نہیں ہے۔

چھوٹا بھائی یہ باتیں سنتا پتھر کی طرح بت ہو جاتاہے۔ زبان سے کچھ نکال نہیں سکتا اپنے بڑے بھائی کی غضب آلود آنکھوں کے ساتھ اپنی شرمسار آنکھیں ملاکر عاجزی سے فقط یہ کہتاہے کہ "بھائی" لیکن یہ آنکھیں اس کی بتارہی ہیں کہ "بھائی تمہاری زبان سے یہ کیا سُن رہا ہوں" بڑا بھائی اس کلمہ کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ بس بس خبردار مجھے اگر پھر بھائی کے نام سے پکارا میں تیرا بھائی نہیں ہوں تو حرام زادہ کہاں سے میرا بھائی ہے۔ بس میں تیری صورت سے بیزار ہوں۔ اسی دم گھر سے نکل جا۔ یہ کہکر بڑا بھائی سامنے سے ہٹ کر چلا جاتاہے اور نوکر کو اندر سے حکم دیتاہے کہ اس آدمی اور اس کی چھنال عورت اِن دونوں کو نکال دو۔ اگر خود نہ نکلیں اور اسی دم مکان خالی نہ کردیں تو پولیس میں رپورٹ دو کہ یہ پچھے میرا گھر لوٹنے کو یہاں ٹکے ہوئے ہیں۔ چھوٹا بھائی کھڑے ہی کھڑے یہ سب سُنتاہے اور بڑے زور کی آواز سے "ہائے" کہکر نیچے چلا آتاہے۔

اندر بڑے بھائی اور اس کی جورو میں پھر باتیں ہوتی ہیں۔ جورو کہتی ہے کہ مجھے اب بھی یقین نہیں کہ یہ بے شرم یہاں سے نکلے! در اصل وہ دل میں ڈرتی ہے کہ کہیں یہ بھائی بھائی پھر ایک نہ ہو جاویں اور قدرتی محبت زور نہ مارے۔ اس لئے وہ جلد اس معاملہ کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے۔ بڑا بھائی ناگن کے سحر میں پھنسا ہوا کہتا ہے کہ اگر اب بھی نہ نکلا تو جوتے ہی مار کر نکالوں گا۔ دیکھتی رہنا میں ایسا نہیں ہوں کہ اپنی بات سے ٹل جاؤں۔ جب تک مجھے یقین نہ تھا تب تک جو چاہا میرے بھائی نے کھایا لٹایا۔ اب جب یقین اس کی حرکات کا ہو گیا ہے تو میں ایک پل بھر بھی اسے یہاں نہ رہنے دونگا جورو صاحب یہ سُنکر اس کے گلے چمٹ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے پیارے آج مجھے معلوم ہوا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور بودے خاوند نہیں ہو جیسا میں تم کو سمجھتی تھی۔

قصہ طویل ہے مگر مختصر یہ ہے کہ چھوٹا بھائی جس کے پاس ایک پیسہ نہیں اپنی پیاری سرلا کو لیکر گھر سے روتا روتا نکلتا ہے۔ ایک اور دوست جو انکے باپ سے واقف تھا وہ انکو ٹھکانا دیتا ہے۔ اس کے اپنے باپ کے وقت کی دایہ چپکے چپکے سرلا کے پاس آتی ہے۔ رو رو کر جدائی کا غم ظاہر کرتی ہے۔ اور اپنی کمائی میں سے بچے ہوئے تین روپے اسے دیتی ہے سرلا روتی ہوئی کہتی ہے۔ اے دایہ آج یہ دن ہے کہ تیرے دل میں خدا نے ہماری طرف رحم کرنے کا خیال ڈالا۔ مگر جن پر ہمیں امید تھی ان کا یہ حال ہے!! سرلا کا خاوند اس تنگ حالت میں اپنی پیاری سرلا سے رخصت ہوتا ہے کہ اب کہیں کمانے جاتا ہوں۔ رو رو کر گلے ملتے ہیں اور سرلا کا خاوند اس آبائی قصبہ کو چھوڑ کر کمانے کی نیت سے کلکتہ کی طرف پیدل کوچ کرتا ہے۔ سرلا چکی پیس کر اور گھر والوں کی خدمت کر کے گذارہ کرتی اور بچے کو پالتی ہے۔

بڑے بھائی کی جورو نے اپنی ماں کو اور اپنے بھائی کو دوسرے موضع سے منگا کر گھر میں داخل کر لیا ہے۔ اب اسکی جورو کا مزاج آسمان پر ہے۔ اگر اسکا خاوند کسی بات پر کبھی ناراض ہوتا ہے تو اس کی ساس اور سالا دونوں جورو کا پارٹ لیتے ہیں اور اسکی ایک نہیں چلنے دیتے۔ اس کی جورو کا بھائی اچھے اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ عیاشی کرتا ہے۔ روپیہ

لُٹاتا ہے۔ایک دفعہ پولیس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جورو اپنے خاوند کو دھمکاتی ہے کہ چھڑا کر لاؤ وہاں دو سو روپیہ رشوت کے دینے پڑتے ہیں۔ اور وہ چھوٹ کر آتا ہے۔ پھر اس کے وہی الجھن ہیں۔ اس کو اپنی بہن کی شہ ہے اور بہن نے خاوند کو قابو کر رکھا ہے۔ مال اسباب اپنے ہاتھ کر لیا ہے۔

اس حالت کو دیکھکر کبھی کبھی بڑے میاں ہاتھ بھی ملتے ہیں۔ اور سر پیٹتے ہیں کہ بھائی بھاوج کو گھر سے نکالا۔ انکے بدلے ساس سالے نے آکر گھر پر قبضہ کر لیا ہے۔ خرچ دس گنا یہی دونوں کھا جاتے ہیں۔ میں بھی کسی کام کا نہ رہا۔ گھر میں عزت کھو بیٹھا۔ اگر اس وقت میرا چھوٹا بھائی ہوتا تو یہ حالت کیسے ہونے پاتی۔ مگر ہائے اب چھوٹے بھائی کا بھی پتہ نہیں ہے نہ معلوم وہ غریب کہاں ہوگا۔

سرلا اکیلی وقت کاٹ رہی ہے اور اپنے خاوند کی باٹ دیکھ رہی ہے۔ مدت سے اسکا کوئی خط پیغام نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس کے خاوند نے کوئی خط اس کو نہیں بھیجا۔ بلکہ یہ بات تھی کہ بڑے میاں کا سالا اکثر سرلا کے مکان کے آس پاس پھرا کرتا تھا۔ اس کے نام کا کوئی خط آتا تھا۔ تو ڈاک والے سے یہ سرلا کی طرف سے لے لیتا تھا۔ اور ڈاک والے کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہی سرلا کا مختار ہے۔ سرلا لکھنا پڑھنا نہیں جانتی اس لئے وہی اس کی طرف سے دستخط کرنے والا بن بیٹھا۔

سرلا کا خاوند اس کو برابر دس دس بیس بیس روپیہ کمائی سے بچا کر بھیجتا تھا اور بچے کو پیار اور محبت کے خط لکھتا تھا۔ لیکن سرلا بیچاری کو نہ روپیہ پہنچا نہ کوئی خط پہنچا۔ سب روپیہ بڑے میاں کا سالا لیکر ہضم کر جاتا تھا۔

ادھر سے سرلا کا خاوند گھر سے کوئی خط سرلا کا نہ آنے کی وجہ سے نہایت بیتاب ہوا۔ سرلا کو کیا ہوا۔ روپیہ کی رسید کیوں نہیں آئی۔ بچہ کی کیا خبر ہے۔ حالت کیسی ہے۔ دل میں خوش تو تھا کہ روپیہ پہنچنے سے سرلا بہت خوشی کے ساتھ بسر کرتی ہوگی۔ اور میرے بڑے بھائی کی بیوفائی کی تکلیف کو بھول گئی ہوگی۔ مگر جب مدت تک اس کی خبر نہ آئی تو اس سے رہا نہ گیا اور اپنے آقا سے رخصت لیکے گھر کو روانہ ہوا۔

ادھر سرلا بیچاری مصیبت کی ماری کوڑی کوڑی کو لاچار تھی۔ بدقسمتی سے بیمار ہو گئی خاوند کی کوئی خبر نہ آنے سے اس کی بیماری اور بڑھتی گئی۔ کوڑی پیسہ پاس نہ ہونے سے دوائی بھی نہ کر سکی۔ فقط انکے گھر کی بڑی دایہ کبھی کبھی چوری چوری آکر خبر لیجاتی اور اور دلاسا دیتی تھی۔ سرلا بیچاری میں گھلی جاتی تھی۔ کبھی کبھی خاوند کا نام دایہ سے سنکر آنکھ کھول دیتی تھی۔ مگر اس کی حالت دن بدن بہت نازک ہو گئی۔ دایہ سے کہتی ہے کہ میرا پران پیارا نہ معلوم کہاں ہے۔ ان کی کوئی خبر نہیں۔ مجھ ابھاگن کو وہ بھی بھول گئے۔ اچھا وہ خوش رہیں۔ میں تو اب مرنے والی ہوں ضرور جلد مر جاؤنگی۔ اگر ان کی گود میں میری جان نکلتی تو اچھا تھا۔ ہے پرمیشور مرنے سے پہلے ایک دفعہ مجھے اپنے پران پیارے سے ملا دے۔

دایہ تسکین دے رہی ہے کہ اتنے میں سرلا کا خاوند سرلا کے لئے کچھ سوغات اور بچے کیلئے کچھ زیورات کھلونے لئے ہوئے گھر میں گھستا ہے۔ دایہ کہتی ہے سرلا وہ آ گئے جن کی تو یاد کرتی تھی۔ سرلا کو یقین نہیں آتا آنکھیں کھولتی ہے۔ سامنے خاوند موجود ہے۔ بستر سے اُٹھنا چاہتی ہے گر پڑتی ہے اُٹھ نہیں سکتی۔ خاوند دوڑ کر اسے گود میں لے لیتا ہے گھر میں نہایت بیکسی اور غریبی کی حالت دیکھ کر جھٹ پٹا تا ہے کہ روپیہ بھیجا ہوا کہاں گیا۔ ایک ساڑھی سرلا کے تن پر ہے۔ بچہ میلے چیتھڑوں میں ہے۔ سرلا سے کہتا ہے سرلا سرلا یہ کیا حالت ہے۔ تو نے کیوں میرے خطوں کا جواب نہیں بھیجا۔ میں جب انتظار میں ہار گیا تو یہاں آیا ہوں۔ تو بیمار تھی تو کسی طور سے ہی خبر تو بھجوا دیتی! سرلا دھیمے دھیمے آنکھیں کھول کر کہتی ہے۔ پران پیارے جب آپکا پتہ ہی معلوم نہیں تھا تو خط کہاں بھیجتی میں تو بھلا عورت ذات تھی اگر خط نہیں بھیجا تو تعجب نہیں مگر آپنے اپنی لونڈی کو کیوں فراموش کر دیا؟ سرلا کا خاوند نہایت حیران ہوتا ہے کیا میرا خط کوئی نہیں پہنچا؟ سرلا جواب دیتی ہے کہ اگر پہنچتا تو یہ حالت کا ہے کو ہوتی؟ خاوند کہتا ہے تو روپیہ جو میں نے چار مرتبہ بھیجا تھا وہ بھی نہیں پہنچا؟ سرلا۔ پیارے خواب کی باتیں کر کے میرا دل بہ کھتے ہو روپیہ کیسا۔ جب خط نہیں تو روپیہ کہاں سے؟ سرلا کے خاوند کے دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے چلاتا ہے ہائے کس کمبخت نے یہ حالت میری سرلا کی کر دی؟ کس نے یہ دھوکہ دیا۔ وہ زار زار روتا ہے

سرلا اسے بہت ہلکی ہلکی آواز سے تسکین دیتی ہے۔ پیارے اسوقت رنج نہ کرو میں اب بڑی خوشی سے مرتی
ہوں پرمیشور نے میری سن لی کہ اسوقت میں آپکی گود میں جان چھوڑونگی۔ مجھے اپنا خوشی سے بھرا چہرہ
دیکھنے دو! سرلا یہ کہکر اپنی قریب المرگ آنکھیں بڑے پیار سے کھولتی ہے۔ چہرہ پر مردنی آتی ہے۔
خاوند چلاتا ہے سرلا سرلا صبر کرو ابھی آرام ہو جاتا ہے۔ اری دایہ ڈاکٹر کو بلا۔ ارے یہ کیا ہوتا
ہے۔ جلدی جا جلدی جا۔ یہ الفاظ سرلا کے خاوند کے منہ سے نکل رہے ہیں کہ سرلا نے جان چھوڑ دی!!
خاوند اسکا سر پیٹتا اور روتا ہے ہائے میری سرلا میری بھولی سرلا کیا یہی دن دیکھنے کیلئے میں یہاں آیا
تھا؟! او میرے بڑے بھائی میں اسوقت پرمیشور کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے تجھکو باپ کی جگہ سمجھا
تیرے حکم کی عدولی نہ کی تو نے حکم دیا تو میں نے باپ کے گھر سے نکلنا منظور کیا اور اف نہ کی او ظالم مجھ سے اگر
کوئی رنج تھا تو اس غریب سرلا پر بھی تجھے رحم نہ آیا میری غیر حاضری میں بھی تو نے ... نہیں ... اور ڈیکھو ل
کو محتاج ہو کر اس طرح مر گئی ہائے افسوس میں کیوں دنیا میں آیا تھا۔ ہائے سرلا میری
سرلا بول! تو سہی قسم ہے کہ ایک دفعہ تو بول۔ مگر سرلا کہاں؟ وہ دکھیاری اس دنیا سے
سرلا کا خاوند اسکی تجہیز و تکفین کرتا ہے۔ اس سے فارغ ہو کر بھی اسکا دل پیچ و تاب کھاتا ہے۔
میرا بھیجا ہوا کہاں لے گیا وہ ڈاکخانہ میں عرضی دیتا ہے۔ رجسٹری کی رسیدیں کھاتا ہے تحقیقات ہوتی ہے
اور پتہ لگتا ہے کہ اسکے بڑے بھائی کے سالے نے دھوکا دیکر یہ روپیہ ہضم کیا وہ گھر میں ... ہے اپنی
بہن کے کپڑے پہن لیتا ہے۔ پولیس کے لوگ گھر کو محصور کر کے اسکی تلاشی لیتے ہیں۔ وہاں ور
اسکو دس سال کی قید ہوتی ہے۔ بڑے بھائی کا بہت سا روپیہ سالے کو بچانے کیلئے رشوت ... برباد
جورو جوتیاں مارتی ہے کہ تو نے میرے بھائی کو قید میں ڈلوایا وہ جوتیاں کھاتا اور قسمت کو پیٹتا ہے۔ جورو
دھمکاتا ہے تو وہ ایک نہیں مانتی اسکی ماں بھی لڑکی کے ساتھ ملکر داماد کو گالیاں دیتی ہے۔ جب
بڑے میاں بہت سٹ پٹاتے ہیں تو جورو جواب دیتی ہے کہ تم۔
کے برابر نہیں سمجھتی تو نے اپنے چھوٹے بھائی کی یہ گت کی اور اسکی جورو کا یہ حال کیا!
پر بھی ... پہنچایا تو مجھے کیا امید تم سے ہے!! بڑے میاں کی آنکھیں ... ہے۔ دل میں
بھائی ... تلاش کرتا ہے مگر وہ دکھیارا اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے سرلا سرلا
اپنے آبائی گاؤں کو چھوڑ گیا ہے۔ پردہ گرا اور ڈراما تمام ہوا + زن مرید و تریا چرتر سے بچو +

ملنے کا پتہ:۔ امیر چند آریہ سیوک دچھووالی پوڑیاں ہر چرن مصر شہر لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ جس کتاب پر مصنف کے دستخط نہ ہوں وہ مال مسروقہ ہوگا
ہم آہنگی زندگی ہے غیر ہم آہنگی موت
موتیوں کی لڑی
تعداد ۱۰۰۰
उर्दू संग्रह
पुस्तक का नाम
लेखक
प्रकाशन वर्ष
आगत संख्या
536

قابل رحم زن مریدوں کی قسمت کے کرتچے

دھرم پتنی یا دھرم پُٹنی

آپ کسی شہر میں چلے جاؤ۔ کسی گلی کوچہ میں گذرو۔ آپ کو کسی نہ کسی جگہ کیا بلکہ ۹۹ فیصدی گھروں میں فساد و نفاق کے شعلے دُھکتے نظر آوینگے۔ ایک گھر میں پانچ بھائی ہیں فرض کیجے کہ انکے نام الف۔ ب۔ ج۔ د۔ ر ہیں۔ جبتک کہ انکی شادی نہیں ہوتی وہ سب یک جان ہیں۔ گو مختلف قالب ضرور ہیں ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ کے ساتھی اور ایک دوسرے خون بہانے والے ہیں۔ مگر جونہی انکی شادی ہوجاتی ہے اور ہر ایک کی استری آجاتی ہے۔ تو سب محبت گھٹنے لگ جاتی ہے۔ وہ اس قدر زن مرید ہوجاتے ہیں کہ جو کچھ عورت کہے وہی کرتے ہیں۔ ماں باپ بھائی جائیں چولہے میں۔ زن مرید اپنی ساری آمدنی اپنی عورت کے کہنے سے صرف کرتا ہے۔ استری اپنے بھائیوں بہنوں ماتا پتا کے گھر کو مال و اسباب سے خوب بھرتی رہتی ہے۔ جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ خاوند کا کوئی اختیار روکنے کا نہیں۔ بلکہ بعض چالاک۔ خود غرض۔ بخیال خود عقل مند لوگ لڑکی یا بہن دیکر اسکے گھر ہی ڈیرہ لگا لیتے ہیں۔ بیچارہ خاوند ذرا روک نہیں سکتا۔ مگر جب کبھی اتفاقاً ایک آدمی کا بھائی یا بہن یا ماں باپ آتے ہیں تو گھر میں لمبا سیاپہ شروع ہوجاتا ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے کہ ان پڑھ اور جاہل عورت پڑھے لکھے خاوند کی زبان و مُنہ پر گوند اور عقل پہ تالا کیوں لگا دیتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جہاں استری چڑیل کی شکل اختیار کریگی وہاں بھوت کا القاب خاوند کو ملے ہی گا۔ ایسے ایسے نظارے ۹۹ فیصدی گھرانوں میں نظر آرہے ہیں اور ایسے زن مرید لوگ دنیا ہی میں دوزخ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ انکے گھروں میں جوتی پیزار نہ ہووے اور زندگی تلخ نہ ہوجاوے۔ وہ اپنی پوری عقل سے کام لیں۔ زن مرید نہ بن جاویں۔ یہ دُنیا دوزخ کی جگہ ہے۔ استری ہی دھرم کراتی ہے اور استری ہی پاپ کراتی ہے۔ پیارے بھائیو اگر آپ چاہتے ہو کہ آپکے پریوار میں پوری شانتی رہے۔ تو استری کی ہر بات اور ہر قول پر عقل سے تالا و تار کر پورا وچار کرنیکے بعد عمل کرو ورنہ خدانخواستہ اگر آپ زن مرید ہی بن جاؤگے تو سخت شرمندگی اُٹھاؤگے۔ آپکی ضمیر بھی لعنت کریگی۔ میں یہ نظارے مختلف پریواروں میں روز دیکھ رہا ہوں۔ اسلئے مجھے اس معاملہ پر لکھنا پڑا ہے اُمید ہے کہ میری گذارش پر پوری غور ہوگی۔

ویدک دھرم کا سچا سیوک امیر چند آریہ سیوک

عورت

"اے عورت تو نے انسان کے لئے اس دُنیا کو جنت بنا دیا" دُنیا میں ایسی ویران طبیعت کے انسان بھی موجود ہیں۔ جو کسی ذاتی خوبی کے باعث انسانوں میں تو خاص عزت اور درجہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر عورت کا نام سُنتے ہی ان کی طبع نازک بیزار ہو جاتی ہے۔ عورتوں پر فریفتہ عاشق مست تو سارا جہان ہی نظر آتا ہے۔ مگر عورت کیا چیز ہے۔ مرد سے اس کا کیسا رابطہ ہے؟ یہ مٹی کی مورت حسن کی دیوی کیوں ہے۔ اس کی پرستش اور پوجا کیوں کی جاتی ہے۔ انسان اس پر کیوں فریفتہ ہو کر دین و دُنیا کو ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے۔ یہ راز ہیں۔ جن کو سمجھنے کی غایت ضرورت ہے۔ یُوں تو اُن رازوں کے سمجھنے کے لئے ایک جملہ ہی جو اس مضمون کے شروع میں درج ہے جواب ہو سکتا ہے۔

(۲) مگر جن لوگوں کو اچھے اچھے قابل عزت اور قومی لیڈروں کی سوانح عمریوں کے پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سے جان سکتے ہیں۔ کہ جن اشخاص کو ہم قابل عزت خیال کیا کرتے ہیں۔ اُن کی ہستی کے سدھار کا بڑا وسیلہ کوئی نہ کوئی عورت ہی ضرور ہوتی ہے۔ جو اس کی بچپن میں پرورش کرتی ہے۔ خواہ ماں ہو یا کوئی اور رشتہ دار ہو۔ عورت میں قدرتی ذہانت اور سلیقہ شعاری کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ خواہ اُن کی رہت بہت شہری ہو یا جنگلی۔ دُنیا کے جس گاؤں میں آپ جائینگے۔ ہر ایک گھر میں عورتوں کی عقل کی داد دینی پڑتی ہے۔ مہذب سے مہذب جماعت انسانوں کی گنی جاتی ہے۔ وہ وُہی ہوتی ہے۔ جس میں عورتوں نے اپنی عقل سے زیادہ کام لیا ہے۔ یا دیا ہے۔

(۳) یہ مٹی کی مورت حسن کی دیوی کیوں ہے؟ دراصل عورتوں کو بناؤ سنگار کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی مردوں کو ہے۔ جو عورتیں بناؤ سنگار کی دلدادہ نہیں ہیں۔ ان کا چہرہ زیادہ مرغوب اور موزون ہوتا ہے۔ عورت کی سادگی میں جو دلکشی ہے۔ تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ ایک شریف آدمی نے ایک دفعہ باتوں باتوں میں

ذکر کردیا۔ کہ عورت بناؤ سنگار میں اتنی مرغوب نہیں ہوتی جیسی کہ سوگواری کی حالت میں ہوتی ہے۔ نورجہاں تو ہم مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مگر اسکا نظارہ ہر ایک جگہ موجود ہے۔ کہ اگر چار پانچ عورتیں اکٹھی جا رہی ہوں۔ تو اُن میں وُہی حسین نظر آویگی۔ جو بغیر بناؤ سنگار کے ہوگی۔ سادہ پن کی خوبصورتی سے شاعروں کی عقل بھی چکر میں آجاتی ہے۔

(ب) اِس کی پرستش اور پوجا کیوں کی جاتی ہے؟ ہندو لوگ اِسکو دیوی روپ مانتے ہیں۔ اوجڑوں کو بسانا۔ سوکھے کو ہرا کرنا۔ نردھن کو دھنی بنانا۔ مُردے کو زندہ کردینا اِنکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انسان کی عزت۔ حرمت۔ پاکدامنی۔ نیک خیالی سب کی شریفانہ فصلیں عورت کے کپڑے کی ایک کنی میں۔ باندھی ہوئی ہوتی ہیں جس مراتب پر انسان پہنچنا چاہتا ہے۔ اُنکی دلی خوشی کے ثمرہ سے پہنچ سکتا ہے۔ اِنکا دل دکھایا نہیں۔ کہ وبال آیا نہیں۔ منوجی مہاراج نے سچ کہا ہے۔ کہ جس گھر میں عورت خوش رہتی ہے۔ وہاں دیوتا نواس کرتے ہیں۔

(ج) انسان اِس پر کیوں فریفتہ ہوکر دین و دنیا کو ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے۔ انسان کی عورت کے ساتھ محبت قدرتی تقاضا ہے۔ کیونکہ یہ اِسکا جنم استھان ہے۔ پرورش کا ذریعہ ہے پہلا اُستاد۔ پہلا گورو۔ پہلا سکھ دینے والا۔ پہلا دکھ میں خبر لینے والا۔ پہلا سکھ میں شامل ہونے والا۔ ہنسی کی قیمت دینے والا۔ رونے پر دلاسا دینے والا۔ بھوک پر چھاتی سے لگانے والا عورت ہی تو ہے۔ پیدا کرنے والے کے ساتھ رابطہ خالق و مخلوق کو ظاہر کرنے والی ماں سے بڑھکر اور کون ہوسکتا ہے۔ انسان کی عزت و حرمت جب تک اِس کی شادی نہ ہوجائے۔ ماں سے وابستہ ہے۔ شادی ہونے پر عورت سے وابستہ ہے۔ اگر کسی عورت کے بیوہ ہونے سے کوئی دُکھ ظاہر ہو سکتا ہے۔ تو کسی مرد کی عورت مرجانے سے مرد کا دُکھ اِس سے کوئی کم نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ عورت کی امداد میں تو بہت سے وسائل بھی موجود رہتے ہیں۔ مگر مرد کے واسطے موجودہ وسائل بھی عورت کے مرنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ عورت جیتی ہو۔ گھر بستا ہو۔ تو بھرجائیاں بھی

ترکاری بھاجی دے جاتی ہیں۔ عورت مرجائے بھرجائیوں کے گھروں میں سے کبھی سالن کی بوند تک نہیں آتی۔ ایک عورت ہوتی ہے۔ چار اس کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہیں۔ بال بچوں کا جھرمٹ ایک میلہ ہی تو ہوتا ہے۔ عورت مرجائے لڑکے نافرمان۔ مرد روٹی کے لئے لاچار۔ لڑکوں کی عورتوں کو روٹی پکاکر دینا غیر مرغوب لڑکی کو اپنا گھر پیارا۔ مرد کی ایسی دُردشا ہوتی ہے۔ کہ ساری دُنیا اس کے لئے گھور اندھکار ہو جاتا ہے۔ جسکو تشریح کی ضرورت ہو۔ وہ شری رامچندر جی کی سیتا ہرن کی اوستھا کو پڑھے۔ جن کو ۳۰ کروڑ ایشور کا اوتار کرکے مانتے ہیں۔ جب وہ بھی استری کے بغیر غایت درجے کے دُکھ کو محسوس کر رہے ہیں۔ تو سادھارن انسانوں کو کیا دُکھ نہیں ہو سکتا۔

(۴) جو لوگ کسی انسان کی عورت مرنے پر اُس کی دوسری شادی پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ انسانیت سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اِن کا دل ظالم ہوتا ہے۔ بیدرد اور سنگ دل ہوتے ہیں۔ کیا درد دُکھ کا علاج کرنا پاپ ہے۔ اگر ایک انسان کو سنجاپ ہوتا ہے۔ تو کیا وہ دوائی کھانے پر پاپی ٹھہر سکتا ہے۔ اودھر تنگی کی مرض کو جو دانا جانتے ہیں۔ کہ یہ کیسی دردناک مرض ہے۔ وہ مریض کے علاج پر نگاہ بد سے نہیں دیکھتے۔ کیا پاپی سورگ کے لئے جتن نہیں کرتا۔ کیا چور کو شریف بننے کی ضرورت نہیں ہے؟ پرماتما کی پوجا۔ پُتروں کے واسطے یگیہ۔ اپنی جان کا بچاؤ۔ عزت۔ سکھ شوبھی۔ کوئی دُنیاوی کارو بار بغیر عورت کے مرد کا خوشی سے سر انجام پا سکتا ہے۔ تو پھر کسی کے بیاہ شادی پر اعتراض بھی سنگدل کر سکتے ہیں۔ سچ ہے کسی کا درد کون جانتا ہے۔ مگر دل جلے کو دل جلا پہچانتا ہے۔ عورت کے بغیر گھر ڈیرہ ہے۔ ایک عورت کے ہونے سے گھر گھر سمجھا جاتا ہے۔ مگر دس مردوں کا گھر بغیر عورت ہونے سے وہ گھر ڈیرہ خیال کیا جاتا ہے (دیکھئے اوپر) ایک آدمی کی عورت مرنے پر اسکی قیمت اور مکان پر پورا قبضہ کرتے ہیں۔ ایک آدمی کے مرنے سے عورت کو ایسی پریشانی نہیں ہوتی جتنی کہ عورت کے مرنے سے آدمی کو ہوتی ہے۔ دولت موجود ہو گھر میں سب سامان موجود ہوں تو عورت سارے گھر کو بخوبی سنبھال لیتی ہے۔ مگر جب کہ عورت مرجاتی ہے تو آدمی کو ہر قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ خواہ کسقدر ہی سامان موجود ہوں

وہ روزی کمائے یا کہ بچوں کی پرورش کرے - دور جانے کی کیا ضرورت ہے - میری استری جس نے کہ ۲۵ برس تک میرے گھر کو بہشت بنائے رکھا تھا - ۲۵ نومبر ۱۹۱۴ء سے اس سنسار سے چلی گئی ہے - دونوں بچے باوجودیکہ میں ان کو ہر ایک قسم کا آرام دے رہا ہوں - رُل رہے ہیں - میں نے کبھی چابیاں جیب میں نہ ڈالی تھیں - اب ۳-۴ قفل لانے پڑتے ہیں - گھر دوزخ کا نمونہ بن رہا ہے - ہر طرح سے دُکھ ہی دُکھ ہے - وہی آدمی جو کہ شریف اور نیک چال چلن کا ہو - جبکہ اس کی عورت موجود نہ رہے تو محلے کی عورتوں میں اسکو مشتبہ نظر سے دیکھا جاتا ہے - میرے دُکھ سُکھ کی ساتھی میری زندگی کو آرام دہ بنانے والی جس دن سے اس سنسار سے گئی ہے میرا گھر شمشان بن رہا ہے - جبکہ میں اپنی تکالیف کی طرف نظر مارتا ہوں تو مجھے پتہ لگتا ہے کہ ایک ان پڑھ عورت گھر کا وہ انتظام کر سکتی ہے جس کی تعریف مشکل ہے - مگر پڑھا لکھا آدمی از حد بےچین ہو جاتا ہے - جبکہ اُسے وہی سب کام گھر کے کرنے پڑتے ہیں جو کہ عورت کرتی تھی - آخر بات کیا ہے کہ عورت کے مر جانے سے گھر اسقدر بُری حالت میں ہو جاتا ہے - یہ مضمون اسقدر لمبا ہے کہ اسپر جسقدر لکھا جاوے کم ہے - مجھے اپنی استری کی زندگی میں گھر کی ذرا خبر نہ تھی - اب پتہ لگا ہے کہ میں کسقدر بھولا رہا - کئی عورتیں خاوند کی دولت کو خفیہ خفیہ لیجا کر اپنے بھائی بہنوں کو دے آتی ہیں اور پھر کسی شادی بیاہ کے موقعہ پر وہی واپس لے کر اپنے والدین کی عزت کو بڑھانا چاہتی ہیں - میری استری اس اصول کے برخلاف تھی - اس کی راست راست کہنے والی طبیعت نے اور ضمیر کی آواز پر چلنے والی باتوں نے اسکے بہت سے دشمن بنا دیئے اور آخر وہ وقت آیا کہ اسکی بیماری میں جب مجھے کسی طرف سے ضروری مدد نہ ملی - وہ مجھے وصیت کر گئی ہے کہ حتی المقدور دوسری شادی نہ کرنا - بچوں کو اپنے پاس سے الگ نہ کرنا - کسی رشتہ دار کے سپرد نہ کرنا - یتیم خانہ میں داخل نہ کرنا وغیرہ داستان بڑی لمبی ہے اور مفصل لکھنا بہت مشکل ہے - جو آدمی اپنی استریوں کی شروع میں شادی کے بعد خبر نہیں لیتے وہ بڑھاپے میں بہت دُکھی رہتے ہیں - سچ مچ ایک گھر کی رونق استری کی زندگی تک ہی ہے - جو کام استری ایک [illegible]

کر لیتی ہے وہ کام آدمی عہ روپیہ میں بھی نہیں کر سکتا ہے۔ جبکہ عورت مر جاتی ہے تو گھر کا سارا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ عورت کی زندگی میں مہمان آتے رہتے ہیں۔ جبکہ وہ مر جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اب جا کر کیا کرنا ہے۔ گھر کو تو تالا لگ گیا ہے۔ وہ خود تنددوروں پر خراب ہوتے ہونگے۔ پرماتما کرے کہ کسی کی عورت نہ مرے ورنہ مرد کی بہت بُری دُردشا ہوتی ہے۔ وہ آدمی از حد بدقسمت ہے۔ جس کی استری بڑھاپے میں مر جاتی ہے۔ مگر پرماتما کے کاموں میں کسی کا دخل نہیں۔ اس کا ہر ایک کام ہمارے بھلے کے لئے ہی ہے۔ جو کچھ بھی وہ پربھو کرتا ہے ہمارے بھلے کے لئے ہی کرتا ہے۔

نظم

ایہہ دُنیا رنگ برنگی اے
ایہہ دُنیا وانگ چھلّے دی
کوئی ٹھہرن تے کوئی چلے جی
کوئی کھاندے تڑکے سبزی جی
کوئی حلوے نوں تک دوڑی جی
کوئی آکھیاں مُرغ بٹیرے نوں
بن پانی ڈوبن اپنے آپ نوں
کتے لڑکا عمر انجانی دا
ادہاں تے پت پچھانی دا
کتنے لڑکے بہت امیراں دے
جا بیٹھن تکیئے پیراں دے
کتنے کُڑیاں کرن تماشا دی
کیا اساں دھرم نہ ماسہ دی
کوئی اود اولاد ترسدے ہیں

ایہنوں جندا جوگی جنگی اے
کدی اوپر تے کدی تھلے دی
گل سنئے مندی چنگی اے
کوئی کرن شکایت قسمت دی
کتے روٹی دی بھی تنگی اے
بھن چھڑدے چار چوپھیرے نوں
گھر بن بیٹھے ست سنگی اے
لڑ چھوڑیا بہت سیانی دا
کیا کھینڈن اوٹ پٹنگی اے
پڑھدے قصے رانجھے ہیراں دے
بن ایہی چرس بھنگی اے
یا گنتگرو کردیاں ہے ساری
جگ پہیلی بہت ہی ننگی اے
کتنے کینا گھاٹ دسدے ہیں

لک گُڑیاں ویچن کسدے ہیں چھ برسی بُڈھیاں منگی اے
کوئی بندے خوب شرال جی نہ شرم بھوا ماں بھابی دی
گھروں بند نہ کرن خرابی جی عقل جھرو کے تنگی اے
کتے آریہ جلسہ رچدے ہین کوئی گالاں کڈھ کڈھ رجدے ہین
کوئی گیت نہ گاون چجدے ہین بن ڈور اُڈان پتنگی اے
کوئی وچ سماجاں جاندے ہین سر سندھیا گھر نوں آندے ہین
یش اُس ایشور دا گاندے ہین جدھی مہما عقلوں لنگی اے
کوئی کاشی گنگا سکے جی پر میشور نوں سب تھکے جی
ادہنوں کون باہر نوں دھکے جی جہدے دل وچوں اُٹھے ترنگی اے
نہیں جیبھ دی مرض ہٹنے نوں ایتھے چت نہیں کردا رہنے نوں
من اُچھلے سب چھڈ بہنے نوں گل دسدی بہت کوڈھنگی اے
اُٹھ سیوک ہتھ پھڑ ویداں نوں کم کر جگدا چھڈ کھیڈاں نوں
نہ بھول تو ذاتی بھیداں نوں تیرے سر تے راج فرنگی اے

گائے اور بچھڑے کے سوال اور جواب

بچھڑا ماتا میں اِک گل پُچھدا تینوں درد نہ اپنے پُت دا
لوک تیرا دودھ چوون سارا میں دس کس کھوہ وچ پواں نکارا
دُھدہ دا جایا کیوں نہیں پیارا ویکھ ویکھ جیرڑا بچارا
دل وچ مرمر تک دا تینوں درد نہ اپنے پت دا
گائے اس گل نوں بیٹا پچھ نہ ایہہ ہٹنے والا دُکھ نہ
ایہہ گل پرائے وسدی میں رو رو کے تینوں دسدی
چون والے بیانا کسدے دودھ ذرا نہیں تھناں وچ چھڈدے
تو ایویں رو رو سکدا ایہہ ہٹنے والا دُکھ نہ

بچھڑا ماتا میں اِک گل تینوں پُچھدا
جدوں چوون تیرے دودھ نوں
کُجھ اُتاں چڑھائیں دودھ نوں
جدوں مارن تے نسکے لگ جا

گائے اِس گل نوں بیٹا پُچھ نہ
جیہڑی دودھ توں بیٹا نسدی
اوہنوں دینا نہیں گھر رکھدی
توں دل وچ گُڑھ گُڑھ سُکنا

تینوں درد نہ اپنے پُتّ دا
تو یاد کریں میری سُدھ نوں
کوئی کیا کر سکدا دودھ نوں
تینوں درد نہ اپنے پُت دا
ایہہ ہٹنے والا دُکھ نہ
اوہدی دھون قصائی توں کٹدی
ایویں جان جائے ناحق دی
ایہہ ہٹنے والا دُکھ نہ

ایک روز دودھ نے کی پانی سے پاک اُلفت
حلوائی نے نہ اُن کی یہ اُلفت کا راز سمجھا
برچھی کی طرح شعلے اُٹھے ڈراونے والے
کیا پاک اُلفت تھی کہ بھائی پر جان دیدی
کہنے لگا کہ اے جانثار بھائی
بھائی نہ کہنا تب تک نہ کروں چڑھائی
لیا اُچھالا آگ سب بجھائی
بیٹھا پھر دودھ سمجھا کہ آیا ہے بھائی

مل جُل کے ہو گئے دونوں بھائی بھائی
دونوں کو جب بھر کے رکھی بھٹی پر کڑاہی
خاموشی سے بھاپ بن کر بھائی پر جان دیدی
اب دودھ کو دیکھو اُلفت کا زور آیا
افسوس ہے کہ آگ نے جلایا ہے بھائی
کہتے ہی بات اتنی جوش یہ آیا
حلوائی نے پانی کا مارا چھینٹا
جگ میں عزیز ہوتی ہے جو قوم پر فدا ہوا

مایا کو مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ
تلسی اس غریب کی نہ پُچھے کوئی بات

دیکھو کیسا زمانہ آیا
گالیاں دیندیاں وار و وار
تیری پنجویں نوہ جو نکلی
لک وچ مارے پانچ چار

تیریاں چارے نوہاں نکلیاں
وے نکل بھایا شہروں باہر
ڈنڈا کاؤ دا ہتھ وچ لیائی
تیری ووٹی بڑی جنگجو کمذات

ساتوں دیندی سی سو سو گال — وے نکل بھائیا شہروں باہر
بھائیا دھرم سالہ نوں چلیا — کُجا ٹھیکریاں دا بھریا
تیرا اندروں پتر نکلیا — اُودھا دیکھ کلیجہ ٹھریا
نہ جائیں بھائیا گھروں باہر — تیریاں چاچے نوہاں نکلیاں
پیری پیندیاں وار وار — نہ بھائیا جائیں گھروں باہر
تیری پنجویں نوہ جو نکلی — چھتہ دودھ دا لیائی
وے توپی لے میرے بھائیا — وے توں سنے ملائی پی
برکت وڈیاں دی جو پیندی بھائیا ہٹی دا سردار

بیوی کو شوہر کی نصیحت

میرے دل کی مالک میری جان بیوی — میں صدقے تمہارے میں قربان بیوی
فضولی کو چھوڑو کرو اب کفایت — کہ آیا گرانی کا طوفان بیوی
لگاؤ نہ مسّی تم ہونٹوں کو اپنے — بناؤ نہ لعل بدخشان بیوی
پہنو نہ گجرے لگاؤ نہ کنڈل — کہ مہنگا ہے سب کچھ یہ سامان بیوی
لگاؤ نہ سُرمہ سنوارو نہ زلفیں — کہ اچھی ہے سادہ ہی گذران بیوی
پساؤ نہ ہے کہ اِس میں ہے گھاٹا — خود ہی چکی پیسو میری جان بیوی
خود ہی پانی بھر لو خود ہی کپڑے دھولو — کہ دھوبی بھی تجھ سا ہے انسان بیوی
گہنا اُتارو سبھی تن سے اپنے — کہ گھس گھس کے ہوتا ہے نقصان بیوی
فقط اِن دنوں میں غنیمت یہ جانو — کہ ہے راج دل سے قدر دان بیوی
میری پیاری بیوی میری جان بیوی — کرو اب کفایت سے گذران بیوی
بناؤ نہ لہنگا کہ کپڑا ہے مہنگا — نہ ہو صرف شلوار پر ٹھان بیوی
میرے زخم دل پر نہ چھڑکو نمک تم — دکھاؤ نہ خالی نمک دان بیوی
چھینگا جو آٹا بڑا ہوگا گھاٹا — خدا کے لئے اسکو مت چھان بیوی

ذرا اوپلے تھاپلو ذرا پانی بھرلو
اُٹھاؤ نہ مہتر کے احسان بیوی
کھو گر تو لادوں پتے جو کا آٹا
کہ اِس کو بھی کھاتے ہیں انسان بیوی
میری جوڑ کر پگڑی سی لے دوپٹہ
نہیں ہوتی کم اس سے کچھ شان بیوی
میں سوتا ہوں سینے سے زانوں لگا کر
رضائی کو بچوں پہ لو تان بیوی
اب کرسی کی جا بھی ہے یہ ارادہ
پڑھیں گے فرش پہ رامائن بیوی
یہ سب کچھ سہی پر غنیمت یہ جانو
پتی ہے تمہارا سخندان بیوی

شوہر کو بیوی کا جواب

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

ذرا آنکھیں کھولو وقت کو پہچانو
میری بات سُن لو میری عرض مانو
چھوڑو باجہ جوڑی بجانا پیا نو
وقت ہے گرانی قدر کچھ تو جانو

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر.
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

مریں بچے بھوکے یہ آنکھوں کے تارے
رنڈی کے پھرتے ہو تم مارے مارے
ذرا ہوش کی لو سنو میرے پیارے
کرو کام ایسے نہ ہوں جو نیارے

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

نہ زلفیں سنوارو نہ تیل اُن میں ڈالو
یہ کالر کو چھوڑو پٹا سیاہ نکالو
اُتارو یہ پتلون دھوتی نکالو
گرہی کا جو چاہو پاجامہ بنا لو

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

میں مستی کو چھوڑوں چھوڑو پان کھانا
چھڑی ہاتھ لیکے وہ باغوں کو جانا

تھیٹر میں جا کے وہ بلونڈ سے نچانا　　یہ گھر میں تو دیکھو نہیں آٹا دانا

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

مہنگے ہیں سلو سے پیارے یہ سُوٹ　　نہیں چاہئے تم کو یہ ڈاسن کے بوٹ
قسم مجھ سے لے لو اگر بولوں جھُوٹ　　کہ بن پیسے ملتا نہیں اب تو فروٹ

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

نہ سگرٹ اُڑاؤ نہ پیو شراب　　نہ انڈے کو چھوڑو نہ کھاؤ کباب
گلاب اور کیوڑے کو چھوڑو جناب　　میری جان شوہر نہ کر خانہ خراب

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

ڈبل روٹی چھوڑو کھاؤ خشکہ نان　　ہے وقت گرانی سنو میری جان
بیچو یہ کوٹھے بسو چل میدان　　قربان کردو یہ جارج پر جان

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

کبوتر کو چھوڑو نہ اُڑاؤ پتنگ　　سنبھل چال چلو کہ ہے وقت جنگ
بے دل کے دل میں اُٹھی ہے ترنگ　　جے بولو جارج کی ہر دم سنگ

ایک استری کا مرتی دفعہ کا ورلاپ

اکھے تے پالاں میں دھیاں تے پُتر　　کوئی نہیں چلدا ساتھ میریو بھینوں نی
آسی تے ملک ان دھٹھڑے نوں چلنا　　کوئی تے ساڈھے نال چلو میریو بھینوں نی
اکھے نے میں پہناں پٹ تے دریائی　　تو گز کھا پڑا لے چلے میریو بھینوں نی
آسی تے ملک ان دھٹھڑے نوں جانا　　کوئی تے ساڈے نال چلو میریو بھینوں نی

اکھے تے کھاواں میں دال تے چاول — توپا دو جو بھی لے چلے میرو بھنول نی
اسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا — کوئی تے ساڈے نال چلو میرو بھنول نی
اکھے تے میں رہواں وچ محل ماڑیاں — اکھے تے بارہ بارہ کوٹھاں نی اُجاڑ میرو بھنول نی
اسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا — کوئی تے ساڈے نال چلو میرو بھنول نی
اکھے تے پکھاواں لٹھا تے تھا تھا — اکھے تے سٹیاں میں تے میرو بھنول نی
اسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا — کوئی تے ساڈے نال چلو میرو بھنول نی
اکھے تے ہیفاں میں اُتے منجھے تیرے — اکھے تے چھینچ پچھائی سولاں نی میرو بھنول نی
اسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا — کوئی تے ساڈے نال چلو میرو بھنول نی

ایک آریہ پُرش کی پرارتھنا

ایشور یہ میرا تن من سنسار کے لئے ہو — یہ زندگی ہو لیکن اُپکار کے لئے ہو
سیوا کروں سب کی۔ خدمت کروں سب کی۔ خدمت سکار بن کر
زندگی دھرم کی سیوا میں لگا دو بھگون — دیش جاتی کے لئے خود کو مٹا دو بھگون
قومی خدمت کے نشان مست بنا دیجئے — ایسا مست بنا دے پتی کا علم بتا دو بھگون
جس جگہ دیکھو تو پریتی کے بادل ہیں چھائے — دشمن کو بھی میں سمجھا دوں
سب سے پہلے اپنا نام لکھا دوں اے بھگون — اگر ضرور بنانا بھارت میں چاہیں
مثل پانی کے اپنا خون بہا دوں بھگون
بھوک سے مرتا اگر مل جائے دشمن بھی — ہو نہ روٹی تو اپنا جگر کھلا دوں بھگون
سب سے پہلے میں اپنا نام لکھا دوں بھگون — سب سے پہلے اپنا سر جھکا دوں بھگون

سرون کا کہنا

میرے بے گناہ راجن ارے دھرتی تایاں مارا — تو نے تاک کر میرے جگر کا نشانہ مارا
پتا ماتا میرے اندھے جل لینے تھا میں آیا — پر تو نے جل کے بدلے میرے سینے میں تیر مارا

اگر ایسا ہوتا تھا یہیں نہ آتا
پر تیر تے تو میرا اوسان مارا
اک تیر سے مسن نے تیرا بیٹا مارا
پر تیر نے قضا میرا پران مارا
جل بھرلایا پتر تمہارا سروں نے کیا بان
پر مُنہ سے بولا نہیں پر بیٹھا تیاگ پران
بوتی زور سے کہا پتر کیوں کھڑے ہو چپ چاپ
پیاس سے نکل جائیں چاہتے پران
تیرا اچانک ہاتھی سمجھ کر بان مارا
دوستو دُنیا میں مہرا ور مشہور ہے
دھرم بیر سے تو بھی تڑپ کر دیگا پران

دیتا پلا کلیجہ پانی کی جگہ
اے پہلے پلا کے پانی پتا ماتا سے یہ کہنا
اے کچھ دھرم سے سیوا ماتا پتا کی نہ کیتی
اے پتا جی کیجے اب جل پان
اب دے جل کر رہا ہے کیا اشارہ
دیر تک کھڑا رہا میری جان
ہرگز ہم جل نہیں پینگے جب بولو گے نہ آپ
جل بھرنے کو جب پتر تیرا گھاٹ پر پہنچا
اُس نے تیاگ دیئے وہیں پران
جس سے یہ سنکر ہمارا کلیجہ چور ہے
کریں گے ہرگز نہیں اشنان ہم یہاں

ایک آریہ پرش کی گھبراہٹ اور مہرشی کا اُپدیش

آریہ تمہیں بد نام اے بھگون سر بازار کرتے ہیں
مہرشی مجھے مشہور کرتے ہیں بہت اُپکار کرتے ہیں
آریہ چڑھا کر اک گدھے پر آدمی منہ کر دیا کالا
پُکاریں نام لے بھگون یہ اتیاچار کرتے ہیں
مہرشی منو چاند سا مکھڑا تو ہے اصلی دیانند کا
وہ مصنوعی دیانندوں کی مٹی خوار کرتے ہیں
آریہ اُٹھا پتھر وہ ماریں رو سیاہ پر اور کہتے ہیں
یہ دیکھو کس طرح سوامی کا ہم ستکار کرتے ہیں
مہرشی یہی پتھر تھا اُن کا اشٹ جسے وہ پھینکتے ہیں اب
وہ گویا اسی طرح سے اشٹ کا ترسکار کرتے ہیں

آریہ — وہ دیتے سینکڑوں ہی گالیاں ہیں شوک بھگون کو
وہ بُر بچنوں کی بھگوت نام پر بوچھاڑ کرتے ہیں

مہرشی — جو دُر بچنوں کا ہوگا نا تمہ شبھ بچن سیکھیں گے
اُنہیں ہم آپ سکشا کے لئے تیار کرتے ہیں

آریہ — تمہیں وہ نیچ ذاتی سے بنا کر تالیاں پیٹیں
تمہاری ذاتی سے نفرت کا وہ اظہار کرتے ہیں

مہرشی — براہمن جنم سے ہوں میں مجھے وہ نیچ کہتے ہیں
جنم سے نیچ ہیں سارے یہ خود پرچار کرتے ہیں

آریہ — تمہارے جسم کی شکتی کا وہ خاکہ اُڑاتے ہیں
جو ویکر سانڈ سے تشبیہہ بہت دھکار کرتے ہیں

مہرشی — پربھو کا شکر ہے سارے میری شکتی کے ہیں قائل
جتا برہمچریہ کی عظمت جگت اُپکار کرتے ہیں......

آریہ - زبان کو آپ کی نشتر کہیں چھوٹے بڑے بھگون

بڑے ہی کرودھ سے وہ لعنت و پھٹکار کرتے ہیں

مہرشی — جو کہتے ہیں بُرا ہے ڈاکٹر نشتر چھبونے ہیں
اُسی کی دیا لنا کا بعد میں اقرار کرتے ہیں

آریہ — غرض بھگون وہ نندا مُورکھ ہر پرکار کرتے ہیں

مہرشی — یہ سب ہے اُن کی دیا جو داس کا اُپکار کرتے ہیں

پنڈت لیکھرام کو ایک خط

لفافہ ہاتھ میں لاکر دیا جسوقت ماتا نے — لگے جھٹ کھولکر پڑھنے دیا ہے چھوڑ کھانے کو
لکھا تھا اُس میں کچھ ہندو مسلماں ہو گئے ہیں — تو دھوکر ہاتھ جلدی سے ہوئے طیار جانے کو
کہا ماتا نے اے بیٹا - ابھی تو آکے بیٹھا ہے — ابھی پھر ہو گیا تیار تو پردیس جانے کو
تو ماتا اور بیوی کو کچھ ایسا بھول جاتا ہے — نہیں آتا مہینوں ہی ہمیں صورت دکھانے کو

خیر سدھ بدھ ہماری تو نہ لیتا ہے نہ بیٹا مگر لڑکا لب دم ہے نہیں کھانا ہے کھانے کو
میرا اکلوتا بیٹا مرتا ہے تو مرنے دو لیکن میں جاتا ہوں سینکڑوں ہی لال جاتی کے بچانے کو
ملازم بھی سواری ایس سمہ لیکر ہے آ پہنچا لو ماتا جی! نمستے ہے میں ہوں مجبور جانے کو
صبح کو تار یہ پہنچا کہ لڑکا چل بسا گھر سے تو بولے فکر ہی کیا ہے ہر ایک آتا ہے جانے کو

Religion without superstition

A man must die
The intervening period is to be [illegible]
happily not painfully.
Happiness consists in keeping others
happy; as giving pain is [illegible]
Religion consists of Virtue plus [illegible]
Virtue is common to all the [illegible]
is the basis of union for humanity.
Ceremonies are different and are
means of disunion.
By disregarding ceremonies and practis-
ing virtue the whole world will be
one country and the whole humanity
one nation

God will not seek thy race
Nor He will seek of thy [illegible]
Alone He will demand of thee
"What hast thou done on the earth"

خبر شکن وغیرہ [illegible] - نہ آل [illegible] سرآئندہ فلاں [illegible]
امیر چند [illegible] کا تیر [illegible] الی پور [illegible] شہر لاہور

ہردوار کی پرانی عظمت اور موجودہ حالت

برائے نام سادھوؤں اچکوں گٹھ کتروں اور

آریہ

تعداد ۱۰۰۰

مکار سادھوؤں کی چالاکی ہردوار میں اندھیر

میں گوروکل کانگڑی کے جلسہ پر ۱۲ سال سے جاتا ہوں۔ یہ گوروکل ۴ مارچ ۱۹۰۲ء کو کھولا گیا تھا۔ ہر جلسہ کے بعد میں نے ہردوار کی سیر کی۔ ہندوؤں کی حالت کو از حد ابتر پایا۔ جو جو دھوکے فریب کئی سادھوان یاتریوں سے کرتے ہیں۔ ان کو میں نے اگلے صفحوں میں مختصر بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ کسطرح سے ہم ان مکاروں سے بچ سکتے ہیں۔ سب اصحاب کو ان سطور کو پڑھنا ضروری ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس ٹریکٹ سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ اگر پبلک نے اس ٹریکٹ کی اشاعت میں کافی حصہ لیا۔ تو میں ہردوار کے اور بھی مفصل حالات ایک علیحدہ کتاب میں لکھونگا۔ جو کہ زیر طبع ہے۔ پرماتما کرے کہ ان مکار سادھوؤں سے اور سفید پوش اچکوں سے ہردوار پاک ہوجاوے۔ اسوقت تو ہردوار کی از حد بُری حالت ہے موجودہ حالت میں ہردوار سے نفرت کرنیوالے اس تیرتھ کو ٹھگ دوار کہتے ہیں۔ اگر پبلک نے میری قدر کی۔ تو میں اپنی اس محنت کو سپھل خیال کرونگا +

خادم۔ امیر چند آریہ سیوک

بہشتی ۔ گاس جلد بہت زور ہے۔

دریائے گنگا کی عظمت

اور

ہردوار کے سادھو

ہندو گنگا جی کی قسم کھاتے ہیں۔ گنگا جی کے درشنوں سے اپنے آپ کو گناہوں سے مُکت پاتے ہیں۔ گنگا کے آبِ رواں میں بزرگوں کی ہڈیاں بہاتے ہیں۔ ہاں! گنگا ہندو قوم کا بڑا دریا ہے۔ اُس کے لب پہ لمبی لمبی جٹاؤں والے یوگی تپسیا کرتے ہیں۔ اس کے پار اونچے اونچے درخت پرماتما کے دھیان میں مست کھڑے ہیں۔ ایک کنارے پر برہم ودیا کا مخزن ہمالہ بھی سبز لباس در بر کئے ہوئے مہارانی گنگا کی ثنائیں بھولی بھالی صورت سے کھڑا ہے۔ کروڑوں جاتری ہیں کہ گنگا کے نام پر فدا چلے آتے ہیں۔ گنگا ہے کہ اپنی دھن میں۔ اپنی ترنگ میں۔ اپنی ادائیں۔ اپنی شان میں مست ہے۔ بہی چلی جاتی ہے۔ گنگا۔ پیاری گنگا مُنہ پھیر کر دیکھ تو سہی۔ کروڑوں جاتری ہزاروں سادھو۔ سینکڑوں درخت اور کئی پہاڑ تیری مدح میں اے گنگے تیری جے بول رہے ہیں۔ ہیں! تو اپنی ہی ناز و ادا میں بہی چلی جا رہی ہے۔ گنگا تو اتراتی ہے۔ غراتی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ تجھے بھی ناز ہے نا۔ کہ تو بھی ہندوستان میں بہتی ہے۔ کوئی دوسرا دریا یہ شان پیدا کر تو لے۔

اے ہندوستان! تو کاہیکو ہندوستان کہلاتا۔ اگر تیرے سینہ پر گنگا اور جمنا جیسی ناز و ادا والی ندیاں نہ اچھلتیں۔ ہند! تو اس لئے اپنی شان پر نازاں ہے نا۔ کہ تجھ میں گنگا بہتی ہے۔ کوئی دوسرا ملک ایسا دریا دکھلا دے تو سہی۔

گنگا ہند د قوم کا بڑا دریا ہے - گنگا سونے - چاندی اور سنگ مرمر کے پہاڑوں کو کاٹ چیر کر اُن کے ریزے ریزے کو اپنی گود میں بٹھا بہا لاتی ہے - ہاں! گنگا لکشمی کا اوتار ہے -

گنگا میں ہندی بزرگوں کی ہڈیوں کے ریزے تیر رہے ہیں - گنگا میں ہندیوں کی ہڈیاں پڑتی ہیں - ہاں گنگا میں نہانے سے ہمیں قومیت کا خیال آتا ہے - اے جاتریو! جب تم گنگا میں نہانے کے لئے اُترتے ہو - دھرم سے کہو تمہارے قومی بزرگ - جن کی ہڈیاں گنگا نہایت ادب سے گود میں لئے ہوئی ہے - تم سے اپیل نہیں کرتے - تمہارے تن بدن میں آگ نہیں لگ جاتی - تمہارے دل و دماغ میں صداقت کا شعلہ نہیں روشن ہوتا - سچ کہو - تمہارا بدن ایک دفعہ لرز نہیں اُٹھتا - تم اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نفریں نہیں کرتے - تمہیں اپنے بزرگوں کی عظمت کا خیال نہیں آتا؟

بس! جب تمہیں اپنے بزرگوں کا خیال آ گیا - رشی مہرشیوں کا شعلہ صداقت ایک دفعہ بھڑک اُٹھا - تمہارے پچھلے گناہ دُور ہو گئے - تم پاک و طاہر رشی بن گئے - ہاں! گنگا ہمارا قومی دریا ہے - اس میں نہانے سے ہمیں قومیت کا خیال آتا ہے - اور قومیت کا خیال آنے سے پچھلے پاپ دُور ہو جاتے ہیں -

گنگا ہماری قومیت کا مرکز ہے - جو رشی اُٹھا - پہلے گنگا میں ایک غوطہ لگایا - اوم کا نعرہ بلند کیا - اور پھر سارے جہان کو تہ و بالا کر دیا - بھاگیرتھ نے یہاں تپ کیا - ارجن اور بھیم نے زور آزمائی کی - شری شنکر اچاریہ نے تری برکت حاصل کی مہرشی سوامی دیانند نے تجھ میں غوطے لگائے - سب سے آخر مگر سب سے تیرا زیادہ چاہنے والا مہاراج رام تیرتھ تجھ میں پڑا - تو تو بن گیا - ویویکانند نے تیری لہروں کا ہار پہنا - اور جہان میں چمک اُٹھا - ہاں! گنگا ہماری قومیت کا مرکز ہے - ایک غوطہ لگایا - برہم ودیا دماغ میں چمک اُٹھی -

گنگا میں نہانے سے ہمیں برہم ودیا یاد پڑتی ہے۔ اصل میں ہمالہ کی سر بفلک چوٹیوں کا اثر گنگا کی لہروں پر۔ اور گنگا کی مست اٹکھیلیاں کرتی ہوئی لہروں کا اثر ان سر بفلک چوٹیوں پر جب رات کو چاندنی کرنیں گنگا میں پڑتی ہیں۔ آہاہاہا! ارد پہلی گنگا! تو نے یہ ہار کہاں سے پہنے؟ جب دن کو سورج ڈھلنا شروع ہوتا ہے۔ واہ! واہ! سنہری گنگا! تیرے رُخ کا جلال۔ اوہو! اوہو! اونچے اونچے درختوں کا گھن دار سایہ بھی گنگا میں۔ دوستو! اب نہاؤ گنگا میں۔ وراٹ بھگوان کی موجودگی میں۔ آہاہا! آہاہا! گنگا مستی میں۔ اوہو! اوہو! صدیاں گذر گئیں۔ گنگا نوجوان گنگا کا حُسن کچھ دوبالا ہی ہوتا جاتا ہے۔ اوم کا نعرہ لگا کر غوطہ لگاؤ۔ برہم ودیا کے جلوے نظر پڑتے ہیں۔

اے گنگے! تیرے کنارے پر بھارت کے مشہور شہر بستے ہیں۔ تو بچوں کی ماں۔ نوجوانوں کی ماں اور بوڑھوں کی ماں ہے۔ رشیوں کی رفیق رہی۔ گنگا تجھ میں ہمارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ گنگا! تیرے کناروں پر پراچین مہرشیوں کی راکھ چٹانوں کی صورت میں موجود ہے۔ اُف! کون کہتا ہے؟ گنگا! تو معمولی ندی ہے۔ تجھ سے ہم محبت نہ کریں۔ تیرے کنارے پر۔ تیری لہروں پر ہمارے بزرگان قوم کی روحیں سیر کر رہی ہیں پیاری گنگا! یہی وجہ ہے۔ کہ تیری محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں جاگزین ہے۔ صدیاں گذر گئیں۔ تیری پرستش کم نہیں ہوئی۔

کیا گنگا میں بھارت کے بے غرض وسیع خیال مہرشیوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ گنگا میں وہ پھول ہیں؟ کہ کیا گنگا اپنی ہستیوں کو گود میں لیکر خوشی اور ناز سے اٹکھیلیاں کر رہی ہے۔ کیا گنگا کی لہریں بھارت پر اچین جوش کی نشانی ہے؟ کیا ہماری ہڈیاں بھی گنگا میں پڑینگی؟ ہاں اوہو! پھر گنگا کا پانی پیو۔ امرت ہے کیا خبر ہے کس گھونٹ میں بھیشم اور کس ذرّے میں ارجن کی راکھ ملی ہوئی ہے۔ ہاں! گنگا کے آگے سر تسلیم خم اور نمسکار۔ گنگا! تمام گنگا! ہاں! گنگا کا پانی پیو۔ آبِ حیات ہے۔ امر ہو جاؤ گے

رشیوں سے تمہارا سیدھا رشتہ جوڑا جائیگا۔

آہا ہا! گنگا ہمارے اتفاق کا گھاٹ ہے۔ ہم ہندی فرقوں در فرقوں میں منقسم ہیں۔ مگر سب ایک گنگا میں نہاتے ہیں۔ اسی کو متبرک خیال کرتے ہیں۔ اور سب اسی میں مل کر گنگا بن جاتے ہیں۔ اوہو! اندر جا کر سب مل گئے۔ اوہو! یہی وجوہات ہیں۔ جو ہزاروں لاکھوں میل سے گنگا کی درگاہ میں کھچے چلے آتے ہیں۔ یہی گنگا ہے جو ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی روحوں کے درشن کراتی ہے۔ یہ گنگا ہی ہے۔ جو ہم میں گذشتہ مہرشیوں کے خون کو تازہ کراتی ہے۔ اور محبت بھرتی ہے۔ گنگا! پیاری گنگا! ندیاں دی سردار گنگا

اوم۔ اوم۔ اوم۔

اے ندیوں کی سردار گنگا! تیری بانکی چال۔ تیری رعنائی۔ تیری خوشنمائی۔ تیری دلفریبی اور دلربائی کی ادائیں۔ ہاں! پیاری یہی راز ہے۔ کہ لڑکے بالے جوان۔ نوجوان بوڑھے کیا سے تیرے والا و شیدا ہیں۔ تیری چال نے ستم ڈھایا۔ تیری خوبصورت چاندی کی مست لہریں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں جاتریوں کو کھینچ کر لاتی ہیں۔ برہم ودیا کا پہاڑ ہمالہ سبز لباس پہنے تیرے آگے دست بستہ کھڑا ہے۔ اے گنگا کی مست لہرو! ٹھاٹھیں مار مار کر خوابیدہ ہند کو جگاؤ۔

اے ہمالہ کی سر بفلک چوٹیو! تم رو رو کر ہی اپنی آنسوؤں میں نہا لیتی ہو۔ برف پگھلتی ہے۔ تمہارے آنسوؤں کے دریا بہ نکلتے ہیں۔ کیوں نہیں تم آسمان سے کہتے ہو کہ رشی سنتان پر مہرو الفت کی نگاہ کرے۔

ہندوستان کی سرسبز و شاداب گھاٹیو۔ وہ کیا زمانہ ست یگ کا تھا۔ کہ تمہارے اندر بہت سے سچے سنیاسی و رشی تپسیا کی گذرتے تھے۔ تو بہت سے اپاہج و ٹی اور مکار سادھو بھی پھر رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس

اے خوابیدہ ہندوستان۔ گنگا۔ جمنا۔ کرشنا۔ کاویری۔ نربدا۔ سرستی تجھ میں بہ رہی ہیں قدرت کا برگزیدہ رکن ہمالہ تیرے پاس ہے۔ تجھے کس چیز کی کمی ہے۔ اُٹھ جاگ بھارت

اٹھ جاگ بھارت - اٹھ! اور سچے سنیاسی پیدا کر جو کہ گورو کل کانگڑی کے سناتک بن کر سچے دھرم پرچار سے شانتی ہی شانتی نظر آوے اور اس ناپاک ہستی کا خاتمہ ہو جاوے۔ جو کہ مکار سادھوؤں کی طرف سے پیدا کی گئی ہے۔

ہردوار کے مکار ٹھگ سادھو اور سفید پوش اُچکے

اس میں شک نہیں ہے۔ کہ ہردوار میں کئی نیک مہاتما سادھو بھی ہیں۔ مگر ۹۹ فیصدی سادھو لٹیرے ٹھگ مکار دھوکہ باز فریبی اور سیدھے آدمیوں اور بدھوا عورتوں کو لوٹنے والے ہیں۔ عورتیں تو بیچاری بڑی سادہ نرم دل اور دماغ کی ہوتی ہیں۔ مگر وہ بڑے بڑے شیخی باز بھی جو کہ اپنے گاؤں اور شہروں میں تیس مار خان بنے پھرتے ہیں ان سادھوؤں کے داؤ میں آ جاتے ہیں۔ میں مارچ ۱۹۰۲ء سے برابر ہر سال ہردوار جلسہ گوروکل کانگڑی پر جاتا ہوں۔ میں نے ہردوار کی دل کھول کر سیر کی ہے ۱۹۱۵ء کے کنبھ پر بھی میں وہاں گیا۔ اور اچھی طرح سے سب سادھوؤں کو دیکھا۔ اور دل میں از حد حیران ہوا کہ کیا یہ وہ سادھو ہی ہیں۔ جو کہ ہند و قوم میں دھرم کا پرچار کرتے ہیں۔ یہ تو تباہ کر رہے ہیں۔ شردھالو لوگ بڑی بھاری شردھا سے ان کے پاس آتے ہیں مگر یہ دونوں ہاتھوں سے ان کو خوب لوٹتے ہیں۔ نام کے تیاگی اور ...... کو قفل لگانے والے خوب حلوہ پوری کھاتے اور کئی بھولی بھالی عورتوں کی عصمت برباد کرتے ہیں۔ ایک واقعہ ہو تو ان کی مکاری کا درج کیا جاوے۔ یہاں تو چاروں طرف ٹھگی کی دوکانیں کھلی پڑی ہیں ایک دھیلہ کا گیرو لے کر کپڑے رنگ کر سادھو بن جاتے ہیں۔ قریباً دو لاکھ سادھو خوب آنند کرتے اور مزے اڑاتے اور کئی قسم کے دھوکا فریب کر رہے ہیں۔ وہ ہردوار جو کہ پہلے ہری دوار کہلاتا تھا۔ اب* پاپ دوار بن رہا ہے۔ بدھوا اور [illegible] عورتوں کی منڈی بن رہا ہے۔ تیرتھ کے بہانہ سے اس جگہ پر وہ وہ گل کھلائے عورتیں کھلاتی ہیں۔ کہ ایک شدھ

* ان چالاک سادھوؤں اور پنڈوں کی کرتوتوں سے جنم پایا

اور نرم دل و دماغ کا آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ مجھے ایک دوست سے معلوم ہوا۔ کہ اکتوبر
سنہ ۱۹۱۵ء میں ایک شریف جنٹلمین بمعہ اپنی استری کے چنڈی کے پہاڑ پر گئے تھے۔ راستہ
میں ایک سادھو نے ان کی استری کو ان سے الگ کر دیا۔ اور ۶ سادھوؤں نے اس
بیچاری کی چادرِ عصمت کو خراب کیا۔ اس آدمی کو شک گذرا وہ واپس آیا۔ تو استری
کی از حد بُری حالت دیکھی حیران ہو گیا ایسے ایسے واقعات ایک نہیں دو نہیں۔ کئی
ہر روز ہو رہے ہیں۔ عورتوں کو بھاگوان بنانے کے بہانہ سے خوب ہی لوٹا جاتا ہے بٹھائی
پوری کچوری حلوہ کھایا جاتا ہے۔ یہ تیاگی عورتوں کا کل زیور تک ہضم کر جاتے ہیں۔ اس
لئے ایسے سادھوؤں سے حتی المقدور بچنا چاہیئے۔ کئی سادھو کپڑا اور کتب دان میں
لے کر آدھی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے مکار سادھوؤں
سے بھی بچیں۔ پرماتما کرے۔ کہ اس ہندو قوم کو عقل آوے۔ اور وہ مکار سادھوؤں
کے فریبوں سے بچے۔ ان سادھوؤں کا اس قدر تعداد میں بڑھ جانا ہندو قوم کا ہی
قصور ہے۔ کہ ان کو دان دیا جاتا ہے۔ اس تیرتھ پر مکار اور چالاک سادھوؤں آوارہ
گرد ملنگوں فقیروں کو دان دینے سے یاتریوں کا کبھی بھلا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اندھا دھند بلا سوچے
دان دینے والا سیدھا پاپ کا بھاگی ہو جاتا ہے۔ بھولی بھالی شردھالو ہندو قوم دان
دیتے وقت ذرا نہیں سوچتی۔ کہ یہ سادھو بناوٹی تو نہیں ہے۔ سارا دن ہر کی پوڑی پر
میلہ لگا رہتا ہے۔ ہردوار کا وہ پوتر استھان اور اس قدر مکاری کا زور یہ سب کچھ
ہندو قوم کی غلطی ہی تو ہے۔ میں زیادہ کس قدر لکھوں۔ ان سادھوؤں سے بچنے کے
لئے ذیل کی ہدایات پر عمل ہونا چاہیئے۔

(۱) کسی سادھو کو جب تک کہ وہ شریف ثابت نہ ہو۔ دان نہ دیا جاوے۔

(۲) نوجوان بدھوا عورتوں کو کبھی بھی ہردوار نہ بھیجا جاوے۔ اگر جائیں۔ تو اپنا کوئی آدمی
ساتھ ہونا چاہیئے زیور ہمراہ نہ لے جانا چاہیئے۔

(۳) ہر کسی سادھو کو کپڑا یا کتاب خرید کر نہ دی جاوے۔ ورنہ یہ نصف قیمت کو بیچ لیں گے۔ مہاشے شام لال جی میرے ایک متر ہیں۔ انہوں نے ۱۹۱۵ء کے کنبھ پر ۴؍ کو گیتا لیکر ایک سادھو کو دی۔ اس نے وہ گیتا ۲؍ کو فروخت کر دی۔ اُسی کے پاس جس سے کہ خریدی گئی تھی۔ لالہ شام لال جی نے شک ہونے پر وہ گیتا اِس سے مانگی۔ سارا بھید کھل جانے پر لالہ شام لال جی نے اس سے ۴؍ لیئے۔ اس نے ۲؍ کو بیچی تھی۔ ۲؍ اور ڈال کر دیئے خوب ہُوئی۔

(۴) کسی سادھو کے ہاتھ کا پرشاد حلوہ یا کوئی اور شے ہرگز نہ لیں۔ اور نہ ہی کسی سادھو کے پاس رات کو رہیں۔ اور نہ ہی کسی سادھو کو اپنے پاس کبھی رکھیں۔

(۵) کسی سادھو سے کبھی راستہ مت پوچھیں۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ ناواقف جگہ پر جاویں ورنہ سب کچھ چھین کر جان سے بھی مار ڈالتے ہیں دریغ نہ کریگا۔ اگر آپ کسی ایسی جگہ پر چلے جاویں۔ جہانکہ آگے کچھ پتہ نہ چلے۔ تو واپس لوٹیں۔ ورنہ خطرہ میں پڑ کر خراب ہونگے ایسے وقت میں سوائے پولیس کے اور کسی سے راستہ مت پوچھو۔ اور نہ ہی پانڈے لوگوں سے۔

(۶) کسی سادھو کے پاس اپنے کپڑے سپرد نہ کریں۔ ورنہ وہ لیکر چمپت ہوگا۔ اور آپ ننگ دھڑنگ پھریں گے۔ اور بڑی سخت تکلیف ہوگی۔

(۷) اپنی نقد پونجی روپیہ پیسہ ایک باسکٹ میں ڈال کر اور وہ باسکٹ پہن کر غسل کریں۔ اس صورت میں جبکہ آپ کو اپنا کوئی واقف ہر کی پوڑی پر نہ ملے۔ کسی کا وشواش مت کریں۔

(۸) کسی ناواقف کے ہاتھ سے حقہ تمبا کو پانی مت پئیں۔ اور نہ ہی کھانا کھائیں۔

(۹) جب ہردوار جاویں۔ تو ۴۔ ۵۔ ساتھی اپنے شہر کے ساتھ ہوں۔ اکیلے سفر مت کریں۔ خصوصاً ہردوار میں۔ (۱۰) جہاں تک ہو سفید پوشوں سے بھی بچیں۔ یہ بھی ایک طرح کے سفید لباس میں

مکار سادھو ہی ہیں۔ وہ بھی داؤ چلاتے ہیں۔ ایسی ویسی کئی اور باتیں ہیں۔ جن پر کہ عمل کرنا ضروری ہے۔ ہردوار آجکل وہ بھلا ہردوار نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہردوار میں مکاری۔ دھوکہ بازی فریب کا انتہا حد زور ہو گیا ہے۔ میں اگر ایسی جگہ پر آرام سے رہا ہوں۔ تو صرف رشی دیانند کے ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ سے ہی سادھوؤں کے داؤ سے بچا ہوں۔ ہردوار میں قدم قدم پر سادھوؤں سے دھوکا ہے سادھوؤں کو چھوڑ کر کئی گرہستی بھی یاتریوں کی آنکھوں میں لال مرچیں ڈال کر بیچارے یاتریوں کو لوٹ رہے ہیں۔ پیڑوں میں چاولوں کا آٹا پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ نشاستہ ڈالتے ہیں۔ پوری کچوری میں بہت کچھ آدھا تیل ہوتا ہے۔ اور دودھ تو خاص گنگا جل ہی ہوتا ہے۔ میں نے کنبھ کے موقع پر ایک دوکاندار سے کہا۔ کہ پانی کیوں ڈالا ہے۔ یہ دودھ تو صاف سستی معلوم ہوتی ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہ پانی نہیں ہے۔ گنگا جل ہے۔ غرضیکہ ہردوار میں قدم قدم پر دھوکا فریب چالاکی مکاری ہے۔ کسی کو بھلا مانس شریف کہیں اور کسی کو ٹھگ سب کے سب برائے نام بھگت ہی ہیں۔ موجودہ حالت نے ہردوار کو بدنام کر دیا ہے۔ آریہ سماج کے نام سے بھاگنے والے لالچی ہندو دوکاندار جو کہ گنگا میں ہم۔ ہم دفعہ روز نہاتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے یاتریوں کو ہردوار میں لوٹ رہے ہیں۔ ذرا بھی دھرم اور اخلاق کا نام نہیں۔ اُدھر نہاتے ہیں۔ اور ادھر پاپ کرتے ہیں۔

اب ان چند سادھوؤں کے حالات لکھتا ہوں۔ جو کہ اپنے چال چلن کی خرابی کی وجہ سے سزایاب ہو چکے ہیں۔ ماہ نومبر ۱۹۱۵ء میں سیالکوٹ میں ایک سادھو کو ۲ سال قید سخت کی سزا ہوئی جس کا ایک بدھوا سے ناجائز تعلق تھا۔ اور پردہ فاش ہونے پر اُس کو سزا ملی۔

چند سال کا عرصہ گذرا ہے۔ کرتپوں کے ایک مندر میں ایک سادھو نے ایک عورت کی عصمت بگاڑی تھی۔ اور اُسے بڑی لمبی قید کی سزا ہوئی تھی۔ اس سادھو کا حال اخبارات میں چھپا تھا۔ ایک بے رحم سادھو نے ایک شہر میں ۲ سالہ لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں ڈال دیا تھا۔ اور اُسے بھی سزائے قید ہوئی تھی۔ ایسے ایسے کئی واقعات ہیں۔ زیادہ لکھنے سے مضمون طویل ہو جاتا ہے۔ زیادہ لکھنا دل کو رنجیدہ کرتا ہے کہ ان سادھوؤں کا یہ حال ہے۔ جن پر کہ ہندو

قوم کی اسقدر شردھا ہے۔ ننگے سادھوؤں نے تو اخلاق کو جواب دے رکھا ہے۔ ذرا شرم وحیا ان کو نہیں رہی ہے۔ یہ سراسر بے حیا ہیں۔ آفرین ہے گورنمنٹ کو۔ کہ ان کو شہروں میں زیادہ تعداد میں آوارہ گردی کرنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ نہ معلوم کہ یہ اور کیا کیا اندھیر مچاویں۔ پرماتما ان کو عقل دیوے اگر آپ کو ہردوار وغیرہ فرضی تیرتھوں پر جانے کا موقعہ ملا ہو۔ تو آپ جانتے ہوں گے۔ کہ کسطرح بھنگ ملنگوں کے گروہ کے گروہ یاتریوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں۔ موٹے موٹے پیٹ والے سادھو بھی گنگا کے کنارے پوری کچوری کھاتے نظر پڑتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہردوار وغیرہ تیرتھوں پر جتنے حلوہ پوری کھانے والے سادھو نظر آتے ہیں۔ ان سب کے پاس ایک ایک یا دو دو یا اس سے بھی زیادہ سادہ لوح بدھوا عورتیں رہتی ہیں بعض کا روحانی تعلق بھی ہوتی ان کا لاکن کیسا تعلق ہوتا ہے۔ ہم نے خاص ہردوار میں دیکھا ہے۔ کہ سادھوؤں نے پان چبائے ہوئے ہیں۔ اور بڑی آن بان سے گنگا کے پلیٹ فارم پر سیر کرنے کے بہانہ پھر رہے ہیں۔ سیر کیا کرتی ہے۔ یہ کہیئے۔ کہ یاتریوں کی مستورات کو نظر بد سے دیکھ رہے ہیں۔ لعنت ہے ایسی فقیری پہ۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا۔ کہ ایک دن جبکہ وہ گنگا کے پلیٹ فارم پہ پھر رہے تھے۔ تو ان کو ایک جٹا دھاری سادھو دور بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ وہ بھی وہاں پہنچے۔ تاکہ اس سے بات چیت کریں۔ وہ سادھو کے پاس جاکر بیٹھ گئے۔ وہاں دو ملنگ اور بھی براجمان تھے۔ انہوں نے آنے کی وجہ پوچھی۔ ہم نے تبلایا کہ دنیا سے ہم بیزار ہو گئے ہیں۔ دنیا ان کو ایک نظر بھی نہیں بھاتی۔ اور اب سادھو بننے کو دل چاہتا ہے۔ اسی لئے گھر بار کو تیاگ کرکے ہردوار آپہنچے ہیں۔ تاکہ کسی سادھو کے چیلے بن جاویں۔ یہ بات سنکر ایک فقیر بولا کہ دھن ہے آپ کے خیالات کو۔ آپ بڑے خوش قسمت ہو کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں سادھو ہونے کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ تمہارے ماتا پتا کو شاباش ہے جنہوں نے کہ آپ جیسا عقلمند لڑکا پیدا کیا۔ اس بات سے ہم کو ہنسی تو بہت آئی۔ مگر ہم نے ضبط کی۔ اور ان کی باتیں سنتے رہے۔ اس فقیر نے کہا۔ کہ اگر تم سادھو بن جاؤ۔ تو پرماتما کو جلد ڈھونڈ لوگے۔ دیکھو یہ مہاتما پورن جتی ہیں۔ تمام اندریاں ان کے قابو میں ہیں۔ نہ کچھ کھاتے

ہیں۔ اور نہ ہی کسی سے سوال کبھی کیا ہے۔ اپنے آپ میں مست ہیں۔ تم اگر چیلا بننا چاہو
تو ان کے شش ہو جاؤ۔ دیکھو ہم نے بھی پہلے تمہاری طرح بہت مہاتماؤں کا درشن کیا۔ مگر
آخر کو ان کے شرن آ کر پڑے۔ تب جا کر ہم کو شانتی ہوئی۔ آپ بھی اگر دل کی شانتی چاہتے ہو
تو ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اس کا جواب ہم نے یہ دیا۔ کہ بہت خوب کل ہم ان مہاتما جی کے چیلے
بن جاویں گے۔ جونہی یہ الفاظ نکلے۔ کہ ان کے چہروں پر مسرت کے آثار پیدا ہوئے۔ ابھی
اِدھر اُدھر کی گپیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ ایک عورت اس طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔ گورو
مہاراج نے بھی دیکھ لی۔ بس پھر کیا تھا۔ فوراً ہی آنکھیں نبد کر دیں۔ اور ایک لکڑی کے
سہارے بیٹھ کر سمادھی لگالی۔ چپ ایسی سمادھی کہ سنت مہاتما پرماتما کے پاس بیٹھے ہوئے
ہیں۔ اتنے میں عورت بھی آگئی۔ اس کے ہاتھ میں مٹھائی کی چھوٹی سی ٹوکری تھی۔ جو کہ
اُسنے مہاتما کے چرنوں میں رکھ دی۔ اور ہاتھ باندھکر نمسکار کی۔ نمسکار کا جواب کچھ نہ ملا
کیونکہ جواب دینے والے مہاتما جی تو پرلوک سدھارے ہوئے تھے۔ وہ عورت قریب ۲۵ سال
سال کی عمر کی ہو گی۔ اس عورت نے کئی دفعہ سادھو جی مہاراج کو بلایا۔ مگر مہاتما جی
نہی بولے۔ آخر بڑی دیر کے بعد ایک آنکھ کھولی۔ وہ بھی نامکمل سی۔ ہم گورو صاحب کی
حرکات کو اچھی طرح سے تاڑتے رہے۔ دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔ اور بھارت ورش کی
بدقسمتی کو یاد کر کے دل میں افسوس کر رہے تھے۔ ہم نے چاہا۔ کہ ابھی پردہ فاش کر دیں۔ مگر
مصلحتاً خاموش ہو رہے۔ اور سادھو کی حرکات کو بغور دیکھنے لگے۔ خدا خدا کر کے ہر دو آنکھیں
کھول دیں۔ عورت نے پھر جھک کر نمسکار کیا۔ جواب "ملا کہ" کیا ہے؟

عورت۔ مہاراج یہ (مٹھائی کی ٹوکری کی طرف اشارہ کر کے) آپ کی سیوا کے لئے لائی
ہوں۔ مہربانی فرما کر اس کو قبول کریں۔

سادھو۔ بے جا ہمارے کس کام کی ہے۔ ہمارا کیا واسطہ مٹھائی سے

عورت۔ مہاراج! میں بڑی شردھا سے لائی تھی۔ سو آپ اس کو ضرور سویکار کریں۔

سادھو۔ اچھا تیری مرضی (ہماری طرف اشارہ کرکے) سمبو۔ لو یہ کھا لو۔ ملنگ جو کہ موقعہ کی تلاش ہی میں تھے۔ فوراً کھا گئے۔ مگر ہم کورے ہی رہ گئے۔ اس کے بعد عورت پھر بولی۔ کہ مہاراج ایک عرض ہے۔ اگر حکم ہو تو بیان کروں۔

سادھو۔ ہاں بھاگوان۔ بتلا تو کیا کہنا چاہتی ہے۔

عورت۔ مہاراج میں بھاگوان ہونا چاہتی ہوں۔

سادھو۔ واہ۔ کیا سادھوؤں کے پاس بھی کبھی لڑکے رکھے ہوئے ہیں۔

عورت۔ نہ مہاراج سادھو تو جو کچھ کہہ دیتے ہیں۔ وہی پورا ہو جاتا ہے سنت لوگ تو ریکھ میں میخ گاڑ دیتے ہیں۔ آپ میرے حق میں دعا کریں۔ تاکہ میں بھاگوان بن جاؤں۔

سادھو۔ اچھا ہم تجھ پر بہت خوش ہیں۔ شام کو آنا۔ ہم تم کو اپنے دھوئیں کی راکھ دیں گے۔ وہ تم نے کھا لینا۔ پھر تمہارے لڑکا تو لد ہوگا۔

عورت (جو کہ بہت ہی بیشرم معلوم دیتی تھی۔ سادھو کے دونوں چرنوں کو ہاتھ لگا کر) بہت اچھا مہاراج۔ یہ کہکر عورت تو چلی گئی۔ پیچھے سے مہاتما لوگ اپنی تعریف میں کچھ کہنے لگے۔ ہم ایک طرف کو چلے گئے۔ مگر شام کو موقعہ پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ عورت کے پاس سے سونے کی انگوٹھی چھینی جا رہی ہے۔ انگوٹھی دیکر عورت اُٹھنے ہی کو تھی۔ کہ ہمارا لیکچر شروع ہوا سادھوؤں کے وہ پول کھولے۔ کہ وہ گورو صاحب جن کا ذکر اوپر ہوا۔ ہماری طرف ڈنڈا لے کر مارنے کو آئے۔ ہمارے ہاتھ میں بھی ایک ڈنڈا تھا۔ سادھو کا وار روک لیا۔ اور اس کا ڈنڈا پکڑ لیا۔ سادھو نے صرف ہمکو گالیاں ہی خوب دیں۔ بلکہ آریہ سماج کو بھی بہت سخت سُست کہا خیر لوگوں نے بات کو رفع دفع کر دیا۔ لیکچر کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سونے کی انگوٹھی اس عورت کو واپس مل گئی۔ اور مکار سادھو صاحب وہاں سے اُٹھکر چلے گئے۔ یہ حالات آجکل کے فرضی اور بناوٹی سادھوؤں کے ہیں۔ جنہوں نے کہ سارے سادھوؤں کو بدنام کر رکھا ہے

سچے سنیاسی آجکل بہت کم یاب ہیں۔ یہ تو ہوا سادھوؤں کا حال۔ اب گٹھ کتروں کا حال سنیئے۔ یہ لوگ ہردوار میں بہت پھرتے ہیں۔ ان کی سفید پوشاک ہوتی ہے۔ صورت مومناں کرتوت کافراں۔ دشواش دلا کر لوگوں کو لوٹتے ہیں۔

کنبھ کے میلہ کے موقعہ ٹھاکر پروین سنگھ جی آریہ سماج کے مشہور راگی ہیں۔ انکی واسکٹ معہ تین پونڈ ایک گھڑی اور کچھ روپوں کے گم ہوئی۔ اور وہ بھی صرف تین چار منٹ کے عرصہ میں۔ ایک استری کی قمیض معہ سونے کے بٹنوں کے گم ہو گئی۔ اس بچارہ سی نے نہاتے وقت رکھی واپس آئی۔ تو قمیض معہ بٹن ندارد۔ ایک اور دیوی کا سونے کا تعویذ گم ہو گیا۔ اور ایسے چالاک گٹھ کترے نے کاٹا۔ کہ پتہ تک نہ لگا۔ ایک شخص کا بٹوا ایسے طریقہ سے نکالا گیا۔ کہ اس کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس بٹوے میں ۸ روپیہ تھے۔ ایک مکّار عورت نے تو حد کر دی۔ ایک سیدھی سادی عورت کے کپڑے زیور دیکھ کر اس سے متر تا پیدا کی اور پہلے اپنے کپڑے اس کے پاس رکھے۔ پھر اس کو غسل کرنے بھیجا۔ تو سب کپڑے و زیور لیکر بھاگ گئی۔ وہ بے چاری حیران پریشان پھر رہی تھی۔ ایسے ایسے کئی واقعات میں نے کنبھ کے میلہ پر دیکھے اور سُنے تھے۔ ہر کی پوڑی کے پاس غسل کرتے وقت چند آدمیوں نے اپنے اور اپنی مستورات کے سب کپڑے باندھکر گٹھڑی بنا کر ٹوکرے کے نیچے رکھ دیئے اور اُوپر نوکر کو بٹھا دیا۔ اور خود جا کر غسل کرنے لگے۔ دو تین اچکّوں نے تاڑ لیا۔ اور اس کے سامنے سے دونیاں چونیاں گرا کر گذر گئے۔ نوکر اُٹھانے لگا۔ اور اُٹھاتا اُٹھاتا دُور چلا گیا۔ کبھی اسے دوّنی ملی اور کبھی چوّنی۔ وہ اکٹھا کرتا رہا۔ اور پیچھے سے اُچکّوں نے ٹوکرے کے نیچے سے گٹھڑی نکالی۔ اور نو دو گیارہ ہو گئے۔ ایک دفعہ میں غسل کرنے لگا۔ تو ایک اُچکّا بولا۔ کہ باسکٹ اور کپڑے میرے حوالہ کر دو۔ میں شریف جنٹلمین خیال کرکے دینے ہی لگا تھا۔ کہ ایک اور شخص نے مجھے کہا۔ کہ کیوں جی یہ آدمی آپ کا ملازم لگتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ نہیں۔ وہ بولے کہ جب یہ آپ کا واقف نہیں۔ تو اس کا اعتبار کیوں کرتے ہو۔ یاد رکھو۔ کہ

جب تک آپ کو اپنا کوئی واقف دوست یا رشتہ دار نہ ملے۔ کسی کا اعتبار مت کرو۔ دیکھو ہم نے واسکٹ پہن کر اشنان کیا ہے۔ ہمارے پاس دو واسکٹ ہیں۔ ایک کُرتے کے اُوپر پہن لی جاتی ہے۔ اور دوسری کُرتے کے نیچے۔ ہردوار کے حالات بڑے عجیب ہیں پیارے بھائیو میں کس قدر لکھوں۔ ان کے واسطے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ جب ہردوار جاؤ۔ تو اُچکوں گٹھ کتروں اور چالاک سادھوؤں سے بچتے رہو۔ ورنہ ننگ دھڑنگ رہ جاؤ گے۔ اور سخت حیران و پریشان پردیس میں خراب ہو گے۔ سارے سفید کپڑوں والے شریف آدمی نہیں ہیں۔ پھونک پھونک قدم رکھو۔ پوری احتیاط رکھو۔ **All that glitters is not gold.**

اور نہ ہی یہ سب سادھو شریف ہیں۔ ہردوار جاؤ۔ تو روپیہ پیسہ اور اپنی عقل خوب سنبھال کر رکھو۔ اگر مندرجہ بالا سطور کو پڑھ کر ہشیار نہ رہو گے۔ اور دانائی سے کام نہ لوگے۔ تو پھر اپنی عقل پر سخت افسوس کرو گے۔ اور پیسہ پیسہ مانگ کر گھر میں واپس پہنچو گے۔ اچھا اشنان کرو گے۔ کہ شانتی کی بجائے روتے گھر آؤ گے۔ سر مُنا کر بھدراں جو پوچھو گے۔ پہلے ہی خوب ہوشیار رہو۔

ہردوار کے پنڈے

ہردوار کے سادھوؤں اُچکوں گٹھ کتروں کا حال تو آپ نے سُن لیا۔ اب ذرا پنڈوں کا بھی سُنئے سٹیشن سے اُترتے ہی آواز آتی ہے۔ کہاں کے باسی کہاں کے باسی۔ چاروں طرف سے آوازوں کا شور ہوتا ہے۔ آریہ سماجی لوگ تو سُنتے کہہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ مگر باقی لوگ پنڈوں کے بس میں آ جاتے ہیں۔ جو کہ بلا پانی لگانے کے ہی بھولے بھالے یاتریوں کی خوب حجامت کرتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ تو جلدی ہی خلاصی کرا لیتے ہیں۔ مگر ان پڑھ اور خصوصاً جاٹ لوگ تو خوب دان کرتے ہیں۔ کئی پنڈے شراب پیتے اور ماس کھاتے اور بوبھچار کرتے ہیں۔ ان کے طفیل ہی اب ہردوار میں کئی خرابیاں ہو رہی ہیں۔ لٹ بلٹ اشیائیں بکنے

تنگ پڑی ہیں - اگر ہندو لوگ عقل ہندی سے کام لیں - تو پانڈے بھی بُرے کرموں کو چھوڑ دیں - لوگوں کو تنگ کر کے دان لیتے ہیں - حرام کا مال حرام ہی بن جاتا ہے - بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں - جن کو سُنکر لوگ حیران رہ جاتے ہیں ان پنڈوں کی شرارتیں بڑھ رہی ہیں - ان کے پاپوں کا بیڑا ابھر کر غرق ہوگا ان کو عقل دے ٭

نوٹس

مندرجہ ذیل کُتب تیار ہو رہی ہیں - عنقریب ہی شائع ہونگی

مہاتما منشی رام جی کے دلچسپ لیکچر .. ..

لالہ ہنسراج جی کے دلچسپ لیکچر .. ..

مجرّبات آریہ سیوک .. .. عسم

رامائن سے نظارے دبھادر کون ہے - نی .. .. .. ا؎

چُوں چُوں کا مُربہ ۲ حصے .. .. قیمت فی حصہ .. ۔؎

سوامی سرودانندجی و سوامی ستیانندجی و پنڈت ہرشچندرجی و پنڈت اندرچندرجی ودیالنکار کے دلچسپ لیکچر } شائع ہوگئے ہیں - قیمت صرف ۶

شریمان لالہ دیوان چندجی ایم - اے کے دلچسپ لیکچر .. .. قیمت ۴

اُپدیش بھنڈار - ۳ حصے - قیمت فی حصہ ۴

برنی مقوی جسم و دماغ - قیمت درجہ اوّل فی دو سو تولہ عدہ درجہ دوم عہ - یہی نسخہ مقوی اللہ کا ہے

راقم - امیر چند آریہ سیوک چھو والی پوٹیاں ہر چرن مصر لاہور